احمدی نوجوانوں کیلئے
ماہنامہ
خالد
ربوہ

سالنامہ
نومبر ۱۹۹۸ء

ایڈیٹر
سید مبشر احمد ایاز

احمدی نوجوانوں کیلئے
ماہنامہ خالد ربوہ
ڈاکٹر عبد السلام نمبر
دسمبر ۱۹۹۷ء
ایڈیٹر
سید مبشر احمد ایاز
ایک عظیم مؤحّد سائنسدان

پروفیسر ڈاکٹر ابو احمد محمد عبد السلام ۱۳۴۴ھ—۱۴۱۷ھ ۱۹۲۶ء—۱۹۹۶ء

احمدی نوجوانوں کیلئے
ماہنامہ خالد ربوہ
حضرت ملک سیف الرحمٰن نمبر
ستمبر/اکتوبر ۱۹۹۵ء
ایڈیٹر
سید مبشر احمد ایاز
سرافراز ہوئے رخصت

حضرت ملک سیف الرحمٰن صاحب مفتی سلسلہ احمدیہ و پرنسپل جامعہ احمدیہ

ماہنامہ خالد ربوہ
اگست ۱۹۹۷ء
ایڈیٹر
سید مبشر احمد ایاز
PAKISTAN
1947-97
گولڈن جوبلی پاکستان نمبر

احمدی نوجوانوں کیلئے
ماہنامہ خالد ربوہ
کسوف خسوف نمبر
اگست ۱۹۹۴ء
ایڈیٹر
سید مبشر احمد ایاز

چاند اور سورج ہوئے میرے لئے تاریک و تار

امام جماعتِ احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی
معرکۃ الآراء انگریزی تصنیف کا عکسی فوٹو

Revelation Rationality Knowledge and Truth

MIRZA TAHIR AHMAD

احمدی نوجوانوں کیلئے
ماہنامہ خالد ربوہ
سالنامہ
اکتوبر۔نومبر ۱۹۹۸ء / اخاء نبوت ۱۳۷۷ ہش
جلد : ۴۶، ۴۷۔شمارہ : ۱، ۱۲
قیمت فی پرچہ چودہ روپے
(ایڈیٹر) سید مبشر احمد ایاز

اس شمارے میں

اس کے علاوہ کلامِ محمود، ذکرِ عدن اور بخارِ دل سے انتخاب ـــــ اور
مکرم چوہدری محمد علی صاحب کا منظوم کلام

اداریہ

..... کہ حق ادا نہ ہوا

کہا جاتا ہے کہ ایک اندھا تھا ایک مبروص اور ایک کوڑھی ایک فرشتہ ان تینوں کے پاس باری باری آیا اور پوچھا کہ تمہاری کیا خواہش ہے تو اندھے نے کہا کہ میری بینائی واپس لوٹ آئے اور کچھ مال و دولت مل جائے تاکہ باسانی زندگی گزار سکوں، مبروص اور کوڑھی نے بھی حسب حالت کہا کہ ہماری تکلیف دور ہو جائے اور کچھ دولت نصیب ہو جائے۔ فرشتے نے ان سب کی خواہش کے مطابق ان کو تکلیف سے نجات دے دی اور مال و دولت مل گیا۔ کچھ عرصہ بعد وہی فرشتہ بھیس بدل کر پہلے کوڑھی کے پاس آیا اور سوال کیا کہ مجھے خدا کے نام پر کچھ مال دے دو تو اس نے نہایت تکبر سے اس کو دھتکار دیا اور کہا کہ کیا ہٹے کٹے آجاتے ہیں مانگنے۔ خود کماؤ اور کھاؤ وغیرہ۔ فرشتہ نے یہ سن کر اپنا اصل روپ اس کو دکھایا اور بتایا کہ تم فلاں فلاں ہو اور پہلے یہ حالت تھی تمہاری۔ خدا نے تمہاری تکلیف کو دور کیا اور مال و دولت سے نوازا لیکن تم نے اس کی قدر نہ کی لہٰذا اس کی سزا کے طور پر تم پہلے والی حالت پر واپس آ جاؤ۔ چنانچہ پہلی تکلیف میں وہ مبتلا ہو گیا۔ ایسا ہی دوسرے بندے کے پاس گیا تو اس نے بھی ویسا ہی حقارت آمیز سلوک کیا اور فرشتے نے اس کو پہلی حالت میں لوٹا دیا۔ جب تیسرے کے پاس فرشتہ گیا تو اس کا سوال سن کر اس آدمی نے مانگنے والے کو (جو کہ دراصل فرشتہ ہی تھا) بٹھایا اور عزت و تکریم کا سلوک کیا اور کہنے لگا کہ پہلے میں فلاں فلاں سخت تکلیف میں تھا لیکن میرے خدا نے مجھ پر رحم کیا اور میری تکلیف دور کی اور پھر مجھے مال و دولت سے بھی نوازا۔ اب تم خدا کے نام پر مانگتے ہو تو یہ سامنے ریوڑ ہے جتنی تمہاری ضرورت ہے تم پوری کرو۔ یہ جواب سن کر فرشتے نے اس کو بتایا کہ دراصل وہ وہی فرشتہ ہے جو تم تینوں کی آزمائش کے لئے آیا تھا۔

یہ روایت درحقیقت ہماری زندگیوں میں پیش آنے والی سچی تصویر پیش کرتی ہے۔ آئے دن ہم اسی تصویر کو کسی نہ کسی رنگ میں مشاہدہ کرتے ہیں۔ واقعتاً ایسا ہوتا ہے کہ جب خدا کے نام پر مانگا جاتا ہے تو ایک بدنصیب طبقہ وہ ہوتا ہے کہ جو بڑی ہی حقارت اور نفرت سے دھتکار دیتا ہے اور منہ پھلا کر انکار کر دیتا ہے اور ایک سعادت مند گروہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو سب کچھ پیش کر دیتا ہے جس کا مطالبہ کیا جاتا ہے اور اس میں سعادت محسوس کرتا ہے کہ مجھے یہ توفیق مل رہی ہے۔ اور پھر دیکھنے والے یہ نظارہ بھی دیکھتے ہیں کہ جنہوں نے خدا کی راہ میں پیش کیا ہوتا ہے انہیں اور بڑھا کر دیا جاتا ہے۔ وہ سب کچھ جو انہوں نے خدا کی راہ میں قربان کیا ہوتا ہے۔ اور وہ جنہوں نے اپنے مال کو روکے رکھا ایک وقت آتا ہے کہ ان سے وہ سب نعمتیں روک لی جاتی ہیں۔ اور ایک عبرت اور حسرت کی وہ تصویر بن جایا کرتے ہیں اور اس عبرت کے سوا ان کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہتا۔

کتنی ہی بے عقلی اور ناسمجھی کی بات ہوتی ہے کہ انسان کو جب کچھ ملتا ہے اور جو کچھ ملا ہوتا ہے اس میں سے کچھ کا مطالبہ جب کیا جاتا ہے حالانکہ وہ بہت ہی قلیل ہوتا ہے (بلکہ اکثر اوقات تو دینے والے کی صوابدید پر چھوڑا جاتا ہے۔) لیکن وہ انکار کر دیتا ہے۔ بھلا جو کچھ اس کے پاس ہے وہ آیا کہاں سے؟ ایک بہت بڑا سوال ہے اور بہت ہی سیدھا سادہ جواب ہے کہ "گھر سے تو کچھ نہ لائے" سب کچھ خدائے رحمن و رحیم نے عطا کیا۔ وہ چاہتا تو یہ صلاحیتیں، استعدادیں، علم و عمل کی قوتیں اور مال و دولت نہ دیتا۔ اس کے بغیر تو

ایک سانس اور ایک پل بھی مشکل ہے۔ اور اگر کچھ تھوڑا سا دے بھی دیں تو یہ کوئی بات نہیں۔ کوئی قابل ذکر شئے بھی نہیں ہے۔ یہاں تک کہ سب کچھ بھی دے دیں تو کوئی بڑی بات نہیں اور دیتے دیتے اگر جان بھی دے دیں تو ذرا لمحہ بھر سوچ کر تو دیکھیں کہ ہم نے کونسی قربانی کر دی؟ بھلا سوچ کر دیکھیں کہ جان ہم نے لی کہاں سے تھی؟؟

اسی دینے والے نے دی تھی جو اس کو واپس کر دی۔ غالب نے اس حقیقت کو بڑے ہی سادہ اور خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے کہ

جان دی' دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

تو آئیں اپنی زندگیوں کو دیکھیں کہ ہم خدا کی دی ہوئی نعمتوں میں سے خدا کی راہ میں' جب اس کا تقاضہ کیا جاتا ہے۔ کتنا واپس کرتے ہیں۔ کتنا خرچ کرتے ہیں۔ قبل اس کے کہ وہ نعمتیں ہم سے واپس لے لی جائیں۔ اور پھر بات ہمارے ہاتھ میں اور بس میں نہ رہے۔ بس یوں سمجھ لیجئے کہ اب موقعہ ہے نہ جانے اگلے پل میں توفیق ملے یا نہ ملے۔ کیونکہ۔ پل کی خبر نہیں۔"

> ہفتہ اشاعت یکم تا 7 دسمبر 1998ء
>
> ﴿مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان﴾
>
> مجالس خدام لاحمدیہ پاکستان سے درخواست ہے کہ وہ یکم تا 7 دسمبر 1998ء کو اپنے ہاں ہفتہ اشاعت منائیں اور ماہنامہ خالد اور تشحیذ الاذہان کی خریداری بڑھانے اور ان کے لئے اشتہارات کے حصول کی سعی فرمائیں۔اسی طرح رسائل کی معیاری قلمی معاونت کے لئے کوشش کریں۔
>
> مہتمم اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

کلامِ طاہر

تیرے لئے ہے آنکھ کوئی اشکبار دیکھ
نظریں اُٹھا خدا کے لئے ایک بار دیکھ

او محوِ سیرِ ول کشئ گل نظر اُٹھا
گلشن میں حالِ زار و نزارِ ہزار دیکھ

اُٹھی بس ان سے ایک نوائے جگر خراش
ٹوٹے پڑے ہیں بربطِ ہستی کے تار دیکھ

تو مجھ سے آج وعدۂ ضبطِ اَلم نہ لے
اِن آنسوؤں کا کوئی نہیں اعتبار دیکھ

بندِ شکیب توڑ کر آنسو برس پڑے
اپنوں پہ بھی نہیں ہے مجھے اختیار دیکھ

کانٹوں میں ہائے کیوں مِری ہستی اُلجھ گئی
وہ مجھ پہ کِھل کِھلا اُٹھا ہے لالہ زار دیکھ

(کالج کے ابتدائی زمانہ کی ایک غزل جس کا پہلا شعر والدہ مرحومہ کی ایک تصویر کا مرہونِ منت ہے)

پبلشر: مبارک احمد خالد۔ پرنٹر: قاضی منیر احمد۔ مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ

ناگاہ تیری یاد نے یوں دِل کو بھر دیا

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کا تازہ منظوم کلام

دن آج کب ڈھلے گا۔ کب ہوگا ظہورِ شب
ہم کب کریں گے چاک گریباں حضورِ شب

آہ و بکا پہ پہرے ہیں۔ دِل میں فغاں ہے بند
اے رات آبھی جا۔ کہ رہا ہوں طیورِ شب

ہوش و حواس گُم تھے۔ کسے تابِ دید تھی
جب جگمگا رہا تھا برقِ تجلّی سے طُورِ شب

اِمشب نہ تُو نے چہرہ دکھایا تو کیا عجب
صُبح کا مُنہ نہ دیکھے دلِ ناصبورِ شب

لیلائے شب کی گود میں سویا ہوا تھا چاند
سیماب زیبِ تن کئے بیٹھی تھی حُورِ شب

مَے سی اُتر رہی تھی کواکب سے نُور کی
ہر سمت بٹ رہی تھی شرابِ طہورِ شب

ناگاہ تیری یاد نے یُوں دِل کو بھر دیا
گویا سمٹ گیا اُسی کُوزہ میں نُورِ شب

اس لمحہ تیرے رشک سے شبنم تھی آب آب
مٹّی میں مِل رہا تھا پگھل کر غرورِ شب

سب جاگ اُٹھے تھے پیار کے ارماں تہہ نجوم
پھونکا تھا تُو نے گوشِ محبت میں صُورِ شب

لمحاتِ وصل جن پہ ازل کا گماں تھا
چٹکی میں اُڑ گئے وہ طیورِ سرورِ شب

خدام الاحمدیہ پاکستان کے نام

صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کا خصوصی پیغام

اتفاق و اتحاد، استقامت و استقلال اور دعا کی اہمیت

اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان حسب روایت "خالد" کا سالانہ نمبر نکال رہی ہے۔ اس موقع پر خصوصیت سے عزیز خدام و اطفال کے لئے تین امور پیش کرنا چاہتا ہوں جو اپنی غیر معمولی اہمیت کے اعتبار سے ہمارے لائحہ عمل کا مستقل حصہ قرار دیئے جا سکتے ہیں۔

(1) اتفاق و اتحاد

اول:۔ باہم اتفاق و اتحاد سے زندگی بسر کرنے اور تفرقہ ڈالنے سے ہمیشہ مجتنب رہنے کو اپنی عادت میں داخل کرنا از حد ضروری امر ہے۔ اس ضمن میں ہمارے دین اور مقدس بزرگوں نے بہت سی نصائح فرمائی ہیں۔ جن میں سے بعض کو ذیل میں تحریر کیا جا رہا ہے۔

- سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"تم آپس میں جلد صلح کرو اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو۔ کیونکہ شریر ہے وہ انسان کہ جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں وہ کاٹا جائے گا کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے۔ تم اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چھوڑ دو اور باہمی ناراضگی جانے دو۔ اور سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلل اختیار کرو تا تم بخشے جاؤ۔"

نیز فرمایا:۔

"تم اگر چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو تو تم باہم ایسے ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ میں سے دو بھائی۔ تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے اور بدبخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا۔ سو اس کا مجھ میں حصہ نہیں۔" (کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۱۲۔۱۳)

- حضرت خلیفۃ المسیح الاول نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں۔

"دیکھو میں تمہیں درد دل سے کہتا ہوں کہ وحدت بڑی چیز ہے اور ہر قسم کی کامیابیوں کی جڑ ہے صحابہ کرامؓ نے اس کا مزہ چکھا ہے۔ ان کی قوم ایک کسمپرس حالت میں تھی۔ صرف وحدت کے ذریعے ساری دنیا میں عظیم الشان اور مظفر و منصور ہوئی۔ جب تک ہر ایک آدمی اپنے اغراض کو چھوڑ کر دوسرے کی ہمدردی میں فنا نہ ہو جاوے یہ بات حاصل نہیں ہوتی۔ رسول کریم ﷺ نے ایک دفعہ عمائد مکہ کو دعوت دی اور کہا کوئی تم میں سے ہے جو ہمارا بوجھ اٹھا سکے۔ علیؓ اس وقت ایک نوجوان لڑکے تھے۔ آنکھیں بھی اس وقت خراب تھیں۔ بڑی جرات سے کہا کہ میں حاضر ہوں۔ یا رسول اللہ! اس وقت لوگوں نے ہنسی اڑائی مگر خدا کے نزدیک یہ قول ایسا قابل قدر تھا کہ تیرہ سو برس گذر گئے اور مولیٰ مرتضیٰ کی اولاد کا بچہ بچہ سید (سردار) کہلاتا ہے۔ وہ سچا خادم بنا تو خدا نے اسے

مخدوم بنادیا۔" (ضمیمہ اخبار بدر قادیان یکم و ۸ جولائی ۱۹۰۹ء بحوالہ حقائق الفرقان جلد اول صفحہ ۵۱۵)

○ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں۔

"ہر ایک احمدی کا فرض ہے کہ وہ اپنی زبان اور ہاتھ کو سنبھال کر رکھے اور ایک دوسرے کے ساتھ ایسا تعلق ہو کہ جماعت میں لڑائی اور فساد کا نام تک نہ ہو۔ جب کوئی دیکھے کہ فلاں بات سے فلاں بھائی کی دلشکنی ہوئی ہے۔ تو زبان کو روکے۔ اور ہاتھ کو بند رکھے۔ حضرت مسیح کہتے ہیں افسوس اس پر جو دوسرے کے لئے ٹھوکر کا موجب بنتا ہے۔ پس اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اسے خوش نہیں ہونا چاہئے کیونکہ ایک دن خود ٹھوکر کھائے گا۔ اس وقت اتحاد اور اتفاق کی سخت ضرورت ہے۔ اسی کے لئے خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کو بھیجا۔ پس اب جو اتحاد کو توڑتا ہے وہ گویا مسیح موعود کی بعثت کو عبث قرار دیتا ہے اور آپ کے کام میں رکاوٹ ڈالنا چاہتا ہے رکاوٹ تو نہیں ڈال سکے گا۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ میں تیری مدد کروں گا۔ ہاں وہ خود ذلیل اور رسوا ہو جائے گا۔" (خطبات محمود جلد ۵ صفحہ ۴۷۸ بحوالہ الفضل ربوہ)

اس دور میں اللہ تعالیٰ نے اپنے غیر معمولی افضال کے ساتھ جماعت کو جو عظیم الشان عالمی تشخص عطا فرمایا ہے اور دنیا بھر سے لاکھوں بندگان خدا جماعت احمدیہ میں داخل ہو رہے ہیں ایسے حالات میں باہمی اخوت و محبت اور اتفاق و یگانگت از حد ضروری ہے تاہم ان تمام ثمرات سے کماحقہ حصہ پائیں جو اتفاق کی برکت سے ملتے ہیں۔ درجہ بالا حوالہ جات کو ہمیشہ پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے کیونکہ یہی ہمارے لئے آج مشعل راہ ہیں۔

(2) استقامت و استقلال

دوم:۔ استقامت و استقلال کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنے مشن کی تکمیل کے لئے ہمیشہ سرگرم رہنا بہت ضروری ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سورۃ حم سجدہ کی آیت نمبر ۳۱ کا ترجمہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور باطل خداؤں سے الگ ہو گئے پھر استقامت اختیار کی یعنی طرح طرح کی آزمائشوں اور بلا کے وقت ثابت قدم رہے۔ ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ تم مت ڈرو اور مت غمگین ہو اور خوش ہو اور خوشی میں بھر جاؤ کہ تم اس خوشی کے وارث ہو گئے جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے۔ ہم اس دنیوی زندگی میں اور آخرت میں تمہارے دوست ہیں۔ اس جگہ ان کلمات سے یہ اشارہ فرمایا کہ اس استقامت سے خدا تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ یہ سچ بات ہے کہ استقامت فوق الکرامت ہے۔ کمال استقامت یہ ہے کہ چاروں طرف بلاؤں کو محیط دیکھیں اور خدا کی راہ میں جان اور عزت اور آبرو کو معرض خطر میں پاویں اور کوئی تسلی دینے والی بات موجود نہ ہو یہاں تک کہ خدا تعالیٰ بھی امتحان کے طور پر تسلی دینے والے کشف یا خواب یا الہام کو بند کر دے اور ہولناک خوفوں میں چھوڑ دے۔ اس وقت نامردی نہ دکھلاویں اور بزدلوں کی طرح پیچھے نہ ہٹیں اور وفاداری کی صفت میں کوئی خلل پیدا نہ کریں۔ صدق اور ثبات میں کوئی رخنہ نہ ڈالیں۔ ذلت پر خوش ہو جائیں۔ موت پر راضی ہو جائیں اور ثابت قدمی کے لئے کسی دوست کا انتظار نہ کریں کہ وہ سہارا دے۔ نہ اس وقت خدا کی بشارتوں کے طالب ہوں کہ وقت نازک ہے اور باوجود سراسر بے کس اور کمزور ہونے کے اور کسی تسلی کے نہ پانے کے سیدھے کھڑے ہو جائیں اور ہرچہ بادا باد کہہ کر گردن کو آگے کر دیں اور قضاء و قدر کے آگے قدم نہ ماریں اور ہرگز بے قراری اور جزع فزع نہ دکھلاویں جب تک کہ آزمائش کا حق پورا ہو جائے یہی استقامت ہے جس سے خدا ملتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کی رسولوں اور نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کی خاک

سے اب تک خوشبو آرہی ہے۔" (روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۴۱۹، ۴۲۰)

ایک موقع پر خدام الاحمدیہ کی تنظیم کے بانی حضرت المصلح الموعود نے نہایت پر شوکت اور اثر انگیز الفاظ میں خصوصیت سے احمدی نوجوانوں کو مخاطب فرماتے ہوئے انہیں عزم و استقلال اور بلند ہمتی کے ساتھ مصروف عمل رہنے اور اپنی جملہ خدمات کا اجر اللہ تعالیٰ سے پانے کا امیدوار ہونے کی تلقین فرمائی۔ فرمایا۔

"میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنی نئی منزل پر عزم، استقلال اور بلند حوصلہ سے قدم مارو۔ قدم مارتے چلے جاؤ اور اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے قدم بڑھاتے چلے جاؤ کہ عالی ہمت نوجوانوں کی منزل اول بھی ہوتی ہے۔ منزل دوم بھی ہوتی ہے۔ منزل سوم بھی ہوتی ہے۔ لیکن آخری منزل کوئی نہیں ہوا کرتی۔ ایک منزل کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری وہ اختیار کرتے چلے جاتے ہیں۔ وہ اپنے سفر کو ختم کرنا نہیں جانتے۔ وہ اپنے رخت سفر کو کندھے سے اتارنے میں اپنی ہتک محسوس کرتے ہیں۔ ان کی منزل کا پہلا دور اسی وقت ختم ہوتا ہے جب کہ وہ کامیاب اور کامران ہو کر اپنے پیدا کرنے والے کے سامنے حاضر ہوتے ہیں۔ اور اپنی خدمت کی داد اس سے حاصل کرتے ہیں جو ایک ہی ہستی ہے جو کسی کی خدمت کی صحیح داد دے سکتی ہے۔ پس اے خدائے واحد کے منتخب کردہ نوجوانو! (دین حق) کے بہادر سپاہیو! **ملک کی امیدوں کے مرکزو! قوم کے سپوتو! آگے بڑھو کہ تمہارا خدا، تمہارا دین، تمہارا ملک اور تمہاری قوم محبت اور امید کے مخلوط جذبات سے تمہارے مستقبل کو دیکھ رہے ہیں۔"**

(3) دعا کی اہمیت و افادیت

سوم:۔ دعا کی غیر معمولی اہمیت کے پیش نظر دعائیں کرنے کی عادت ڈالنا از بس ضروری امر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ہماری ترقیات کا راز مقبول دعاؤں میں مضمر ہے۔ جہاں ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی جملہ استعدادوں کو معروف طریق پر کام میں لانا ضروری ہے وہاں اللہ تعالیٰ کے حضور رونے اور گریہ و زاری اور التجائیں کرنے کی عادت اپنانا بھی اتنا ہی ضروری ہے۔ اب جب کہ رمضان المبارک کی آمد آمد ہے۔ **اس ماہ مقدس کا استقبال ہمیں یہ دعائیں کرتے ہوئے کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہمیشہ مقبول دعاؤں کی توفیق عطا فرماتا رہے** اور ہماری اس پکار پر خود اپنی موجودگی کا پتہ دیتا رہے تا ہم اس کے بے پایاں افضال کے وارث بنے رہیں۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رمضان المبارک سے متعلق ایک آیت قرآنی کی جو قبولیت دعا کا مژدہ سناتی ہے عظیم الشان تفسیر بیان فرمائی ہے۔ جس سے ہمیں دعا کی اس اہمیت و افادیت کا علم حاصل ہوتا ہے جس سے انسان کا بامراد ہونا یقینی امر ٹھہرتا ہے۔ فرمایا۔

"دعا خدا تعالیٰ کی ہستی کا زبردست ثبوت ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ ایک جگہ فرماتا ہے۔ و اذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان یعنی جب میرے بندے تجھ سے سوال کریں کہ خدا کہاں ہے اور اس کا کیا ثبوت ہے تو کہدو کہ وہ بہت ہی قریب ہے۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب کوئی دعا کرنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کو جواب دیتا ہوں یہ جواب کبھی رویا صالحہ کے ذریعہ ملتا ہے اور کبھی کشف اور الہام کے واسطے سے اور علاوہ بریں دعاؤں کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی قدرتوں اور طاقتوں کا اظہار ہوتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسا قادر ہے جب کہ مشکلات کو حل کر دیتا ہے۔ **غرض دعا بڑی دولت ہے اور طاقت ہے۔** اور قرآن شریف میں جابجا اس کی ترغیب دی ہے اور ایسے لوگوں کے حالات بھی بتائے ہیں جنہوں نے دعا کے ذریعہ اپنے مشکلات سے

نجات پائی۔ انبیاء علیہم السلام کی زندگی کی جڑ اور ان کی کامیابیوں کا اصل اور سچا ذریعہ یہی ہے۔ پس میں نصیحت کرتا ہوں کہ اپنی ایمانی اور عملی طاقت کو بڑھانے کے واسطے دعاؤں میں لگے رہو۔ دعاؤں کے ذریعہ سے ایسی تبدیلی ہوگی جو خدا کے فضل سے خاتمہ بالخیر ہو جاوے گا۔" (الحکم جلد نمبر۲ مورخہ ۱۷ جنوری ۱۹۰۵ء صفحہ ۳ بحوالہ تفسیر سورۃ البقرہ صفحہ ۲۶۸، ۲۶۹)

ایک اور موقع پر مامور زمانہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے قبولیت دعا کے لئے ایک زبردست امید کا پیغام دیا ہے۔ جس پر عمل پیرا ہو کر ہر انسان باب رحمت پر دستک دے کر اپنے پیدا کرنے والے کے حضور اپنی مناجات کو پیش کرنے کا اہل قرار پاتا ہے۔ خطاؤں اور گناہوں کا بار اسے دعائیں کرنے سے روک نہیں سکتا بلکہ ذیل کے اقتباس کو پڑھ کر ایک کمزور اور گناہ گار انسان پہلے سے زیادہ پر امید ہو کر دعا کی طرف مائل ہوتا ہے۔ فرمایا۔

"یہ خیال نہ کرو کہ ہم گنہگار ہیں ہماری دعا کیونکر قبول ہوگی۔ انسان خطا کرتا ہے مگر دعا کے ساتھ آخر نفس پر غالب آجاتا ہے اور نفس کو پامال کر دیتا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے انسان کے اندر یہ قوت بھی فطرتاً رکھ دی ہے کہ وہ نفس پر غالب آجائے۔ دیکھو پانی کی فطرت میں یہ بات رکھی گئی ہے کہ وہ آگ کو بجھا دے۔ پس پانی کو کیسا ہی گرم کرو اور آگ کی طرح کر دو۔ پھر بھی جب وہ آگ پر پڑے گا تو ضرور ہے کہ آگ کو بجھا دے جیسا کہ پانی کی فطرت میں برودت ہے ایسا ہی انسان کی فطرت میں پاکیزگی ہے۔ ہر ایک شخص میں خدا تعالیٰ نے پاکیزگی کا مادہ رکھ دیا ہوا ہے۔ **اس سے مت گھبراؤ کہ ہم گناہ سے ملوث ہیں۔ گناہ اس میل کی طرح ہے۔ جو کپڑے پر ہوتی ہے اور دور کی جا سکتی ہے۔ تمہارے طبائع کیسے ہی جذبات نفسانی کے ماتحت ہوں خدا تعالیٰ سے رو رو کر دعا کرتے رہو۔ تو وہ ضائع نہ کرے گا۔ وہ حلیم ہے وہ غفور رحیم ہے۔"**

(بدر ۱۷ جنوری ۱۹۰۷ء "تقریر جلسہ سالانہ" بحوالہ الفضل ربوہ ۴ نومبر ۱۹۹۸ء)

بچپن اور جوانی کی عمر میں دعائیں کرنے کی عادت ڈال لینا اپنے حال اور مستقبل کو محفوظ بنانے کا بہترین ذریعہ ہے اور دینی و دنیوی ترقیات کے حصول میں یہ دعائیں کامیابی کی ضمانت بن سکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایک موقعہ پر خاص طور پر سیدنا حضرت المصلح الموعود نے نوجوانوں کو قبولیت دعا پر یقین پیدا کرنے اور دعا کرنے کی عادت پیدا کرنے کی طرف نہایت موثر کلمات میں توجہ دلائی۔ فرمایا۔

"ضرورت اس بات کی ہے کہ تم اپنے اندر جوش، اخلاص اور دعا پر یقین پیدا کرو۔ میں جماعت کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ **خصوصاً نوجوانوں کو کہ وہ اپنے اندر دعا کرنے کی عادت پیدا کریں۔** پرانے لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ پایا ہے اور ان کے اندر دعا کرنے کی عادت پائی جاتی ہے۔ اب نوجوانوں کو بھی اپنے اندر یہ عادت پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ خدا تعالیٰ کے سامنے رونے گریہ و زاری کرنے اور فریاد کرنے کی عادت ڈالنی چاہئے۔ اگر وہ پورے اخلاص، یقین اور جوش کے ساتھ ایسا کریں گے۔ تو خدا تعالیٰ کی مدد آئے گی۔ جو ان کی حالت کو بھی درست کر دے گی اور کامیابی کے رستے بھی ان کے لئے کھول دے گی۔"

(مشعل راہ صفحہ ۶۱۰-۶۱۱)

اللہ کرے کہ درجہ بالا تینوں امور کو ہمیشہ ملحوظ رکھتے ہوئے ہم حقوق اللہ اور حقوق العباد کی بجا آوری میں اتفاق و اتحاد، استقامت و استقلال اور مقبول دعاؤں کے سہارے مصروف عمل رہیں۔ اللہ ہم سب کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین اللھم آمین۔

خاکسار

[signature]

7-11-1998

کلامِ طاہر

فاصلے بڑھ گئے، پر قرب تو سارے ہیں وہی

نہ تم بدلے نہ ہم ۔ طَور ہمارے ہیں وہی
فاصلے بڑھ گئے ۔ پر قُرب تو سارے ہیں وہی

آ کے دیکھو تو سہی بزمِ جہاں ہیں ۔ کل تک
جو تمہارے ہوا کرتے تھے، تمہارے ہیں وہی

جھٹپٹوں میں اُنہی یادوں سے وہی کھیلیں گے کھیل
وہی گلیاں ہیں، وہی صحن، چوبارے ہیں وہی

وہی جلسے، وہی رونق، وہی بزم آرائی
ایک تم ہی نہیں، مہمان تو سارے ہیں وہی

شامِ غم، دل پہ شفق رنگ، دُکھی زخموں کے
تم نے جو پھُول کھِلائے مجھے پیارے ہیں وہی

صحنِ گلشن میں وہی پھُول کھِلا کرتے ہیں
چاند راتیں ہیں وہی، چاند ستارے ہیں وہی

وہی جھرنوں کے مدھر گیت ہیں مدہوش شجر
نیلگوں رُود کے گُل پوش کنارے ہیں وہی

مے برستی ہے بُلا بھیجو کہاں ہے ساقی
بھری برسات میں موسم کے اشارے ہیں وہی

بے بسی ہائے تماشا کہ تری موت سے سب
رنجشیں مٹ گئیں، پر رنج کے مارے ہیں وہی

تم وہی ہو تو کرو کچھ تو مداوا غم کا
جن کے تم چارہ تھے وہ درد تو سارے ہیں وہی

میرے آنگن سے قضا لے گئی چُن چُن کے جو پھُول
جو خدا کو ہوئے پیارے مرے پیارے ہیں وہی

تم نے جاتے ہوئے پلکوں پہ سجا رکھے تھے
جو گہر، اب بھی مری آنکھوں کے تارے ہیں وہی

منتظر کوئی نہیں ہے لبِ ساحل ورنہ
وہی طوفاں ہیں، وہی ناؤ، کنارے ہیں وہی

یہ ترے کام ہیں مولا، مجھے دے صبر و ثبات
ہے وہی راہ کٹھن، بوجھ بھی بھارے ہیں وہی

(۱۹۹۲ء)

عبدِ شکور۔۔۔ کی عبادتوں کے حسین تذکرے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شوقِ عبادت

(مکرم اسد اللہ خان صاحب استاذ جامعہ احمدیہ)

تخلیق انسانی کا مقصد یہ ہے کہ وہ عبادت کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریات۔ ۵۷)

یعنی میں نے جن وانس کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ تا وہ میری عبادت کریں۔ پس انسانی پیدائش کی اسی غرض کو مد نظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بنی نوع انسان کو سب سے پہلا حکم بھی عبادت کے متعلق ہی دیا۔ فرمایا۔

يَا يُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ (البقرہ : ۲۲)

کہ اے لوگو اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا۔ تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

چونکہ قرآن مجید آنحضرت ﷺ پر نازل ہوا اور آپؐ اول المومنین تھے اور آپؐ ہی اس پر سب سے بڑھ کر عمل کرنے والے تھے اس مضمون میں ہم اس حکم کے تحت آنحضرت ﷺ کی زندگی کے عبادات کے پہلو کو اجاگر کرنے کی کوشش کریں گے۔

عشق محمد "ربّہ"

جب ہم آنحضرت ﷺ کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ آپؐ کو نبوت سے پہلے بھی عبادت الٰہی کا شوق تھا۔ اسی شوق کی وجہ سے آپؐ غار حرا میں جاکر کئی کئی دن اور رات قیام کرتے اور اپنی فطرت صحیحہ مبارکہ کے پیش نظر آپؐ اپنے رنگ اور طریق پر خدا تعالیٰ کی یاد میں مصروف رہتے۔ پھر جب انہی عبادات کے نتیجہ میں نبوت عطا ہوئی تو آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے نماز پڑھنے کا طریق بھی سکھا دیا۔ پھر تو آپؐ کی زندگی کا لمحہ لمحہ عبادات الٰہی میں گزرنے لگا اور سوائے ممنوعہ اوقات کے آپؐ نے دن کا کوئی حصہ نہ چھوڑا جس میں آپؐ نے عبادت نہ کی ہو۔

آنحضرت ﷺ کا شوق عبادت ایک ایسا جذبہ تھا کہ جس کی کرنیں اور شعاعیں اندرون خانہ سے نکل کر مختلف اطراف میں پھیل گئیں۔ حتی کہ کفار تک بھی اس سے متاثر ہو رہے تھے عبادات میں آپؐ کا اس قدر شوق دیکھ کر پکار اٹھے کہ عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَبَّہ۔ کہ محمد تو اپنے رب کا عاشق ہو گیا ہے۔ کوئی پل بھی اس کے بغیر اسے چین نہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ آپؐ کو اپنے رب کی عبادت کرنے میں مختلف رکاوٹیں ڈالتے رہتے۔ کبھی نماز پڑھتے وقت اونٹ کی اوجھڑی پیٹھ پر لا کر رکھ دیتے تو کبھی نماز پڑھتے ہوئے گلے میں پھندا ڈال کر گھسیٹتے تو کبھی عبادات الٰہی کے لئے جاتے وقت آپؐ پر کوڑا کرکٹ پھینک دیتے۔ لیکن ان تمام رکاوٹوں نے آپؐ کے شوق عبادت میں ذرہ بھر بھی کمی نہ کی۔

رات کا اکثر حصہ عبادات میں گزرتا

دن کے اوقات تو آپؐ عبادت الٰہی میں گذارتے ہی تھے لیکن رات کا بھی اکثر حصہ عبادت میں گزرتا۔ کبھی رات کا ایک حصہ تو کبھی دو حصے تو کبھی ساری ساری رات عبادت الٰہی میں گزار دیتے۔

حضرت عائشہ آپؐ کی رات کی عبادات کے متعلق فرماتی ہیں کہ رات کی اس عبادت کی خوبی اور حسن کا کیا کہنا۔ لَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ کہ ان کی عمدگی سے ادائیگی اور لمبا عرصہ تک

نوافل ادا کرنے کے متعلق کچھ نہ پوچھ۔ ان کی شان ہی نرالی تھی لمبا عرصہ تک خدا کے حضور مجسم عجز و نیاز بن کر عبادت کرتے، قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور دعائیں کرتے حَتّٰی انْتَفَخَتْ قَدَمَاہُ۔ یہاں تک کہ آپؐ کے پاؤں مبارک متورم ہو جاتے۔

ایک اور روایت میں حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شب مجھے آنحضورؐ کے ساتھ نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ آپؐ نے سورۃ بقرہ شروع کی۔ میں سمجھا کہ آپؐ سو آیتوں تک ہی پڑھیں گے۔ لیکن آپ ان کو پڑھ کر اور آگے بڑھے میں نے دل میں کہا شاید پوری سورۃ آپؐ ایک ہی رکعت میں ختم کرنا چاہتے ہیں چنانچہ آپؐ نے جب اس سورۃ کو ختم کیا تو میں نے خیال کیا کہ آپؐ رکوع کریں گے لیکن آپؐ نے فوراً ہی سورۃ آل عمران شروع کر دی یہ بھی ختم ہو چکی تو سورۃ نساء شروع کر دی۔ بہت ٹھہر ٹھہر کر نہایت سکون اور اطمینان سے آپؐ قرات کر رہے تھے اور ہر آیت کے مضمون کے مطابق بیچ بیچ میں تسبیح اور دعا کرتے جاتے تھے۔ اس کے بعد آپؐ نے رکوع کیا۔ رکوع میں قیام ہی کے برابر توقف فرمایا پھر کھڑے ہوئے اور اتنی ہی دیر کھڑے رہے پھر سجدہ کیا اور سجدہ میں بھی اس قدر تاخیر فرمائی۔

عبادت کے لئے بے قراری اور تڑپ

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ آپؐ کس قدر عبادات الٰہی کا شوق رکھتے تھے کہ اپنی جان کی بھی پرواہ نہ کرتے اور ساری ساری رات کھڑے خدا کی عبادت میں گزار دیتے۔ آپؐ خدا کی عبادت کے شوق میں اس قدر فنا تھے کہ انسان کو تعجب ہے کہ کس مقام اور درجہ پر آپ پہنچے تھے۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک رات آپؐ میرے گھر میں تھے۔ رات کو جب میری آنکھ کھلی تو میں نے آپؐ کو اپنے بستر پر نہ پایا۔ مجھے خیال گذرا کہ کسی دوسری بیوی کے گھر میں ہونگے۔ چنانچہ میں نے سب گھروں میں دیکھا مگر آپؐ کو نہ پایا پھر باہر نکلی تو قبرستان میں دیکھا کہ آپؐ سفید چادر کی طرح زمین پر پڑے ہوئے ہیں اور سجدہ میں گرے ہوئے کہہ رہے ہیں۔ سَجَدَتْ لَکَ رُوْحِیْ وَ جَنَانِیْ۔

ایک اور روایت میں آپؐ بیان کرتی ہیں کہ ایک رات آپؐ کی باری میرے گھر رات گزارنے کی تھی۔ آپؐ تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ اگر تم مجھے اجازت دو تو میں آج رات خدا تعالیٰ کی عبادت میں گذارنا چاہتا ہوں۔

اللہ اللہ کیا شوق اور کیا جذبہ تھا عبادت الٰہی کا کہ بیوی کے پاس آتے ہیں تو دل میں خدا تعالیٰ کی عبادت کا ہی خیال ہے اور پھر بیوی کے جذبات کا بھی اس قدر خیال تھا کہ آپؐ نے ان سے اجازت طلب کی کہ کہیں حق تلفی نہ ہو جائے۔

لمحہ لمحہ ذکرِ الٰہی

یہاں تک تو ذکر تھا آپؐ کی رات کی عبادت کا۔ مگر اس کے علاوہ آپؐ صبح سے رات تک عبادت میں ہی مصروف رہتے۔ صبح اٹھتے تو دعا کرتے اور خدا تعالیٰ کو یاد کرتے۔ جوتا پہنتے تو خدا کو یاد کرتے۔ کپڑے پہنتے تو خدا کو یاد کرتے۔ کھانا کھاتے تو خدا کو یاد کرتے، کھانے کے بعد خدا کو یاد کرتے، نہاتے تو خدا کو یاد کرتے، وضو کرتے تو خدا کو یاد کرتے اور سوتے تو خدا کو یاد کرتے۔ غرضیکہ دن کا کوئی ایسا کام نہ تھا جس میں آپؐ خدا تعالیٰ کو یاد نہ کرتے۔ اس کے علاوہ دن بھر میں پانچ فرض نمازیں بجا لاتے اور ان فرائض نمازوں کے علاوہ کثیر تعداد میں سنت و نوافل بھی ادا کرتے۔

ویسے تو آپؐ کا سارا سال عبادت الٰہی میں مصروف گزرتا لیکن جونہی رمضان کا مہینہ آتا تو عبادت الٰہی میں آپؐ کا شغف مزید بڑھ جاتا۔ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آپؐ فیاض تو تھے ہی لیکن جب رمضان کا مہینہ آتا اور جبرائیل قرآن سنانے آتے تو آپؐ کی فیاضی کی کوئی حد نہ رہتی آپؐ کی فیاضی ہوا سے بھی آگے نکل جاتی۔ رمضان کے آخری عشرہ میں تو آپ اور زیادہ عبادت گذار ہو جاتے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو آپؐ ساری ساری رات بیدار رہتے تھے۔ گھر والوں کو نماز کے لئے جگاتے تھے۔ اس اخیر عشرہ میں آپؐ عموماً اعتکاف کے لئے بیٹھا کرتے تھے یعنی ہمہ وقت مسجد میں بیٹھ کر یادِ الٰہی اور عبادت میں مصروف رہتے تھے۔

میدان جنگ میں عبادت

آپ جنگوں کے میدان میں بھی عبادت بجا لاتے اور عین اس وقت جب دونوں طرف سے فوجیں برسر پیکار ہوتیں، تیر و سنان اور تیغ و خنجر کی چمک سے آنکھیں خیرہ ہو رہی ہوتیں اور ہر طرف سے شور داد و گیر برپا ہوتا اور جان خطرے میں ہوتی تو آپ نہایت خشوع و خضوع اور اطمینان قلب کے ساتھ دعا اور ذکر الٰہی میں مصروف ہوتے۔ اسی طرح معرکہ ہائے جنگ میں سپہ سالاروں کو اپنے بہادر سپاہیوں کی قوت پر ناز ہوتا ہے لیکن اسلام کے قائد اعظم کو صرف خدائے ذوالجلال کی قوت پر ناز تھا۔ ایک دفعہ غزوہ احزاب میں دشمن اس شدت سے حملہ پر حملہ کر رہے تھے کہ کسی مسلمان کا اپنی جگہ سے ہٹنا ممکن نہ تھا اور یہ محاصرہ ۲۰ یا ۲۲ دن تک رہا۔ لیکن اس مدت میں صرف ایک دن عصر کے وقت دشمنوں نے اس زور کا حملہ کیا کہ ایک لحہ کے لئے بھی مہلت نہ مل سکی آخر عصر کا وقت ختم ہو گیا آپ کو سخت رنج ہوا۔ حملہ رکنے پر سب سے پہلے باجماعت نماز ادا کی۔

اسی طرح باقی غزوات میں بھی آپ عبادت الٰہی اور دعا کو کبھی نہ بھولتے اور جب کسی غزوہ سے واپسی ہوتی تو سب سے پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اور نوافل ادا کرتے۔

بیماری میں بھی خدا کی یاد

تندرستی کی حالت میں تو آپ عبادت الٰہی بجا لاتے ہی تھے لیکن سخت بیماری کی حالت میں بھی جب کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے گھر میں نماز پڑھ لینے اور لیٹ کر پڑھ لینے تک کی بھی اجازت ہوتی ہے آپ سہارا لے کر مسجد میں نماز پڑھنے کیلئے تشریف لاتے۔

ایک دفعہ آپ نماز کے لئے نہ آسکے تو حضرت ابوبکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم فرمایا لیکن اتنے میں طبیعت میں کچھ سہولت محسوس ہوئی تو فوراً دو آدمیوں کا سہارا لے کر مسجد میں نماز کی طرف چل پڑے مگر کمزوری کا یہ حال تھا کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ کے دونوں پاؤں زمین پر گھسٹتے چلے جاتے تھے۔ ظاہراً یہ بات معمولی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن ذرا رسول کریمؐ کی اس حالت کو دیکھیں جس میں آپ مبتلا تھے پھر اس عبادت الٰہی کے شوق کو دیکھیں کہ جس کے ماتحت آپ نماز کے لئے دو آدمیوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر تشریف لائے۔ تو معلوم ہوگا کہ یہ واقعہ کوئی معمولی واقعہ نہ تھا بلکہ صاحب بصیرت سمجھ سکتا ہے کہ ذکر الٰہی کا جوش تھا اس کے اظہار کا ایک آئینہ تھا۔ ذکر الٰہی آپ کی غذا تھی اور اس کے بغیر آپ اپنی زندگی میں کوئی لطف نہ پاتے تھے۔

اسی کی طرف آپ نے اشارہ فرمایا ہے کہ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلٰوة یعنی نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

عاشق رسولؐ کی نظر میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کے شوق عبادت کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"اصل بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ انس اور ذوق پیدا ہو جاتا ہے تو پھر دنیا اور اہل دنیا سے ایک نفرت اور کراہت پیدا ہو جاتی ہے۔ بالطبع تنہائی اور خلوت پسند آتی ہے۔ آنحضرت ﷺ کی بھی یہی حالت تھی اللہ تعالیٰ کی محبت میں آپ اس قدر فنا ہو چکے تھے کہ آپ اس تنہائی میں ہی پوری لذت اور ذوق پاتے تھے۔ ایسی جگہ جہاں کوئی آرام کا اور راحت کا سامان نہ تھا اور جہاں جاتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہو آپ وہاں کئی کئی راتیں تنہا گذارتے تھے"۔ (ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۳۱۷)

پھر فرماتے ہیں:۔

"آنحضرت ﷺ نمازوں میں اس قدر روتے اور قیام کرتے کہ آپ کے پاؤں پر ورم ہو جاتا۔ صحابہؓ نے عرض کی کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے تمام گناہ بخش دیئے ہیں پھر اس قدر مشقت اور رونے کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا۔ کیا میں خدا تعالیٰ کا شکر گذار بندہ نہ بنوں۔" (ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۵۳)

دوسرے نبیوں پر عظیم فضیلت

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز آپ کے شوق عبادت کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"حضرت اقدس ﷺ کو جو اتنا عظیم مقام حاصل ہوا کہ کائنات کی ہر چیز تو در کنار ہر نبی سے آگے بڑھ گئے تو اس مسئلے کو سمجھنے کا

آخری نقطہ یہ ہے کہ آپؐ کی ساری حمد بلا استثناء خدا کے لئے ہو گئی تھی اس لئے ایک وہ شخص تھا جو یہ کہتا تھا کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ تو کامل طور پر اس اقرار میں سچا تھا۔ ﷺ۔ کیونکہ واقعتہً آپؐ کی ساری حمد خدا کے لئے تھی۔" (خطبہ فرمودہ ۳۰ نومبر ۱۹۹۰ء)

پھر فرماتے ہیں کہ:۔

"محمد مصطفیٰ ﷺ کو تمام دوسرے انبیاء پر جو ایک عظیم فضیلت ہے وہ خصوصیت سے اس بات میں کہ جس طرح آنحضرت نے اپنا سب کچھ کلیتہً اصل مالک کو اسی دنیا میں لوٹا دیا اس طرح کسی اور انسان نے ایسا نہیں کیا۔ یعنی باریک ترین جذبات کو بھی خدا کے سپرد کئے رکھا۔ اپنی ملکیت کے ہر حصہ کو کلیتہً خدا کے سپرد کر دیا۔ اپنی رضا کو کلیتہً خدا کے سپرد کر دیا' اپنی محبت کو' اپنی نفرت کو' ہر چیز کو جس پر انسان قدرت رکھتا ہے اپنے رب کو واپس کر دیا کہ تو ہی حقیقی مالک ہے اس لئے آج میں یہ سب کچھ تیرے سپرد کرتا ہوں اور تیری رضا کے تابع میں ان چیزوں کو استعمال کرونگا۔ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن۔ (انعام: ۱۶۳)

خدا نے اس راز کو خود کھولا۔ آنحضرت ﷺ شاید اس تفصیل سے بنی نوع انسان پر اپنا مقام روشن نہ فرماتے مگر قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو حکم دیا کہ اے محمد! بنی نوع انسان کے سامنے اعلان کر کہ میں وہ ہوں جس نے اپنا سب کچھ خدا کے سپرد کر دیا ہے اور میرا ایک ذرہ بھی باقی نہیں رہا۔ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ۔ میری عبادتیں کیا' میری قربانیاں کیا' میری زندگی کا ہر حصہ' میری موت یعنی خدا کی راہ میں جو میں لمحہ لمحہ مرتا ہوں سب کچھ خدا کے لئے ہے۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸ دسمبر ۱۹۹۰ء)

دعا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے اندر حضورؐ جیسا شوق عبادت پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مراجع و مصادر

۱۔ صحیح بخاری' ۲۔ ملفوظات جلد ۳' ۴۔ انوار العلوم جلد ۱' ۴۔ ذوق عبادت اور آداب دعا (خطبات حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)
۵۔ سیرۃ النبیؐ از مولانا شبلی نعمانی۔

"خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَهْلِهٖ" کا مصداق

ایک مثالی گھر

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کی اہلی زندگی کا ایک خوبصورت نقشہ

(مکرم فضیل عیاض احمد صاحب)

سیدنا حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ فداہ ابی و امی کی زندگی اپنے آقا و مطاع حضرت محمد عربی ﷺ کی اتباع میں واقعۃً جنت کا نمونہ تھی۔ حضور صحیح معنوں میں خیر کم خیر کم لاھلہ کی عملی تصویر تھے۔ آپ اپنی زوجہ حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ کے جذبات و احساسات کا احترام کرتے تھے کہ آپ کو حضرت اماں جان سے صرف تعلق خاطر نہیں بلکہ بے اندازہ محبت ہے اور اسی احترام، محبت اور پیار کے جذبے کو دیکھ کر اس دور کی عورتوں میں یہ بات زبان زد عام تھی کہ "میرزا اپنی بیوی دی بڑی گل من دا اے" یعنی مرزا صاحب اپنی بیوی کی بات بہت مانتے ہیں۔ حضور نے خود اس تعلق کو جو ایک خاوند کو اپنی بیوی سے ہونا چاہئے ایک خط میں واضح کیا ہے چنانچہ حضرت نواب محمد علی خان صاحب کے نام ایک خط میں فرماتے ہیں۔

"درحقیقت اگرچہ بیٹے بھی پیارے ہوتے ہیں۔ بھائی اور بہنیں بھی عزیز ہوتی ہیں۔ لیکن میاں بیوی کا علاقہ ایک الگ علاقہ ہے۔ جس کے درمیان اسرار ہوتے ہیں۔ میاں بیوی ایک ہی بدن اور ایک ہی وجود ہو جاتے ہیں...... وہ ایک دوسرے کا عضو ہو جاتے ہیں۔ بسا اوقات ان میں ایک عشق کی سی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس محبت اور باہم اُنس پکڑنے کے زمانہ کو یاد کر کے کون دل ہے جو پُر آب نہیں ہو سکتا۔ یہی وہ تعلق ہے جو چند ہفتہ باہر رہ کر آخر فی الفور یاد آتا ہے۔ اس تعلق کا خدا نے بار بار ذکر کیا ہے کہ باہم محبت اور اُنس پکڑنے کا یہی تعلق ہے۔ بسا اوقات اس تعلق کی برکت سے دنیوی تلخیاں فراموش ہو جاتی ہیں......"

اس خط سے ہمیں آپ کی اہلی زندگی کا پتہ چلتا ہے یہ خط آئینہ ہے ان خیالات کا جو آپ کے دل میں موجزن تھے اور جن پر آپ نے اپنی عملی زندگی سے گواہی دی۔ چنانچہ حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ کے برادر اصغر حضرت ڈاکٹر سید میر محمد اسماعیل صاحب فرماتے ہیں۔

"میں نے اپنے ہوش میں نہ کبھی حضور کو اپنی اہلیہ (حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ) سے ناراض دیکھا، نہ سنا بلکہ ہمیشہ وہ حالت دیکھی جو ایک آئیڈیل (IDEAL) جوڑے کی ہونی چاہئے۔ بہت کم خاوند اپنی بیویوں کی وہ دلداری کرتے ہیں جو حضور اپنی اہلیہ محترمہ کی فرمایا کرتے تھے۔"

یہ ایک گھر کے فرد کا ذاتی مشاہدہ ہے کہ حضور نے شادی کے بعد حضرت سیدہ کے ساتھ ۲۵ سال گزارے لیکن کبھی آپ کو ناراض دیکھا نہ سنا۔

گھروں میں جھگڑوں کی ابتداء چھوٹی چھوٹی باتوں سے ہوا کرتی ہے اور پھر یہ چھوٹی چھوٹی باتیں بڑے بڑے خطرناک حادثات پر منتج ہوتی ہیں۔ کھانا اکثر جھگڑے کا باعث بن جایا کرتا ہے۔ نمک کی تیزی، مرچ کی کمی، اور کچھ نہ ہوا تو شوربے پر ہی جھگڑا شروع کر دیا اور یہ عام طور

پر گھروں میں ہو ہی جایا کرتا ہے۔ مگر اس دور کے مامور کے گھر میں کبھی ان باتوں پر جھگڑا نہ ہوا اور نہ کبھی تیوری چڑھی نہ جبین پر شکن آئی بلکہ ایک عجیب رد عمل کا اظہار ہوا۔ استانی سکینۃ النساء بیگم صاحبہ اہلیہ حضرت قاضی ظہور الدین اکمل مرحوم تحریر فرماتی ہیں۔

"ایک دفعہ حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ میں پہلے پہل جب دلی سے آئی تو مجھے معلوم ہوا کہ حضور گڑ کے میٹھے چاول پسند فرماتے ہیں۔ چنانچہ میں نے بہت شوق اور اہتمام سے میٹھے چاول پکانے کا انتظام کیا۔ تھوڑے سے چاول منگوائے اور اس میں چار گنا گڑ ڈال دیا سو وہ بالکل راب سی بن گئی۔ جب پتیلی چولہے سے اتاری اور چاول برتن میں نکالے تو دیکھ کر سخت رنج اور صدمہ ہوا کہ یہ خراب ہو گئے۔ ادھر کھانے کا وقت ہو گیا۔ حیران تھی کہ اب کیا کروں اتنے میں حضرت صاحب آگئے میرے چہرہ کو دیکھا جو رنج اور صدمہ سے رونے والوں کا سا بنا ہوا تھا۔ آپ دیکھ کر ہنسے اور فرمایا کہ کیا چاول اچھے نہ پکنے کا افسوس ہے؟ پھر فرمایا! نہیں! یہ تو بہت اچھے ہیں۔ میرے مذاج کے مطابق پکے ہیں۔ ایسے زیادہ گڑ والے ہی تو مجھے پسندیدہ ہیں۔ یہ تو بہت ہی اچھے ہیں اور پھر بہت خوش ہو کر کھائے۔ حضرت صاحب نے مجھے خوش کرنے کی اتنی باتیں کیں کہ میرا دل بھی خوش ہو گیا۔"

ایک دفعہ منشی عبدالحق صاحب لاہوری نے حضور سے عرض کی کہ

"آپ کا کام بہت نازک اور آپ کے سر پر بھاری فرائض کا بوجھ ہے آپ کو چاہئے کہ جسم کی صحت کی رعایت کا خیال رکھا کریں اور ایک خاص مقوی غذا لازماً آپ کے لئے ہر روز تیار ہونی چاہئے۔"

اس پر حضور نے فرمایا۔

"ہاں بات تو درست ہے اور ہم نے کبھی کبھی کہا بھی۔ مگر عورتیں کچھ اپنے ہی دھندوں میں ایسی مصروف رہتی ہیں کہ اور باتوں کی چنداں پرواہ نہیں کرتیں۔"

اس پر منشی عبدالحق صاحب نے عرض کی۔

"اجی حضرت آپ ڈانٹ ڈپٹ کر نہیں کہتے اور رعب پیدا نہیں کرتے میرا یہ حال ہے کہ میں کھانے پینے کیلئے خاص اہتمام کیا کرتا ہوں۔ اور ناممکن ہے کہ میرا حکم ٹل جائے اور میرے کھانے کے اہتمام میں فرق آ جائے ورنہ ہم دوسری طرح خبر لیں۔"

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے بھی اس کی تائید کر دی اس پر حضرت اقدس نے فرمایا۔

"ہمارے دوستوں کو تو ایسے اخلاق سے پرہیز کرنا چاہئے۔"

بظاہر تو یہ ایک معمولی واقعہ ہے لیکن جس بلندی اخلاق، اعلیٰ کردار اور حسن سلوک کا پتہ دیتا ہے وہ معمولی نہیں۔ اسی واقعہ پر آپ نے حسن معاشرت کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا۔

"میرا یہ حال ہے کہ ایک دفعہ میں نے اپنی بیوی پر آوازہ کسا تھا اور میں محسوس کرتا تھا کہ وہ بانگ بلند دل کے رنج سے ملی ہوئی ہے اور بایں ہمہ کوئی دلآزار اور درشت کلمہ منہ سے نہیں نکالا تھا۔ اس کے بعد میں بہت دیر تک استغفار کرتا رہا اور بڑے خشوع و خضوع سے نفلیں پڑھیں اور کچھ صدقہ بھی دیا کہ یہ درشتی زوجہ پر کسی پنہاں معصیت الٰہی کا نتیجہ ہے۔"

ذرا عام گھروں اور ان سے اٹھنے والی آوازوں پر غور کریں اور پھر اس پر معرفت اقتباس کو پڑھیں اور دیکھیں کہ صرف ایک دفعہ اپنی بیوی کو بلند آواز سے بلایا اور پھر صرف ایک احساس کی وجہ سے کہ اس میں رنج کی آمیزش تھی خدا کے حضور جھکے اور معافی چاہی۔ آپ کی زندگی واقعی عام انسانوں سے عجیب تھی۔ اس ضمن میں ایک ایسی عورت کا ذکر بھی ملتا ہے۔ جو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام سے بڑی عقیدت بھی رکھتی تھی مگر اسے اس بات پر اعتراض تھا کہ حضور گھر کے کام میں بیوی کی مدد کر دیتے ہیں بلکہ بعض اوقات بیوی کا بستر جھاڑتے اور بچھاتے بھی ہیں۔ جو بات اس خاتون کو اپنے اردگرد کے ماحول سے عجیب نظر آئی وہ بات اس عظیم المرتبت مصلح کی زندگی کا ایک حسین پہلو ہے اور اسی بات کو مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کی شہادت مزید تقویت بخشتی ہے آپ فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا۔

"ہمیں تو کمال بے شرمی معلوم ہوئی کہ مرد ہو کر عورت سے جنگ کریں ہم کو خدا نے مرد بنایا اور یہ درحقیقت ہم پر اتمام نعمت ہے اس کا شکریہ یہ ہے کہ عورتوں سے ہم لطف اور نرمی کا برتاؤ کریں۔"

صد حیف ان لوگوں کی حالت پر جو گھر سے باہر تو گربہ مسکین بنے ہوتے ہیں اور ان کی گردنیں انکسار سے خم ہوتی ہیں لیکن گھر میں جاتے ہی گرگ باراں دیدہ بن جاتے ہیں اور جتنی دیر تک گھر میں رہتے ہیں۔ گھروالے دل سے یہ دعا کرتے ہیں کہ خدا کرے یہ بلا جلد گھر سے ٹلے۔

دوسری طرف حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے اسوہ کو دیکھیں کیسی جنت اور کیسا امن وامان ہے۔ کیا سلوک اور اطمینان ہے! اس جنت ارضی کی سیر کرانے کیلئے تو ایک دفتر درکار ہے۔ ایک بیٹے نے جس طرح اپنے محترم والدین کو دیکھا اور ان کا مطالعہ کیا وہ ایک نہایت ہی جامع اور نہایت ہی خوبصورت شہادت ہے۔ بچہ اپنے گھر سے بہت متاثر ہوتا ہے جو کچھ وہ بچپن میں دیکھتا ہے اس کو قبول کرتا ہے اور جس کردار کو وہ اپناتا ہے اکثر اس کے والدین کا کردار ہوتا ہے۔ سیدنا حضرت اقدس کے فرزند ارجمند حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب فرماتے ہیں۔

"حضرت اماں جان کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے ساتھ ان کی شادی خاص الٰہی تحریک کے ماتحت ہوئی تھی اور پھر سارے زمانہ ماموریت میں حضرت اماں جان مرحومہ مغفورہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی رفیقہ حیات رہیں۔ حضور انہیں انتہا درجہ شفقت کی نظر سے دیکھتے تھے اور ان کی بے حد دلداری فرماتے تھے۔ کیونکہ حضور کو یہ زبردست احساس تھا کہ یہ شادی خدا کے خاص منشاء کے ماتحت ہوئی ہے اور یہ کہ حضور کی زندگی کے مبارک دور کے ساتھ حضرت اماں جان کو مخصوص نسبت ہے چنانچہ بعض اوقات حضرت اماں جان بے حد محبت اور ناز کے انداز میں حضور سے کہا کرتی تھیں کہ میرے آنے کے ساتھ ہی آپ کی زندگی میں برکتوں کا دور شروع ہوا اس پر حضور فرماتے تھے کہ "ہاں یہ ٹھیک ہے۔" دوسری طرف حضرت اماں جان بھی حضور کے متعلق کامل محبت اور کامل یگانگت کے مقام پر فائز تھیں اور گھریوں نظر آتا تھا کہ گویا دو سینوں میں ایک دل کام کر رہا ہے۔"

آج اگر دنیا جنت بن سکتی ہے تو انہی رستوں پر چل کر اور انہی پھولوں کو اپنے چمن میں کھلا کر بن سکتی ہے ہم جو دنیا کو جنت نظیر بنانے کا دعویٰ لے کر اٹھے ہیں تو آئیے اپنے گھروں کو چھوٹی چھوٹی جنتوں میں تبدیل کر دیں کہ انہی جنتوں کی مسحور کن فضائیں تمام عالم کو اپنی طرف کھینچیں گی اور سارے دکھ اور فساد مٹ جائیں گے۔

☆☆☆☆

خصوصی مقالہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم اُردو کلام

در کلام تو چیز یست کہ شعراء در آن دخلے نیست

(تیرے کلام میں ایسی چیز ہے جس میں شعراء کو دخل نہیں)

(مقالہ نگار مکرم یعقوب امجد صاحب کھاریاں)

ہر شعر خواہ وہ کسی بھی صنف نظم سے تعلق رکھتا ہو۔ اس کا کوئی نہ کوئی پس منظر ضرور ہوتا ہے۔ اس پس منظر میں شعر کہنے والے کے حالات و واقعات اور اس ماحول کا اثر بھی ہوتا ہے، جس میں وہ پروان چڑھتا اور عقل و شعور کی عمر کو پہنچتا ہے۔ اکثر اوقات شعر کہنے والا شعر کہنے کا ارادہ بھی نہیں رکھتا، مگر شعر کی آمد شروع ہو جاتی ہے۔ یہ ان حالات کا تاثر ہوتا ہے، جو اس پر گذر جاتے ہیں یا جن کے بارے میں اسے خیال ہوتا ہے کہ مستقبل میں پیش آسکتے ہیں۔ اگرچہ اس وقت وہ ذہنی طور پر ان خیالات و حالات سے دور ہوتا ہے۔ مگر وہ اس کے لاشعور میں موجود رہتے ہیں۔ اس لئے ناگہاں وہ شعر کے سانچے میں ڈھلنا شروع ہو جاتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اگرچہ شعر گوئی کو عام شاعروں سے ہٹ کر سمجھتے تھے۔ اس لئے کہ آپ کا مقصد شعر گوئی سے نہ ذاتی تفنن طبع تھا اور نہ کسی مجلس و محفل میں شعر سنا کر داد و تحسین پانا تھا۔ آپ کے اپنے ایک شعر میں اس کی طرف واضح طور پر اشارہ فرما دیا۔

کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق
اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے

آپ کی اس خاکساری کو بارگاہ خداوندی میں قبول کیا گیا اور آپ کو الہام الٰہی کے ذریعہ یوں داد دی گئی۔

"در کلام تو چیز یست کہ شعراء در آن دخلے نیست"

(تذکرہ صفحہ ۵۹۵ ایڈیشن چہارم)

تیرے کلام میں ایک چیز ہے جس میں شاعروں کو دخل نہیں۔

آپ کے شعر کی حقیقت کو سمجھنے کیلئے ضروری ہے کہ نہایت اختصار سے اس کے پس منظر کا کچھ تذکرہ کر دیا جائے۔ تا کہ قارئین کو معلوم ہو سکے کہ عام شعراء کی ڈگر سے ہٹ کر آپ نے کس ضرورت کے تحت اشعار کہے۔

آپ کی سیرت کا ابتدائی باب یہ بتاتا ہے کہ آپ کے لئے اللہ تعالیٰ نے بچپن سے ہی ایسا ماحول پیدا کر دیا تھا کہ آپ کو عوامی مجلسوں میں جانے سے طبعاً کراہت تھی۔ چونکہ عوامی مجالس میں ہر نوع اور ہر خیال کے حامل انسانوں سے میل جول رہتا ہے اور انسان ان کی صحبت کا کچھ نہ کچھ اثر قبول کر لیتا ہے۔ چنانچہ آپ کو الٰہی تصرف کے زیر اثر بچپن ہی سے عبادت و ریاضت کا شوق دامنگیر ہوا۔ آپ کا زیادہ وقت خانہ خدا میں گذرتا تھا۔ آپ کی یہ لگن اس حد تک بڑھ چکی تھی کہ آپ کھانے کے اوقات میں بھی اکثر خانہ خدا میں ہوتے اور آپ کے والد بزرگوار کھانے کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ اس "مسیتڑ" کیلئے کچھ بھجوا دو۔

اس پس منظر کو سامنے رکھ کر جب ہم آپ کے شعر کا مطالعہ کرتے ہیں۔ تو آغاز سے انجام تک ایک ہی تصویر ابھرتی

ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ جسے دیکھ کر ہم آپ کی شعری کاوش کے مقصد کو باسانی پا سکتے ہیں۔ آپ کے شعری مجموعے، جو اردو، فارسی اور عربی تینوں زبانوں میں مرتب ہو چکے ہیں۔ ان کے عنوانات ہی بتا رہے ہیں کہ آپ نے شعر گوئی کے کوچے میں کیوں اور کس لئے قدم رکھا؟ چونکہ اس وقت ہمارے زیر نظر صرف آپ کا اردو کلام ہے۔ اس لئے ہم فی الحال اردو تک ہی محدود رہیں گے۔ یاد رہے کہ بعض اوقات اساتذہ کرام کا اثر بھی شعر گوئی پر ابھارتا ہے۔ مگر آپ نے اپنے تعلیمی تذکرے میں اس کی طرف قطعاً کوئی اشارہ تک نہیں۔ اس لئے آپ اس تاثر سے بھی خالی ہیں اور خالص اپنے ماحول سے ہی اپنی شاعری کا آغاز کرنے والے ہیں۔ بعض اوقات شاعر اپنے دور کے بعض شعراء سے متاثر ہوتا ہے۔ مگر آپ اس تاثر سے بھی کوسوں دور دکھائی دیتے ہیں۔ اگرچہ آپ کے دور کے بعض محترم احباب بھی کوئے شعر و ادب میں در آئے تھے اور انہوں نے اپنے اپنے رنگ میں خوب ناموری حاصل کی تھی۔ مگر نہ آپ ان سے متاثر ہوئے اور نہ انہوں نے کسی بھی انداز میں شاعرانہ تعلی سے کام لیتے ہوئے آپ کی طرف تنقید و تعریض کا اشارہ کیا۔ انہوں نے قریباً قریباً ولادت تا وفات آپ ہی کا زمانہ پایا۔ ذیل میں ہم چند مشاہیر کے اسمائے گرامی معہ سن ولادت و وفات درج کرتے ہیں۔ تاکہ قارئین کو حضور کی شعر گوئی کا پس منظر سمجھنے میں اور آسانی ہو جائے۔

1۔ منشی امیر احمد امیر مینائی: ولادت: ۱۸۲۸، وفات: ۱۹۰۳ء

2۔ نواب مرزا خان داغ: ولادت: ۱۸۳۱، وفات ۱۹۰۸ء

3۔ مولانا (ڈپٹی) نذیر احمد دہلوی: ولادت: ۱۸۳۱، وفات: ۱۹۱۲ء

4۔ مولانا محمد حسین آزاد: ولادت: ۱۸۳۲، وفات: ۱۹۱۰ء

5۔ مولانا الطاف حسین حالی: ولادت: ۱۸۳۷، وفات: ۱۹۱۴ء

آپ کا سن ولادت

آپ کا سن ولادت ۱۸۳۵ء اور آپ کا وصال ۱۹۰۸ء میں ہوا۔ اب ذرا موازنہ کیجئے کہ مذکورہ بالا محترمین شعر و ادب کے کس کس کوچے میں کام کرتے رہے اور حضور کا جذبہ شعر گوئی کس قسم کی خدمت کے لئے وقف رہا؟ اس سارے پس منظر کا جائزہ لینے کے بعد اب ہم آپ کے اردو کلام سے متعلق مذکورہ پس منظر کی روشنی ہی میں اپنے ناچیز و ناقص خیالات تحریر کرتے ہیں۔

آپ کا اردو کلام کتابی صورت میں مدون ہو کر "درثمین" کے نام سے چھپ چکا ہے۔ جماعت احمدیہ کے چھوٹے بڑے، بچے بوڑھے اور مرد و زن سبھی پوری دلچسپی سے اپنے امام زمان کا کلام پڑھتے اور نجی مجالس یا جماعتی جلسوں میں سناتے رہتے ہیں۔ اس لئے آپ کا اردو کلام خصوصاً بار بار نت نئے انداز میں چھپتا رہا ہے۔ اس وقت خاکسار کے زیر نظر آپ کا اردو کلام ہے۔ اس پر کچھ اظہار خیال کیا جاتا ہے۔

"درثمین" اردو کا جو ایڈیشن خاکسار کے سامنے ہے۔ اس کی پہلی نظم کا عنوان ہے۔ "نصرت الہی" یہ ۱۸۸۰ء میں "براہین احمدیہ" میں شامل ہوئی۔ براہین احمدیہ کے لکھنے کی غرض یہ تھی کہ حقیت کتاب اللہ القرآن اور نبوت محمدیہ کی صداقت نمایاں کر کے منکرین اسلام پر حجت اسلام پوری کر دی جائے۔ چنانچہ مذکورہ کتاب کے دوران جہاں نثری تحریر کے ساتھ آپ نے منظوم کلام کو موزوں سمجھا نثر کی طرح بے ساختہ شعر گوئی سے کام لیا اور اسے داخل تحریر کر دیا۔ مثلاً پہلی ہی نظم، جس کا عنوان "نصرت الہی" ہے۔ اس کے اندراج سے پہلے جو چند جملے آپ نے تحریر فرمائے ہیں۔ وہ اس نظم سے کلی مطابقت رکھتے ہیں۔ اس لئے یہ کہنا مناسب ہو گا کہ آپ کا منظوم کلام اپنے سیاق و سباق کے لحاظ سے ارتجالاً چلا آتا تھا۔ مذکورہ نظم کا سیاق یوں ہے۔

"یہ وہ برگزیدہ قوم ہے کہ جن کے اقبال کی انہیں کے زمانہ میں آزمائش ہو چکی ہے۔ وہ اقبال نہ بت پرستوں کے روکنے سے رکا اور نہ کسی اور مخلوق پرست کی مزاحمت سے بند رہا۔ نہ تلواروں کے دھار اس شان و شوکت کو کاٹ سکی نہ تیروں کی تیزی اس

میں کچھ رخنہ ڈال سکی۔ وہ جلال ایسا چمکا جو اس کا حسد کتنوں کا لہو پی گیا۔ وہ تیر ایسا برسا جو اس کا چھوٹا کئی کلیجوں کو کھا گیا۔ وہ آسمانی پتھر جس پر پڑا۔ اسے پیس ڈالتا رہا۔ اور جو شخص اس پر پڑا۔ وہ آپ ہی پیسا گیا۔" (براہین احمدیہ۔ روحانی خزائن جلد ا صفحہ ۱۰۶)

مذکورہ عبارت کے معاً بعد آپ نے ذیل کی نظم تحریر فرمائی ہے۔ دیکھئے مذکورہ عبارت کے مضمون کی تائید' کس خوبی' عمدگی اور زور سے کرتی ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ انداز بھی عام فہم ہے۔

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالم دکھاتی ہے
وہ بنتی ہے ہوا اور ہر خسِ رہ کو اڑاتی ہے
وہ ہو جاتی ہے آگ اور ہر مخالف کو جلاتی ہے
کبھی وہ خاک ہو کر دشمنوں کے سر پہ پڑتی ہے
کبھی ہو کر وہ پانی ان پہ اک طوفان لاتی ہے
غرض رکتے نہیں ہر گز خدا کے کام بندوں سے
بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے

آپ کے کلام کا پس منظر تحریر کرنے کے بعد خاکسار نے آپ کی ایک ابتدائی نظم کا سیاق و سباق تحریر کیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کا منظوم کلام کس شان سے آمد کا جامہ پہن کر برمحل اترا کرتا تھا۔ مذکورہ چاروں اشعار معانی و مطالب کا دریا ہیں تو زبان و بیان میں سہل ممتنع کے درجے پر ہیں۔ اس لئے کہ ان چار شعروں میں جو مضمون پیش کیا گیا وہ اس سے بہتر انداز میں پیش ہو ہی نہیں سکتا۔ اس ایک مثال کے بعد اول خاکسار آپ کے اردو کلام کے عنوانات درج کرتا ہے۔ تاکہ اول سے آخر تک آپ کے کلام کے مضامین و مطالب کو سمجھنا آسان ہو جائے اور وہ پس منظر جو اوپر تحریر کیا گیا اس کی روشنی میں آپ کے کلام کا جائزہ لینا کسی حد تک ممکن ہو سکے۔ تو لیجئے! ایک نظر موضوعات مجموعہ اردو پر ڈالیے:

نصرت الٰہی' دعوت فکر' فضائل قرآن مجید' عیسائیوں سے خطاب' اوصاف قرآن مجید' حمد رب العالمین' سرائے خام' وید' وفات مسیح ناصری' "اسلام اور بانی اسلام سے عشق' چولہ بابا نانک" ' محمود کی آمین' خدا تعالیٰ کا شکر اور دعا بزبان حضرت اماں جان' ام الکتاب' معرفت حق' بشیر احمد' شریف احمد اور مبارکہ کی آمین' اشاعت دین بزور شمشیر حرام ہے' جوش صداقت' نسیم دعوت' آریوں کو دعوت حق' پیشگوئی زلزلہ عظیمہ' انذار' قادیان کے آریہ' شان اسلام' اتمام حجت انذار و تبشیر' محاسن قرآن کریم' مناجات اور تبلیغ حق' درس توحید' پیشگوئی جنگ عظیم' بدظنی سے بچو' ہجوم مشکلات میں کامیابی حاصل کرنے کا طریق۔

خاکسار نے چیدہ چیدہ موضوعات کا اندارج کیا ہے۔ جب کہ ان کے علاوہ مختصر نظمیں' الہامی شعر اور مصرعے بھی ہیں۔ ان تمام موضوعات و عنوانات میں جن مضامین کا احاطہ کیا گیا' ان کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

درس توحید' خدا تعالیٰ کی محبت' اسلام کی صداقت' قرآن کریم کی محبت اور آنحضرت ﷺ سے والہانہ عشق و محبت کے نمونے ملتے ہیں۔ ان کے علاوہ عیسائیوں' آریوں' سناتن دھرمیوں' سکھوں اور دہریوں وغیرہ کو بے نظیر دلائل و براہین کے ساتھ پیغام حق پہنچایا گیا ہے۔ علاوہ ازیں' اخلاقی نصائح' دینی معارف و نکات' اور بے مثل دعائیں بھی ملتی ہیں۔ الغرض آپ کے کلام اردو کا مجموعہ ہر لحاظ سے جامع ہے۔ اردو ادب میں اس کی نظیر تلاش کرنا سعی لاحاصل ہے۔ ہر نظم برجستہ و برمحل ہے۔ جیسا کہ اوپر ایک مختصر نظم کا سیاق و سباق درج کر کے اس کے مضمون اور مقصد کو واضح کیا گیا ہے۔ اگر احباب پسند کریں تو آپ کی کتب میں سے تمام منظومات کے سیاق و سباق کا مطالعہ کر کے نہ صرف لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ بلکہ علمی اضافہ بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

پس آپ کا اردو کلام اول سے آخر تک حکمت و معرفت کے نکات کا پاکیزہ اور حسین مرقع ہے۔ بلکہ تمام کی تمام نظمیں

روحانی تشنہ کامی کی سیرابی کے جام لبالب پیش کرتی ہیں۔ ایک شعر تو کجا ایک لفظ بھی آپکے کلام میں ایسا نہیں ملتا، جو آپ کے کلام کے مزاج کے خلاف آیا ہو۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ آپ کا کلام معانی و مطالب کے لحاظ سے مئے عرفان کا ایک شفاف شیشہ ہے۔

اب آپ کے کلام معجز بیان کا تذکرہ کچھ زبان و بیان اور شعری خوبیاں سامنے رکھ کر کیا جاتا ہے۔ مثال ہے "کیا پدی اور کیا پدی کا شوربا" اس لئے قلم لرزاں، تو دل ترساں ہے کہ کہیں اس عاجز کی خام خیالی ٹھوکر نہ کھائے۔ اس لئے نہایت عجز و انکسار سے آپ کے کلام سے بعض اشعار تحریر کر کے انکے ظاہری و باطنی محاسن پیش کرنے کی ایک ناکام کوشش کر رہا ہوں۔ اللہ کرے کہ اس دشوار مرحلے سے گزرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔

حمد باری تعالیٰ

حمد و ثنا اسی کو جو ذات جاودانی
ہمسر نہیں ہے اس کا کوئی نہ کوئی ثانی

اس کے علاوہ ہر چیز فنا کا شکار ہونے والی ہے۔ اسی لئے آپ نے نہایت کھلے انداز اور آسان پیرائے میں فرمایا ہے کہ کیسے بھی حالات ہوں دنیا والے کچھ بھی سلوک کریں۔ انسان کو ہر حالت میں خدائے واحد پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ اس لئے کہ جب کوئی انسان تمام سہارے چھوڑ کر خدا کا ہو جاتا ہے تو وہ ہر حالت میں اس کی پشت و پناہ بن جاتا ہے۔ اہل دنیا اپنے عناد کے باوجود اس کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے۔ آپ نے اس مضمون کو اپنے دو شعروں میں نہایت عمدگی و سادگی سے یوں پیش فرمایا۔

لوگوں کے بغضوں سے اور کینوں سے کیا ہوتا ہے
جس کا کوئی بھی نہیں اس کا خدا ہوتا ہے
بلا خدا کوئی بھی ساتھی نہیں تکلیف کے وقت
اپنا سایہ بھی اندھیرے میں جدا ہوتا ہے

یہ ۱۸۹۴ء کا کلام ہے۔ اس دور کی زبان میں "اپنا سایہ بھی اندھیرے میں جدا ہوتا ہے" ایک ضرب المثل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگرچہ چاروں مصرعے شستہ و برجستہ اور رواں ہیں۔ مگر چوتھے مصرعے نے ان دونوں شعروں میں کمال درجے کی بلاغت سمو دی ہے۔ توحید کا مضمون بیان کرنا اور سادگی کا انتہائی درجہ اپنانا آپ ہی کا حصہ ہے۔ دوسرا کوئی کیا اپنائے گا؟

درس توحید کے بعد اب اپنا حال بیان فرماتے ہیں کہ آپ کس حد تک خدائے واحد کے عشق سے سرشار ہیں۔ اس طرح کہ آپ اپنے وجود کو اس کے وجود میں ضم کر چکے ہیں۔

جو ہمارا تھا وہ اب دلبر کا سارا ہو گیا
آج ہم دلبر کے اور دلبر ہمارا ہو گیا
شکر للہ مل گیا ہم کو وہ لعل بے بدل
کیا ہوا گر قوم کا دل سنگ خارا ہو گیا

یہ دونوں شعر اپنے ارفع مضمون اور زبان کے معیار سے کسی تشریح کے محتاج نہیں ہیں۔ مضمون ہے کہ گویا معرفت کا جام لبالب ہے۔ جسے پیتے ہی ایک عارف اپنے وجود سے بے نیاز ہو کر اپنے محبوب حقیقی کے وجود میں ضم ہو کر اپنے وجود کی نفی کا اعلان "لا موجود الا اللہ" کے الفاظ میں کرتا ہے اور الفاظ ہیں کہ واقعی "لعل بے بدل" ہیں۔ مضمون جتنا بلند ہے الفاظ اتنے ہی آسان ہیں۔

اب ذرا چند شعر "حمد رب العالمین" کے نمونے کے طور پر پیش کئے جاتے ہیں۔ انداز غزل کا ہے۔ مگر غزل اس کا مقابلہ کیا کر سکتی ہے؟ آپ فرماتے ہیں۔

چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بیکل ہو گیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمالِ یار کا
اس بہار حسن کا دل میں ہمارے جوش ہے
مت کرو کچھ ذکر ہم سے ترک یا تاتار کا
خوب رویوں میں ملاحت ہے ترے اس حسن کی
ہر گل و گلشن میں ہے رنگ اس ترے گلزار کا

چشم مستِ ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے
ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خم دار کا
شور کیسا ہے ترے کوچہ میں لے جلدی خبر
خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

یہ نظم مرصع پندرہ اشعار پر مشتمل ہے۔ مطلع سے مقطع تک ہر شعر ایسا ہے کہ جان غزل اس پر نثار ہوئی جاتی ہے۔ یہ ۱۸۸۲ء کا نمونہ ہے۔ ذرا اس دور کی چند غزلیں لے کر اس حمد کو ان میں شامل کر کے کسی غیر جانبدار اور نا آشنا نقاد کے سامنے رکھ دیجئے اور کہئے کہ ذرا ان غزلوں پر ایک تنقیدی نظر ڈال کر کچھ ارشاد فرمائے۔ تو پھر دیکھیں کہ وہ اس نظم کو کس انداز میں کیسے کیسے پڑھتا اور اس پر ہزار جان سے نثار ہوتا ہے۔ اس میں نہ صرف عارف باللہ کا عاشقانہ انداز ہے۔ بلکہ بعض نادر تشبیہیں بھی ہیں۔ جو اردو شاعری میں تلاش کرنے سے بھی مل نہیں سکتیں۔ مثال کے طور پر: "خوب رو" کی ملاحت کو "حسن مطلق" کا حصہ قرار دینا' "ہر گیسوئے خمدار" کو سائل کا ہاتھ قرار دے کر اسے "حسن مطلق" کی طرف پھیلے ہوئے دکھانا اور ہر "حسین کی چشم مست" میں "حسن مطلق" کا جلوہ دکھانا وغیرہ۔

قرآن مجید کے فضائل و اوصاف

توحید باری تعالیٰ کے بعد جگہ جگہ آپ کے کلام میں اس مضمون کا دریا بہتا ہوا دعوت نظارہ دیتا ہے۔ ہر شخص میں یہ طاقت کہاں کہ وہ اس دریائے مواج کا شناور بن کر اس کی تہ سے موتی ڈھونڈ لائے۔ وہ شاید اس کا سطحی نظارہ کرنے کی تاب بھی نہ لا سکے۔ یہ اس شیدا کا کام ہے جو دس ہزار مرتبہ سے زیادہ دفعہ اس دریا کے پار اتر چکا ہو۔ آیئے ذرا دیکھتے ہیں کہ آپ کس کس شان کے لعل بے بدل نکال کر پیش کرتے ہیں۔ نمونے کے چند اشعار تحریر کئے جاتے ہیں۔

نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلام پاک رحماں ہے
کلامِ پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لولوئے عماں ہے وگر لعل بدخشاں ہے
خدا کے قول سے قول بشر کیوں کر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے

....

یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالَم ہے
جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا
سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں
مئے عرفان کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا

....

وہ روشنی جو پاتے ہیں ہم اس کتاب میں
ہوگی نہیں کبھی وہ ہزار آفتاب میں
اس نے درختِ دل کو معارف کا پھل دیا
ہر سینہ شک سے دھو دیا' ہر دل بدل دیا
قرآن خدا نما ہے خدا کا کلام ہے
بے اس کے معرفت کا چمن ناتمام ہے
دنیا میں جس قدر ہے مذاہب کا شور و شر
سب قصہ گو ہیں نور نہیں ایک ذرہ بھر
پر یہ کلام نور خدا کو دکھاتا ہے
اس کی طرف نشانوں کے جلوہ سے لاتا ہے

....

نورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلی نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ
وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا

....

شکرِ خدائے رحماں' جس نے دیا ہے قرآں
غنچے تھے سارے پہلے اب گل کھلا یہی ہے
پہلے صحیفے سارے لوگوں نے سب بگاڑے
دنیا سے وہ سدھارے' نوشہ نیا یہی ہے

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

....

آپ نے قرآن مجید کے فضائل و اوصاف کو نہایت انوکھے انداز میں نظم کیا ہے۔ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد قرآن کی شان و عظمت کو بیان کرنے کا کوئی ایسا نمونہ ملتا ہے۔ مذکورہ اشعار میں سے آخری شعر آپ کی قرآن مجید سے انتہائی عقیدت و محبت کو بیان کرتا ہے۔ اس سے بہتر انداز اور بہتر الفاظ میں قرآن مجید سے عشق کا اظہار کرنا ممکن نہیں۔ اللہ اللہ! قرآن کو کعبہ قرار دے کر ہمہ وقت اس کا طواف کرنا اور اس مقدس آسمانی صحیفے کو چومتے رہنا آپ کی دلی آرزو ہے۔ مذکورہ اشعار نہ صرف معانی کے اعتبار سے بلکہ الفاظ کے اعتبار سے بھی ممتاز و وقیع مقام رکھتے ہیں۔

مختصر یہ کہ ان اشعار میں قرآن مجید کو بے نظیر و یکتا کلام پاک قرار دیا گیا ہے۔ آپ نے دنیا کے سب سے مہنگے اور خوبصورت لعل و گوہر کی مثال دے کر انہیں بھی حقیر اور بے قیمت قرار دیا ہے۔ وجہ بیان فرمائی ہے کہ قرآن سراسر خدا کا کلام ہے اور کسی انسان کا کلام کیونکر اس کا ہم پلہ ہو سکتا ہے۔ قرآن خدا کی معرفت کے لبالب جام پلاتا ہے، معارف کے شیریں پھل دیتا اور ہر شک و شبہ کو دل سے دھو ڈالتا ہے۔ یہ خدانما ہے اور خدا کا نور ہے۔ باقی تمام کتابیں قصوں اور کہانیوں کا مجموعہ ہیں جب کہ قرآن کا نور اپنے نشانوں کے جلووں سے خدا تعالیٰ کا دیدار کراتا اور تشنہ کامی کا سامان کرتا ہے۔ مختصر یہ کہ پہلے سارے صحیفوں سے ہر لحاظ سے بڑھ کر ہے۔ اس لیے کہ ان صحیفوں کو انسانوں نے بگاڑ دیا ہے۔ الغرض مذکورہ اشعار میں قرآن کی عظمت و بزرگی اور فضیلت و وقعت کا ایک دریا رواں ہے۔ مطالب کی طرح ان اشعار کی زبان بھی ہر انداز سے معیاری ہے اور مضمون کا حق خوب ادا کرتی ہے۔ جہاں جہاں کسی تشبیہ کا استعمال ہوا ہے وہ بھی خوب ہے۔ مثال کے طور پر سابقہ کتب کو غنچے قرار دینا اور قرآن مجید کو "گل شگفتہ" سے بیان کرنا یہ لطیف اشارہ اپنے اندر رکھتا ہے کہ سابقہ کتب قرآن مجید کے نزول کے بعد "بند غنچوں" کی طرح اپنا اثر زائل کر چکی ہیں۔ جب کہ قرآن مجید ایک گل شگفتہ کی طرح گلشن ہستی میں اپنی مہک پھیلا رہا ہے۔ گویا قرآن مجید کی پاکیزہ تعلیم دنیا پر اپنا اثر ڈال رہی ہے۔ آج کے دور میں بعض ملکوں میں غیر مسلم ہونے کے باوجود قرآن مجید کے بنیادی اصول سے استفادہ کیا جا رہا ہے۔ اس بات کی طرف مولانا حالی نے بہت عمدہ اشارہ کیا ہے۔

شریعت کے جو ہم نے پیمان توڑے
وہ لے جا سب اہل مغرب نے جوڑے

بانی اسلام حضرت محمدؐ سے عشق کا اظہار

آپ کے منظوم کلام میں تیسرا بڑا مضمون ہے۔ جس پر آپ نے دل کھول کر لکھا ہے۔ اس مضمون میں بھی آپ نے اپنے ذاتی تجربے کی بنا پر نئے انداز سے عشق کے باب میں اچھوتے خیالات کا اضافہ فرمایا ہے۔ آپ نے شعراء کی روایتی انداز کی نعت گوئی سے ہٹ کر اپنی راہ خود نکالی ہے۔ اس لئے آپ کا یہ انداز بھی خالص ذاتی ہے۔ آپ نے روایتی شعراء کی نظموں کے مطالب و معانی اور زبان و بیان دونوں کو ایک طرف رکھ کر ایک نیا اور سادہ انداز اپنا کر اپنی دلی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ اس جگہ نمونے کے لئے ایک شعر تحریر کیا جاتا ہے۔ انشاء اللہ اس کے بعد آپ کے نعتیہ اشعار کا ایک انتخاب بھی پیش کیا جائے گا۔

اس نور پر فدا ہوں، اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے، میں چیز کیا ہوں، بس فیصلہ یہی ہے

روایتی نعت گو مدینے جا کر گلی کوچوں کا دیدار کرنے کا طالب ہوتا، روضے کی جالی کو فرط عقیدت سے چومنے کی بات کرتا ہے اور انتہائے آرزو یہ کہ اسی کوچے میں جان دینے کی تمنا کرتا ہے۔ کبھی آپ کے حسن و صورت کا ذکر کر کے روشن مکھڑے، کالی زلفوں اور ان کی مہک کا مضمون باندھتا ہے۔

الغرض جو کچھ وہ حسن مجازی میں دیکھتا ہے۔ وہی کچھ وہ حسن رسالتؐ میں تلاش کرتا ہے۔ لیکن آپ کی نعت گوئی میں آپ کا ذاتی تجربہ عشق شامل ہے۔ آپ نے حلفاً اپنے ایک عربی شعر میں اپنا آقا کی ملاقات کا شرف پانے کا بیان یوں فرمایا ہے۔

وَاللّٰهِ اِنِّیْ قَدْ رَأَیْتُ جَمَالَهٗ
بِعُیُوْنِ جِسْمِیْ قَاعِدًا بِمَکَانِیْ

ترجمہ:۔ بخدا میں نے اس کے حسن و جمال کا اپنی ان آنکھوں سے 'اس جگہ پر بیٹھ کر مشاہدہ کیا ہے۔

محبوب سے ملاقات کا یہ شرف حاصل کرنا ہی کسی نعت گو کے بس میں کہاں؟ یہ تو صرف اسی کو میسر آتا ہے جو اپنے آپ کو حقیقت میں اس کا اہل بنا دے۔ اسی طرح آپ نے اپنے ایک فارسی شعر میں حضرت شہ لولاکؐ سے اپنی عقیدت کا یوں اظہار کیا ہے۔

می پریدم سوئے کوئے او مدام
من اگر می داشتم بال و پرے

اور عربی میں بھی یوں

جِسْمِیْ یَطِیْرُ اِلَیْکَ مِنْ شَوْقٍ عَلَا
یَا لَیْتَ کَانَتْ قُوَّةُ الطَّیَرَانِ

آپ کے دل میں عشق و محبت رسولؐ کا وہی جذبہ موجزن ہے جسے اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے۔ اس آیت کا مضمون یہ بتاتا ہے کہ عشق رسولؐ عشق الٰہی کو پانے کا زینہ و وسیلہ ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ○

(آل عمران:۳۲)

آپ نے اپنے آقائے نامدار حضرت مکی و مدنیؐ کی بے لوث اور پر خلوص محبت میں جس طرح خود کو گداز کیا۔ اسی کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا قرب عطا فرمایا۔ ام الکتاب یعنی سورہ فاتحہ کی پیشگوئی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے آپ کو "مُنْعَمْ عَلَیْهِم" کے گروہ میں شامل فرمایا۔ آپ نے اپنی ایک نظم بعنوان "ام الکتاب" میں اس طرف یوں اشارہ فرمایا ہے۔

اے دوستو! جو پڑھتے ہو اُمّ الکتاب کو
اب دیکھو میری آنکھوں سے اس آفتاب کو
یہ میرے رب سے میرے لئے اک گواہ ہے
یہ میرے صدقِ دعویٰ پہ مُہرِ الٰہ ہے
میرے مسیح ہونے پہ یہ اک دلیل ہے
میرے لئے یہ شاہدِ ربِ جلیل ہے

آپ نے حضرت رسول اللہ ﷺ سے اپنے سچے عشق کی دلیل یہ دی ہے کہ اسی کے طفیل آپ کو اللہ کا قرب حاصل ہوا اور آپ "مسیح موعود" اور "مہدی برحق" کے مرتبے کو پہنچے۔ گویا آپ نے اپنے اس مقام کے حصول کو سراسر عشق رسولؐ اور فیضان محمدؐ کا عطیہ قرار دیا ہے۔ اسی لئے آپ نے فرمایا۔

وہ ہے' میں چیز کیا ہوں' بس فیصلہ یہی ہے

گویا حضور اقدسؐ کی ذات اکرم کا اثبات بیان کیا ہے اور اپنی ذات کی کلیتہ نفی کر دی ہے۔ اسے کہتے ہیں "فنافی الرسول" کا مقام۔ لاریب یہ آپ کو اپنے عشق کامل کے نتیجے میں حاصل ہوا۔

ان سطور کے بعد اب خاکسار قارئین کے لئے حضور کے وہ نعتیہ اشعار پیش کرتا ہے جنہیں آپ نے بار ہا پڑھا ہوگا۔ مگر امید ہے کہ آج مذکورہ سطور کے مطالعے کے بعد آپ کو ان اشعار کا مطالعہ ایک نیا سرور دے گا۔ لیجئے کچھ منتخب نعتیہ اشعار حاضر ہیں۔

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے
جب سے یہ 'نور ملا' نورِ پیمبرؐ سے ہمیں
ذات سے حق کی وجود اپنا ملایا ہم نے

غور کیجئے آپ نے "ذات حق" سے ملنے کا وسیلہ نور پیمبر

ہی کو قرار دیا ہے۔ یہی مضمون ہے "سورہ آل عمران" کی مذکورہ بالا آیت کا۔ گویا آپ نے اس آیت کو رہنما بنا کر اس مقام کو پایا ہے۔ لیجئے نعتیہ اشعار کا مزید انتخاب پیش کیا جاتا ہے۔

مصطفیٰؐ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے
ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام
دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے
اس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالم میں
لاجرم غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہم نے
مورد قہر ہوئے آنکھ میں اغیار کی ہم
جب سے عشق اس کا ترے دل میں بٹھایا ہم نے
تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمدؐ
تیری خاطر سے یہ سب بار اٹھایا ہم نے
تیری الفت سے ہے معمور میرا ہر ذرہ
اپنے سینہ میں یہ اک شہر بسایا ہم نے
نقشِ ہستی تیری الفت سے مٹایا ہم نے
اپنا ہر ذرہ تیری رہ میں اڑایا ہم نے
شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے
تیرے پانے سے ہی اس ذات کو پایا ہم نے
چھو کے دامن ترا ہر دام سے ملتی ہے نجات
لا جَرَم در پہ ترے سر کو جھکایا ہم نے
دلبرا! مجھ کو قسم ہے تیری یکتائی کی
آپ کو تیری محبت میں بھلایا ہم نے
ہم ہوئے خیرِ امم تجھ سے ہی اے خیرِ رسل!
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے
آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام
مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے

مذکورہ بالا نعتیہ اشعار جن نکات پر مشتمل ہیں۔ پوری نعتیہ شاعری میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ جس طرح مذکورہ اشعار کے معانی و مطالب ایک سچے عاشق کی دلی کیفیت کو ظاہر کر رہے ہیں۔ اسی طرح ان اشعار کی زبان و بیان اور الفاظ کی سادگی اور صفائی دل میں اثر کرتی چلی جاتی ہے۔ ہمارا مقصد موازنہ نہیں ہے۔ اگر مقصد یہ ہوتا تو ایسے نعتیہ اشعار یہاں درج کر دیتے جن کے معانی سمجھنے کے لئے بھی ہر قاری کو لغت کی ورق گردانی کرنا پڑتی۔ دراصل شعر تو وہی ہے کہ سنتے ہی دل میں اتر جائے۔ ورنہ محض تشبیہ و استعارہ اور زبان و بیان کے گورکھ دھندے میں قاری کو الجھانا شعر نہیں کہلاتا۔ کیونکہ شعر تو نام ہی پر تاثیر کلام کا ہے۔ مذکورہ اشعار شعر کے اس معیار کو ہر لحاظ سے پورا کرتے ہیں۔ یہ سب اشعار بھی زبان کے اعتبار سے سہل ممتنع کی خوبی رکھتے ہیں۔

چند نعتیہ اشعار بطور نمونہ اور تحریر کئے جاتے ہیں۔ ان کے معانی و مطالب بھی آسان اور عام فہم ہیں۔

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمدؐ دلبر میرا یہی ہے
سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے
پردے جو تھے ہٹائے اندر کی راہ دکھائے
دل یار سے ملائے وہ آشنا یہی ہے
اس نور پر فدا ہوں، اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے، میں چیز کیا ہوں، بس فیصلہ یہی ہے
وہ دلبرِ یگانہ علموں کا ہے خزانہ
باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے
سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقا یہی ہے
دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

اب چند متفرق نعتیہ اشعار درج کئے جاتے ہیں۔

الہامی شعر۔

بر تر گمان و وہم سے احمدؐ کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے
زندگی بخش جامِ احمدؐ ہے

کیا ہی پیارا یہ نام احمدؐ ہے
لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا
سب سے بڑھ کر مقامِ احمدؐ ہے
باغِ احمدؐ سے ہم نے پھل کھایا
میرا بستاں کلامِ احمدؐ ہے

دعائیہ مضمون پر مشتمل اشعار

اوپر ہم نے آپ کے کلام کے موضوعات درج کئے ہیں۔ مگر اس مضمون میں ہم سب موضوعات کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں۔ اس لئے ہم نے ان میں سے بعض موضوعات کا انتخاب کیا ہے۔ اس وقت چوتھا موضوع پیش کیا جا رہا ہے۔ جو دعائیہ اشعار پر مشتمل ہے۔ عبادت کے اندر "دعا" کا نمایاں دخل ہے۔ کیونکہ دعا کو حضور ﷺ نے "مخ العبادہ" یعنی عبادت کا مغز قرار دیا ہے۔ ہر مصیبت سے نجات پانے کے لئے دعا ہی مومن کا ہتھیار ہے۔ اس لئے آپ نے اشعار میں دعا کو بھی نمایاں جگہ دی ہے۔ اب آپ کے دعائیہ اشعار کا انتخاب پیش کیا جاتا ہے۔ آپ کے دعائیہ اشعار بھی اپنے اندر ہر لحاظ سے ایک انفرادی شان رکھتے ہیں۔ اردو شاعری میں اس کا جواب نہیں مل سکتا۔

اے قادر و توانا آفات سے بچانا
ہم تیرے در پہ آئے ہم نے ہے تجھ کو مانا
کر ان کو نیک قسمت دے ان کو دین و دولت
کر ان کی خود حفاظت ہو ان پہ تیری رحمت
دے رشد اور ہدایت اور عمر اور عزت
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
اے میرے بندہ پرور کر ان کو نیک اختر
رتبہ میں ہوں یہ برتر اور بخش تاج و افسر
شیطاں سے دور رکھیو! اپنے حضور رکھیو!
جاں پُرز نور رکھیو! دل پُر سرور رکھیو
ان پر میں تیرے قرباں رحمت ضرور رکھیو
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
میری دعائیں ساری کریو قبول باری
میں جاؤں تیرے واری کر تو مدد ہماری

مذکورہ بالا اشعار میں مانگی جانے والی دعاؤں کی قبولیت کا رنگ اس قدر نمایاں ہے کہ کسی مثال یا وضاحت کا محتاج نہیں ہے۔ آپ نے یہ دعائیں اگرچہ اپنی مبارک اولاد کے لئے فرمائی ہیں۔ مگر آپ کی روحانی اولاد جماعت احمدیہ نے بھی آپ کی ان متضرعانہ دعاؤں کے طفیل خوب حصہ پایا ہے۔ ایک زمانہ گواہ ہے کہ خاندان کے معزز و محترم افراد اور بقیہ جماعت کے احباب نے جو بھی ترقی پائی ہے اور جس میدان میں بھی ناموری حاصل کی ہے۔ وہ آپ کی انہی دعاؤں ہی کا اثر ہے۔ دوست تو دوست دشمن بھی اعتراف کرتے ہیں کہ جماعت احمدیہ ہر پہلو سے نمایاں ہے۔

مناجات اور تبلیغ حق

اس موضوع پر ایک طویل نظم ہے جو ۲۹ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ یہ اپنے موضوع پر جامع اور کامل نظم ہے۔ الفاظ و معانی کا خزانہ تو زبان و بیان کا لاثانی مرقع ہے۔ انداز اتنا رسیلا اور جاذب کہ قاری اول سے آخر تک پڑھتے ہوئے دلچسپی کو قائم رکھتا ہے۔ کیا مجال ہے کہ طوالت کے سبب اکتا جائے۔ ہر ایک شعر اپنی برمحل اہمیت کو خود ظاہر کرتا ہے۔ بلکہ ہر ایک بے مثل نگینے کی طرح اپنی اپنی جگہ پر جڑا ہوا ہے۔ اس لئے یہاں صرف چند منتخب اشعار ہی پیش کئے جا سکتے ہیں۔ حظ اٹھانے کیلئے پوری نظم کا مطالعہ ایک ہی نشست میں کیا جائے تو یہ نظم اپنی خوبیوں کو خود ظاہر کرے گی۔ چند شعر حاضر ہیں۔

اے خدا اے کار[illegible] و عیب پوش و کردگار
اے میرے پیارے مرے محسن مرے پروردگار
کس طرح تیرا کروں اے ذوالمنن شکر و سپاس
وہ زباں [illegible] کہاں سے جس سے ہو یہ کاروبار

اے فدا ہو تیری رہ میں میرا جسم و جان و دل
میں نہیں پاتا کہ تجھ سا کوئی کرتا ہو پیار
کچھ خبر لے تیرے کوچہ میں یہ کس کا شور ہے
خاک میں ہوگا یہ سر گر تو نہ آیا بن کے یار
دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعفِ دینِ مصطفیٰؐ
مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب و کامگار
یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا
اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سن لے پکار
کیوں عجب کرتے ہو گر میں آگیا ہو کر مسیح
خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ باد بہار
آسماں پر دعوتِ حق کے لئے اک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اتار
آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مردوں کی ناگہ زندہ وار

یہ طویل نظم ۲۹ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں مناجات سے شروع ہو کر مختلف انداز میں تبلیغ حق کے موضوع کو اپنایا گیا ہے۔ کہیں اپنے مہدی اور مسیح ہونے کا تذکرہ ہے، تو کہیں ابن مریم کے اترنے کا مضمون باندھا ہے۔ کہیں اپنے دعویٰ کی صداقت کے لئے چاند سورج کے گرہن کی دلیل کو پیش کیا الغرض مختلف انداز سے مسیح کی آمد کے متعلق، جو پیش خبریاں مل چکی ہیں ان کی طرف بھی اس نظم میں اشارے ملتے ہیں۔ کچھ اور نمونے کے اشعار تحریر کئے جاتے ہیں۔

اک زمانہ تھا کہ میرا نام بھی مستور تھا
قادیاں بھی تھی نہاں ایسی کہ گویا زیرِ غار
کوئی بھی واقف نہ تھا مجھ سے نہ میرا معتقد
لیکن اب دیکھو کہ چرچا کس قدر ہے ہر کنار
اس زمانہ میں خدا نے دی تھی شہرت کی خبر
جو کہ اب پوری ہوئی بعد از مرورِ روز گار
کھول کر دیکھو "براہیں" جو کہ ہے میری کتاب
اس میں یہ پیشگوئی پڑھ لو اس کو ایک بار
اب ذرا سوچو کہ کیا یہ آدمی کا کام ہے؟
اس قدر امرِ نہاں پر کس بشر کو اقتدار؟

یہ اشعار پہلی بار ۱۹۰۸ء میں طبع ہوئے تھے۔ اس وقت کی ترقی کا حال آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ اب اس پر نوے سال گذر چکے ہیں۔ اب بفضل اللہ یہ پیشگوئی اور بھی زیادہ شان سے پوری ہو چکی ہے۔ اس لئے کہ اب احمدیت دنیا کے طول و عرض میں اس وسعت سے پھیل چکی ہے کہ اب "دنیائے احمدیت" پر سورج غروب نہیں ہوتا۔ یہ احمدیت کی صداقت پر دلیل ناطق ہے۔ ایک اور انداز میں پیغام حق پہنچاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج
جس کی فطرت نیک ہے وہ آئے گا انجام کار
یاد وہ دن جب کہ کہتے تھے یہ سب ارکانِ دیں
مہدیٔ موعودِ حق اب جلد ہوگا آشکار
کون تھا جس کی تمنا یہ نہ تھی اک جوش سے؟
کون تھا جس کو نہ تھا اس آنیوالے سے پیار؟
پھر وہ دن جب آ گئے اور چودھویں آئی صدی
سب سے اول ہو گئے منکر یہی دیں کے منار

مختصر یہ کہ آپ کا مجموعہ اردو کلام گوناگوں ظاہری و باطنی خوبیوں سے معمور ہے۔ نہ زبان میں طاقت کہ وہ بیان کر سکے نہ قلم میں قوت کہ وہ تحریر کر سکے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے یونہی تو آپ کو "سلطان القلم" کا لقب عطا نہیں فرمایا۔ فی الواقع آپ نظم و نثر میں اس مقام کھڑے ہیں کہ "سلطان القلم" کا لقب آپ ہی کو زیبا ہے۔

☆☆☆☆

سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانیٔ سلسلہ احمدیہ

دیکھو کیا کہتی ہے تصویر تمہاری

(تحریر مُدیر خالد)

ایک احمدی ٹیچر میاں محمد حسین صاحب سکنہ بلوچستان سے روایت ہے کہ:-

مجھے مولوی برہان الدین صاحب نے بتایا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مولوی غلام رسول صاحب قلعہ میہاں سنگھ کے پاس گئے اور اس وقت حضور ابھی بچہ ہی تھے اس مجلس میں کچھ باتیں ہو رہی تھیں۔ باتوں باتوں میں مولوی غلام رسول صاحب نے جو کہ ولی اللہ و صاحب کرامات تھے فرمایا "اگر اس زمانہ میں کوئی نبی ہوتا تو یہ لڑکا نبوت کے قابل ہے" انہوں نے یہ بات حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر محبت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہی۔ مولوی برہان الدین صاحب کہتے ہیں کہ میں خود اس مجلس میں موجود تھا۔ (حیات طیبہ صفحہ ۱۴)

ایک اسرائیلی پیغمبر

ڈاکٹر قاضی کرم الٰہی صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ جب وہ لاہور میں ڈاکٹر تھے تو ان ایام میں ایک انگریز وہاں آیا جو تصویر دیکھ کر قیافہ شناسی کا مدعی تھا۔ کئی ایک لوگ بطور تماشہ بعض تصاویر اس کے پاس لے گئے وہ بتلاتا رہا کہ یہ کیسا آدمی ہے میں نے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر اس کے آگے رکھی اور اس سے پوچھا کہ اس شخص کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے۔ وہ بہت دیر تک اس تصویر کو دیکھتا رہا اور آخر اس نے کہا کہ کسی اسرائیلی پیغمبر کی تصویر ہے۔ (ذکر حبیب صفحہ ۳۷۳)

خدا کے نبی کی تصویر

حضرت مفتی محمد صادق صاحب فرماتے ہیں کہ خاکسار ۱۹۰۷ء میں ایک دن مہاراجہ صاحب الور کی ملاقات کے واسطے ان کی کوٹھی پر گیا اور ان کو تبلیغ کرنے کیلئے چند کتابیں بھی ساتھ لے گیا۔ ان کے ویٹنگ روم میں میں بیٹھا ہوا تھا کہ وہاں دیوان عبدالحمید صاحب وزیر ریاست کپور تھلہ اور چند دیگر معززین بھی آ گئے اور ایک انگریز بھی وہاں پہنچے جنہوں نے بیان کیا کہ میں مہاراجہ صاحب کا منجم ہوں۔ اس بات کو سن کر دیوان صاحب اور دوسرے لوگ اس انگریز منجم سے باتیں دریافت کرتے رہے میں نے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر ایک کتاب میں سے نکال کر اس کے آگے رکھی جس کو بہت غور سے دیکھ کر اس نے کہا "یہ خدا کے کسی نبی کی تصویر ہے۔" (ذکر حبیب صفحہ ۳۷۴)

مکرمی شیخ رحمت اللہ صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ جب ہم نے حضرت مسیح موعودؑ کی تصویر یورپ کے بعض بڑے آدمیوں کو دکھائی تو انہوں نے کہا "Great Thinker He is"

(ذکر حبیب از حضرت مفتی محمد صادق صاحب صفحہ ۳۷۳)

نبیوں کی سی صورت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فوٹو کی ریویو آف ریلیجنز انگریزی کے ذریعہ سے جب مغربی ممالک میں اشاعت ہوئی تو حضرت اقدس کی خدمت میں کئی لوگوں کی چٹھیاں آئیں کہ ہم نے آپ کی فوٹو غور سے دیکھی ہے علم فراست کی رو سے ہمیں یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ جس کی یہ فوٹو ہے وہ ہرگز

کاذب نہیں۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۶۴)

○ ایک اور قیافہ شناس لیڈی نے کہا کہ "یہ نبیوں کی سی صورت ہے"

○ ایک امریکی خاتون نے کہا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ یہ فوٹو دیکھتی رہوں یہ تو بالکل یسوع مسیح کی طرح معلوم ہوتی ہے۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۶۴)

حضرت صوفی احمد جان صاحب لدھیانوی کا بیان

حضرت صوفی احمد جان صاحب کے عقیدت مندوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ حضرت صوفی صاحب حضور اقدس کا چہرہ مبارک دیکھتے ہی پکار اٹھے۔

ہم مریضوں کی ہے تمہی پہ نظر
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

۱۸۸۴ء کے ایک اشتہار میں صوفی احمد جان صاحب نے لکھا:

"سن شریف (حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا) قریباً ۴۰ یا ۴۵ ہوگا۔ اصلی وطن اجداد کا قدیم ملک فارس معلوم ہوتا ہے۔ نہایت خلیق، صاحب مروت و حیا، جوان رعنا، چہرہ سے محبت الٰہی ٹپکتی ہے۔ اے ناظرین میں سچی نیت اور کمال جوش صداقت سے التماس کرتا ہوں کہ بلا شک و شبہ جناب مرزا صاحب موصوف مجدد وقت اور طالبان سلوک کے لئے کبریت احمر اور سنگ دلوں کے واسطے پارس اور تاریک باطنوں کے واسطے آفتاب اور گمراہوں کے لئے خضر اور منکرین اسلام کے واسطے سیف قاطع اور حاسدوں کے واسطہ حجتہ بالغہ ہیں........." (اشتہار واجب الاظہار مطبوعہ ۱۸۸۴ء)

حضرت مولانا حسن علی صاحب مشنری

حضرت مولانا حسن علی صاحب بھاگلپوری ۹۶-۱۸۵۲ء) مشہور مشنری تھے۔ آپ ۱۹۹۳ء میں انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ میں لیکچر دینے کے بعد قادیان گئے۔

حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی زیارت کی۔ آپ اس ملاقات کا نقشہ درج ذیل الفاظ میں کھینچتے ہیں۔

"اللہ اللہ سر سے پا تک ایک نور کے پتلے نظر آتے تھے۔ جو لوگ مخلص ہوتے ہیں اور اخیر رات اٹھ کر اللہ کی جناب رویا دھویا کرتے ہیں ان کے چہروں کو بھی اللہ اپنے نور سے رنگ دیتا ہے اور جن کو کچھ بھی بصیرت ہے وہ اس نور کو دیکھ لیتے ہیں۔ لیکن حضرت مرزا صاحب کو تو اللہ نے سر سے پاؤں تک محبوبیت کا لباس اپنے ہاتھوں سے پہنایا تھا۔

(رسالہ تائید حق طبع سوم صفحہ ۷۶)

مولانا ابوالکلام آزاد کے برادر مولانا ابوالنصراہ کی شہادت

مولانا ابوالکلام آزاد کے بڑے بھائی مولانا ابو النصر آہ (متوفی ۱۹۰۷ء) ۲ مئی ۱۹۰۵ء کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور کے چہرہ مبارک کو دیکھ کر اتنے متاثر ہوئے کہ بیعت کر لی۔ مولانا ابوالنصراہ نے امرتسر کے اخبار وکیل میں سفر قادیان اور حضور کی زیارت کا ذکر بڑے وجد آفریں انداز میں کیا چنانچہ لکھا:۔

"مرزا صاحب کی صورت نہایت شاندار ہے جس کا اثر بہت فوری ہوتا ہے آنکھوں میں ایک خاص طرح کی چمک اور کیفیت ہے اور باتوں میں ملائمت ہے۔ طبیعت منکسر مگر حکومت خیز۔ مزاج ٹھنڈا مگر دلوں کو گرما دینے والا۔ بردباری کی شان نے انکساری کی کیفیت میں اعتدال پیدا کر دیا ہے۔ گفتگو ہمیشہ اس نرمی سے کرتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا متبسم ہیں۔ رنگ گورا ہے۔ بالوں کو حنا کا رنگ دیتے ہیں۔ جسم مضبوط اور محنتی ہے۔ سر پر پنجابی وضع کی سپید پگڑی باندھتے ہیں۔ سیاہ یا خاکی لمبا کوٹ زیب تن فرماتے ہیں۔ پاؤں میں جراب اور دیسی جوتی ہوتی ہے عمر قریباً ۶۶ سال کی ہے۔" (الحکم ۲۴ مئی ۱۹۰۵ء و بدر

۲۵ مئی ۱۹۰۵ء)

ایران کے مستند عالم المہدی الحکیم کی شہادت

امیر محمد المہدی الحکیم بن محمد التقی بن جعفر ایران کے ممتاز عالم اور رسالہ حکمہ کے ایڈیٹر تھے۔ آپ اپنی کتاب "مفتاح باب الابواب" مطبوعہ مصرف ۱۳۲۱ء میں "مرزا غلام احمد قادیانی" کے عنوان سے لکھتے ہیں۔

و میرزا غلام احمد الان فی ۷۱ من عمره و هو صحیح الجسم واسع الصدر کریم النفس یعرف اللغات الاردیہ و لفارسیہ والعربیہ"

ترجمہ:۔ اور مرزا غلام احمد اس وقت ۷۱ برس کے ہیں اور وہ صحیح الجسم، کشادہ سینہ اور شریف الطبع ہیں۔ آپ اردو، فارسی اور عربی زبانیں جانتے ہیں۔

"بحوالہ البشریٰ جلد ۱۵ صفحہ ۱۶۔۲۰)

مرزا فرحت اللہ بیگ کی شہادت

برصغیر پاک و ہند کے ممتاز ادیب مرزا فرحت اللہ بیگ (ولادت ۱۸۸۶ء وفات ۱۹۴۷ء) اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں۔

"اب ایک ایسے شخص سے میرے ملنے کا حال سنیئے جو اپنے فرقہ میں نبی سمجھا جاتا ہے اور دوسرے فرقہ والے خدا جانے اس کو کیا کچھ نہیں کہتے۔ یہ کون ہے۔ جناب مرزا غلام احمد قادیانی بانی فرقہ احمدیہ۔ ان سے میرا رشتہ یہ ہے کہ میری خالہ زاد بہن ان سے منسوب تھیں اس لئے یہ جب کبھی دلی آتے تو مجھے ضرور بلا بھیجتے اور پانچ روپے دیتے چنانچہ دو تین دفعہ ان سے میرا ملنا ہوا مگر میں یقین دلاتا ہوں کہ انہوں نے کبھی مجھ سے ایسی گفتگو نہیں کی جس کو تبلیغ کہا جاسکے۔ میں اس زمانے میں ایف اے میں پڑھتا تھا۔ زیادہ تر مسلمانوں کی تعلیم کا ذکر ہوتا تھا اور اس پر وہ افسوس ظاہر کیا کرتے تھے کہ مسلمان اپنی مذہبی تعلیم سے بالکل بے خبر ہیں اور جب تک مذہبی تعلیم عام نہ ہوگی اس وقت تک مسلمان ترقی کی راہ سے ہٹے رہیں گے۔

میرے ایک چچا تھے جن کا نام مرزا عنایت اللہ بیگ تھا یہ بڑے فقیر تھے۔ تمام ہندوستان کا سفر فقیروں سے ملنے کیلئے کیا۔ بڑی بڑی ریاضتیں کیں۔ چنانچہ اس سے ان کی محنت کا اندازہ کر لیجئے کہ تقریباً چالیس سال تک یہ رات کو نہیں سوئے۔ صبح کی نماز پڑھ کر دو اڑھائی گھنٹے کیلئے سو جاتے ورنہ سارا وقت یاد الٰہی میں گزارتے۔ ایک دن میں جو مرزا غلام احمد کے ہاں جانے لگا تو چچا صاحب قبلہ نے مجھ سے کہا "بیٹا میرا ایک کام ہے وہ کر دو اور وہ کام یہ ہے کہ جن صاحب سے تم ملنے جا رہے ہو ان کی آنکھوں کو دیکھو کہ کس رنگ کی ہیں۔ میں سمجھا بھی نہیں کہ اس سے ان کا کیا مطلب ہے۔ مگر جب مرزا صاحب کے پاس گیا تو بڑے غور سے ان کی آنکھوں کو دیکھتا رہا۔ میں نے دیکھا کہ ان کی آنکھوں میں سبز رنگ کا پانی گردش کرتا معلوم ہوتا ہے۔ اسی سلسلے میں میں نے خود بھی ان کو بڑے غور سے دیکھا کیونکہ اس سے پہلے جو میں ان کے پاس جاتا تھا تو ہمیشہ نیچی آنکھیں کر کے بیٹھتا تھا اس دفعہ میں نے دیکھا ان کا چہرہ بہت بارونق تھا سر پر کوئی دو دو انگل کے بال ہیں۔ داڑھی خاصی نیچی ہے۔ آنکھیں جھکی جھکی ہیں۔ بات کرتے ہیں تو بہت متانت سے کرتے ہیں مگر بعض وقت جھلا بھی جاتے ہیں۔ بہرحال وہاں سے واپس آنے کے بعد میں نے چچا صاحب قبلہ سے تمام واقعات بیان کئے۔ "فرحت دیکھو اس شخص کو برا بھی نہ کہنا۔ فقیر ہے اور یہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق ہیں۔" میں نے کہا یہ آپ نے کیوں کر جانا فرمایا جو آنحضرت ﷺ کے خیال میں ہر وقت غرق رہتا ہے اس کی آنکھوں میں سبزی آجاتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ سبز رنگ کے پانی کی ایک لہر ان میں دوڑ رہی ہے۔" میں نے اس وقت تو ان سے اس کی وجہ نہیں پوچھی مگر بعد میں معلوم ہوا کہ سب فقراء اور اہل طریقت اس پر متفق ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے روضہ کا رنگ سبز ہے۔ اسی کا عکس آپ کے زیادہ خیال کرنے سے آنکھوں میں جم جاتا

ہے۔

عالمی ڈائجسٹ کراچی اکتوبر ۱۹۶۸ء صفحہ ۷۳۔۷۴ بحوالہ الفرقان جون ۱۹۷۴ء)

تصویر کے متعلق حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا مذہب

اور ہمارا فرض

"میں اس بات کا سخت مخالف ہوں کہ کوئی میری تصویر کھینچے اور اس کو بت پرستوں کی طرح اپنے پاس رکھے یا شائع کرے۔ میں نے ہرگز ایسا حکم نہیں دیا کہ کوئی ایسا کرے اور مجھ سے زیادہ بت پرستی اور تصویر پرستی کا کوئی دشمن ہو ہو گا۔ لیکن میں نے دیکھا ہے کہ آج کل یورپ کے لوگ جس شخص کی تالیف کو دیکھنا چاہئیں اول خواہشمند ہوتے ہیں کہ اس کی تصویر دیکھیں کیونکہ یورپ کے ملک میں فراست کے علم کو بہت ترقی ہے اور اکثر ان کی محض تصویر کو دیکھ کر شناخت کر سکتے ہیں کہ ایسا مدعی صادق ہے یا کاذب اور وہ لوگ بباعث ہزار ہا کوس کے فاصلہ کے مجھ تک نہیں پہنچ سکتے اور نہ میرا چہرہ دیکھ سکتے ہیں۔ لہٰذا اس ملک کے اہل فراست بذریعہ تصویر میرے اندرونی حالات میں غور کرتے ہیں۔ کئی ایسے لوگ جو انہوں نے یورپ یا امریکہ سے میری طرف چٹھیاں لکھی ہیں اور اپنی چٹھیوں میں تحریر کیا ہے کہ ہم نے آپ کی تصویر کو غور سے دیکھا اور علم فراست کے ذریعہ سے ہمیں ماننا پڑا کہ جس کی یہ تصویر ہے وہ کاذب نہیں ہے اور ایک امریکہ کی عورت نے میری تصویر کو دیکھ کر کہا کہ یہ یسوع یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی تصویر ہے۔......

اور میرا مذہب یہ نہیں ہے کہ تصویر کی حرمت قطعی ہے قرآن شریف سے ثابت ہے کہ فرقہ جن حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے تصویریں بناتے تھے اور بنی اسرائیل کے پاس مدت تک انبیاء کی تصویریں رہیں۔ اور آنحضرت ﷺ کو حضرا عائشہ کی تصویر ایک پارچہ ریشمی پر جبرئیل علیہ السلام نے دکھلائی تھی اور پانی میں بعض پتھروں پر جانوروں کی تصویریں قدرتی طور پر چھپ جاتی ہیں اور یہ آلہ جس کے ذریعہ سے اب تصویر لی جاتی ہے آنحضرت ﷺ کے وقت میں ایجاد نہیں ہوا تھا اور یہ نہایت ضروری آلہ ہے جس کے ذریعہ سے بعض امراض کی تشخیص ہو سکتی ہے۔ ایسا ہی فوٹو کے ذریعہ سے بہت سے علمی فوائد ظہور میں آئے ہیں چنانچہ بعض انگریزوں نے فوٹو کے ذریعہ سے دنیا کے کل جانداروں یہاں تک کہ طرح طرح کی ٹڈیوں کی تصویروں اور ہر ایک قسم کے پرند اور چرند کی تصویریں اپنی کتابوں میں چھاپ دی ہیں جس سے علمی ترقی ہوئی ہے۔ پس کیا گمان ہو سکتا ہے کہ وہ خدا جو علم کی ترغیب دیتا ہے وہ ایسے آلہ کا استعمال کرنا حرام قرار دے جس کے ذریعہ سے بڑے بڑے مشکل امراض کی تشخیص ہوتی ہے اور اہل فراست کیلئے ہدایت پانے کا ایک ذریعہ ہو جاتا ہے۔...... لیکن بایں ہمہ میں ہرگز پسند نہیں کرتا کہ میری جماعت کے لوگ بغیر ایسی ضرورت کے جو کہ مضطر کرتی ہے وہ میرے فوٹو کو عام طور پر شائع کرنا اپنا کسب اور پیشہ بنالیں کیونکہ اس طرح رفتہ رفتہ بدعات پیدا ہو جاتی ہیں اور شرک تک پہنچتی ہیں اس لئے میں اپنی جماعت کو اس جگہ بھی نصیحت کرتا ہوں کہ جہاں تک ان کے لئے ممکن ہو ایسے کاموں سے دستکش رہیں بعض صاحبوں کے میں نے کارڈ دیکھے ہیں اور ان کی پشت کے کنارہ پر اپنی تصویر دیکھی ہے۔ میں ایسی اشاعت کا سخت مخالف ہوں اور میں نہیں چاہتا کہ کوئی شخص ہماری جماعت میں سے ایسے کام کا مرتکب ہو۔ ایک صحیح اور مفید غرض کے لئے کام کرنا اور امر ہے اور ہندوؤں کی طرح جو اپنے بزرگوں کی تصویریں جابجا درودیوار پر نصب کرتے ہیں یہ اور بات ہے ہمیشہ دیکھا گیا ہے کہ ایسے لغو کام منجر بشرک ہو جاتے ہیں اور بڑی بڑی خرابیاں ان سے پیدا ہوتی ہیں......"

براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۳۶۵ تا ۳۶۷)

پیوندِ وفا

سیرت و سوانح حضرت ابوبکر صدیقؓ

(تحریر:۔ مکرم فرید احمد صاحب نوید)

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ اعلیٰ ترین اوصاف کے مالک تھے۔ ہر فرد کی خصوصیات کے اپنے رنگ ڈھنگ تھے۔ لیکن ان جانثار ساتھیوں میں سے بعض محبت اور وفا کے تعلقات میں ایسے نمایاں ہیں کہ آج صدیاں گزر جانے کے بعد بھی ان کی داستانوں کی آب و تاب میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ وفا کے یہ پیکر ستاروں کی طرح ہر مسافر کی رہنمائی کرتے ہیں اور ان عظیم منازل تک پہنچاتے ہیں جو ایک عاشق رسول ﷺ کی پہلی اور آخری خواہش ہوتی ہے۔ زیر نظر سطور بھی ایک ایسے ہی انسان کے حالات بیان کر رہی ہیں جس کا حضرت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پیار کا ایک عجیب تعلق تھا۔ ایک ایسا تعلق جس کی نظیر تلاش کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

شام کے سفر سے واپس لوٹتے ہوئے عبداللہ کے ذہن کے کسی گوشے میں بھی یہ بات نہ تھی کہ اس سفر کے اختتام پر زندگی ایک نئے دور میں داخل ہو جائے گی۔ ایک ایسے سفر کا آغاز ہو گا جو نہ ختم ہونے والی مسافتوں پر مشتمل ہو گا۔ وہ تو اپنے ہی خیالوں میں مگن اپنا تجارتی سفر کامیابی کے ساتھ مکمل کر کے تیزی کے ساتھ مکہ کی طرف رواں دواں تھے۔ وہ مکہ جہاں ان کا گھر تھا ان کا مسکن تھا۔ اور بہت سی پیار کرنے والی نگاہیں ان کی منتظر تھیں۔

سفر ابھی جاری تھا کہ مکہ کی طرف سے آنے والے ایک شخص سے آپ کی ملاقات ہو گئی۔ ایک عرصے کے بعد اپنی بستی کے کسی شخص کو دیکھ کر آپ کو بہت مسرت ہوئی اور جیسا کہ انسانی فطرت ہے عبداللہ اس کے پاس بیٹھ گئے اور حال چال دریافت کرنے لگے۔ مکہ کے روز و شب کے بارے میں' لوگوں کے بارے میں اور وہاں کے حالات کے بارے میں آپ بڑے انہماک کے ساتھ اس شخص سے پوچھ رہے تھے اور ہر طرح سے خیریت معلوم کر کے خوشی محسوس کر رہے تھے کہ اچانک اس شخص کی ایک بات نے آپ کو چونکا دیا۔ کیا کہا تم نے؟ آپ نے بڑی حیرت سے پوچھا۔ میں یہ بتا رہا تھا۔ اس شخص نے جواباً کہا کہ مکہ میں موجود تمہارے دوست محمدؐ نے نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اسے خدا نے اس دنیا کیلئے نبی اور رسول بنا کر بھیجا ہے۔ ہر طرف سے اس کی مخالفت کی جا رہی ہے۔ اس کو روکنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ لیکن وہ اپنے کام پر ڈٹا ہوا ہے۔ چنانچہ آجکل مکہ میں سب سے زیادہ اہم خبر یہی ہے۔............ وہ شخص بولتا چلا جا رہا تھا اور اس سلسلے میں مزید باتیں بتا رہا تھا لیکن عبداللہ تو جیسے اس کی پہلی بات میں ہی گم ہو گئے تھے۔ "محمدؐ نے نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے"۔ یہ بات آپ کے ذہن میں گونج رہی تھی۔ آپ اٹھے اور رخت سفر باندھا اور دوبارہ مکہ کی جانب بڑھنے لگے۔ اب آپ کو مکہ پہنچنے کی پہلے سے زیادہ جلدی تھی۔ آپ تیزی سے سرزمین مکہ سے نزدیک ہوتے چلے جا رہے تھے۔ اور آپ کا ذہن ابھی تک اسی

موضوع پر سوچ رہا تھا کہ "محمدؐ نے نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے۔" آپ محمدؐ کو بچپن سے جانتے تھے اور ہم عمر ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ بہت سا وقت اکٹھے گزرتا تھا۔ ایک بستی میں اکٹھے رہنے کی وجہ سے آپس کی ہر بات کی خبر تھی۔ آپ اچھی طرح جانتے تھے کہ محمدؐ نے بچپن سے لیکر آج تک چالیس سالہ زندگی میں کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ کبھی کسی کو تنگ نہیں کیا۔ کبھی کسی ظلم یا بے حیائی میں شرکت نہیں کی۔ کبھی کسی کا حق نہیں مارا بلکہ ہمیشہ اعلیٰ ترین اخلاق کا مظاہرہ کیا۔ غریبوں کی مدد کی۔ کمزوروں کے بوجھ اٹھائے اور ظلم کی مخالفت کی۔

دوستوں میں سے آپ سے زیادہ محمدؐ کو کون جانتا تھا۔ آپ ان کی ہر ایک نیکی کے گواہ تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ آج اس شخص کی زبانی آپ کی نبوت کے دعویٰ کے بارے میں سن کر آپ کو حیرت تو ضرور ہوئی تھی لیکن ساتھ ہی یہ یقین بھی تھا کہ اگر محمدؐ نے ایسا کہا ہے تو یقیناً سچ کہا ہوگا تاہم آپ ایک مرتبہ محمدؐ کے منہ سے یہ بات سننا چاہتے تھے تا معلوم ہو سکے کہ کیا واقعی اس شخص نے سچ کہا تھا یا نہیں۔

قبول اسلام:-

مکہ پہنچ کر عبداللہ نے سب سے پہلے محمدؐ سے ملنے کی ٹھانی اور آپ سے ملاقات کیلئے نکل کھڑے ہوئے۔ اس وقت آپ اپنے دل میں ایک پختہ فیصلہ کر چکے تھے۔ ایک ایسا فیصلہ جو بہت بڑا تھا بہت مشکل تھا لیکن سچائی پر مشتمل تھا۔ محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاس پہنچ کر آپ نے اپنی آمد کا مقصد بیان کیا اور پوچھا کہ کیا واقعی آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ اللہ کے رسول نے اپنی بات سمجھانے کیلئے گفتگو کا آغاز کیا لیکن عبداللہ نے پھر عرض کی کہ مجھے کوئی دلیل نہیں چاہئے۔ آپ صرف اتنا بتا دیں کہ کیا واقعی یہ سچ ہے کہ آپ نے نبی ہونے کا اعلان کیا ہے۔ اس پر حضرت رسول اللہ ﷺ نے اثبات میں جواب دیا اور بتایا کہ ہاں مجھے اللہ تعالیٰ نے نبوت کے مقام سے نوازا ہے۔ یہ سننا تھا کہ عبداللہ نے آپ کا ہاتھ تھام لیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! **"آپ گواہ رہیں کہ سب سے پہلے آپ پر میں ایمان لایا ہوں۔"** یوں آپ نے اسلام قبول کر لیا اور ایک نئی زندگی کا آغاز ہو گیا۔

عبداللہ ایمان لانے سے قبل بھی نیکی، تقویٰ، ایمانداری اور عفت میں اپنی مثال آپ تھے۔ پیشے کے طور پر تجارت کو اختیار کئے ہوئے تھے اور اس کام میں امانت اور دیانت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت برکت عطا کر رکھی تھی۔ حضرت رسول اکرم ﷺ کے ساتھ دوستی کے تعلق کے ساتھ ساتھ آپ کی رشتہ داری کا بھی اور تجارتی معاملات میں بھی ایک خاص تعلق تھا۔ چنانچہ آپ نے بہت سے تجارتی سفر ایک ساتھ کئے۔ اور یوں یہ تعلق گہرا ہوتا چلا گیا۔ عبداللہ کی کنیت ابوبکر تھی اور آنحضرت ﷺ نے آپ کو "صدیق" کا لقب عطا کیا تھا۔ یوں آپ کا نام تاریخ اسلام میں عبداللہ بن عثمان کی بجائے ابوبکر صدیق معروف ہو گیا۔ اور آج نہ صرف اسلامی دنیا میں بلکہ غیروں میں بھی آپ ابوبکر صدیقؓ کے نام سے ہی معروف ہیں۔ اور یہ نام اس قدر کثرت کے ساتھ استعمال ہوتا ہے کہ شاید بہت سے لوگوں کو آپ کا اصل نام عبداللہ بن عثمان معلوم ہی نہیں ہے۔

والد کا قبول اسلام:-

آپ کے والد کا نام عثمان تھا اور یہ فتح مکہ تک ایمان نہ لائے تھے۔ فتح مکہ کے موقعہ پر حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے بوڑھے باپ کو اسلام قبول کرنے پر آمادہ کر کے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور ان کی بیعت قبول کریں۔ اس وقت عثمان کی عمر قریباً ۹۳ سال تھی اور بڑھاپے نے قویٰ کو مضمحل کر دیا تھا۔ تمام عمر اسلام کی نعمت سے محروم رہنے کے بعد عمر کے آخری ایام میں اللہ تعالیٰ نے کمال شفقت کے ساتھ شاید ان کے نیک اور پاک بیٹے کی دعاؤں کی بدولت انہیں اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا کر دی۔ یہ وہی عثمان تھے جو اسلام کے ابتدائی زمانہ میں اسلام کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ ان کے خیال میں یہ تحریک نوجوانوں کو خراب کرنے کیلئے شروع کی گئی تھی چنانچہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ،

حضرت ابوبکرؓ، سے ملنے کیلئے ان کے گھر گئے تو انہوں نے نہایت برہمی سے کہا کہ ان نوجوانوں نے میرے بیٹے کو بھی خراب کر دیا ہے۔ (الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد ۴ صفحہ ۲۲۱)

فتح مکہ کے دن یہی عثمان اپنے اسی بیٹے ابوبکر کا ہاتھ تھامے رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ رسول اکرم ﷺ کو ابوبکرؓ سے جو محبت تھی اور تعلق دوستی تھا اسکی بناء پر آپ نے بڑی محبت کے ساتھ کہا۔ ابوبکر انہیں کیوں تکلیف دی۔ یہ تو ضعیف ہیں مجھے بتا دیتے۔ میں خود ان کے پاس پہنچ جاتا۔ یہ جملہ کس قدر پیارا اور عزت افزا تھا جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وجہ سے آپ نے ارشاد فرمایا۔ اور اس سے ابوبکر صدیق کے ساتھ آپ کی محبت پر بھی کمال روشنی پڑتی ہے۔ اور یہ محبت اور تعلق کیوں نہ ہوتا کہ یہ وہی ابوبکر تھے جو بغیر دلیل کے ایمان لائے تھے اور پھر اسلام کی خاطر ہر مصیبت اور تکلیف گوارا کی تھی۔

تبلیغ دین:۔

آپ نے اسلام قبول کیا اور پھر پوری کوشش اور محنت کے ساتھ اسلام کی تبلیغ میں مصروف ہو گئے۔ آپ ہر ایک دوسرے کام کو بھول چکے تھے۔ یاد تھا تو صرف اتنا کہ تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دینا ہے۔ چنانچہ آپ کی تبلیغ کے نتیجے میں حضرت عثمان بن عفان، حضرت طلحہ بن عبداللہ، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبدالرحمان بن عوف اور دیگر بہت سے جلیل القدر صحابہ نے اسلام قبول کیا۔ آپ کی ذاتی نیکی اور تقویٰ ہر ایک ملنے والے پر گہرا اثر ڈالتا تھا اور یہ ممکن نہیں تھا کہ کوئی شخص آپ سے ملے اور متاثر نہ ہو۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قریبی تعلق کے نتیجے میں آپ کی نیکی اور تقویٰ بہت زیادہ نکھر گیا۔ آپ نے خدا تعالیٰ سے سچی لو لگائی تھی اور نہایت رقت اور گریہ و زاری کے ساتھ اس خدا سے فریادیں کیا کرتے تھے۔ اس مقصد کیلئے آپ نے اپنے گھر کے صحن میں ہی ایک چھوٹی سی مسجد بنالی جہاں آپ عبادت کیا کرتے تھے۔ آپ کی عبادت کا منظر ایسا دلکش اور اثر انگیز ہوتا تھا کہ لوگ خاص طور پر آپ کو دیکھنے آتے اور اثر قبول کرتے۔

حضرت رسول اکرم ﷺ کی تیرہ سالہ مکی زندگی رنج و غم اور مصائب پر پھیلی ہوئی ہے۔ آپؐ کو اور آپؐ کے ماننے والوں کو طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں تاکہ کسی طرح اسلام کا پیغام مٹ جائے۔ حضرت ابوبکرؓ دکھوں کے اس تمام سلسلے میں ہر لحہ آپکے ساتھ رہے اور نہ صرف آپ کے ساتھ رہے بلکہ ہر اس شخص کے ساتھ رہے جو کمزوری کی حالت میں اسلام قبول کرتا تھا۔ چنانچہ غلاموں اور کنیز عورتوں میں سے جو لوگ اسلام قبول کرتے تھے ان کی زندگی تو گویا جہنم بنادی جاتی تھی۔ ہم آج کے دور میں شاید تصور بھی نہیں کر سکتے کہ ایک مجبور اور بے کس غلام یا کنیز کے اسلام لانے پر ان کے مالک کیسے غیض و غضب کا اظہار کرتے تھے۔ گرمیوں کی تپتی دوپہروں میں ریت پر لٹا کر سینے پر بھاری پتھر رکھ دیئے جاتے تھے اور اسلام کا انکار کرنے کیلئے کہا جاتا تھا۔ جلتے ہوئے کوئلوں پر لٹادیا جاتا تھا یہاں تک کہ بدن کی چربی پگھل پگھل کر ان کوئلوں کو ٹھنڈا کر دیتی تھی۔ بازاروں میں گھسیٹا جاتا تھا۔ مارا پیٹا جاتا تھا۔ غرضیکہ جو ظلم ذہن میں آتا تھا وہ مظلوم اور بے بس غلاموں پر توڑا کرتے تھے اور کوئی ہاتھ انہیں روکنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔ ایسے وقت میں ابوبکرؓ سے یہ بات برداشت نہ ہوتی تھی۔ غلاموں کی اذیت دیکھ کر آپ آگے بڑھتے اور انہیں ان کے مالکوں سے خرید کر آزاد کر دیتے تھے۔ چنانچہ بہت سے غلام اور کنیزیں آپ کی بدولت ظلم و ستم کے پنجے سے آزاد ہوئے جن میں حضرت بلالؓ اور عامر بن فہیرہ بھی شامل تھے۔

اسلام کی راہ میں مصائب

اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ خود رسول اکرمؐ اور آپ کفار کے ان ظلم و ستم کے سلسلوں سے بالکل محفوظ تھے بلکہ خود آپ پر بھی بہت ظلم توڑے گئے۔ ایک روز آپ حضور اکرمؐ سے اجازت لیکر سرعام تبلیغ کیلئے نکل کھڑے ہوئے۔ آپ اس کا انجام

جانتے تھے لیکن آپ نے سوچ لیا تھا کہ جو بھی ہو سچ کا پیغام ضرور مکہ کے لوگوں تک پہنچائیں گے۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا اور ایک مجمع عام میں کفار اور مشرکین کو خدا تعالیٰ کی طرف بلانا شروع کیا۔ آپ کے منہ سے خدائے واحد کے حق میں اور اپنے بتوں کے خلاف دلائل سنکر، مجمع بے قابو ہو گیا۔ وہ آپ پر ٹوٹ پڑے اور نہایت بے رحمی کے ساتھ آپ کو مارنا شروع کر دیا اور اتنا مارا کہ آپ کے قبیلے کے لوگ جو بظاہر مشرک تھے ان سے آپ کی یہ حالت برداشت نہ ہو سکی اور انہوں نے قومی غیرت کی وجہ سے آپ کو ظالم لوگوں کے پنجے سے چھڑایا اور گھر پہنچا دیا۔ لیکن یہ تکلیف آپ کے عزم و ہمت میں ذرا سی بھی لڑکھڑاہٹ پیدا نہ کر سکی اور آپ کے گھر کے افراد تو اس وقت حیران ہی رہ گئے جب زخمی ہونے کے باوجود آپ نے گھر پہنچ کر اپنے گھر والوں کو تبلیغ اسلام شروع کر دی۔ آپ کی والدہ اور والد آپ کی حالت پر حیران تھے۔ وہ کبھی آپ کے زخموں کو دیکھتے اور کبھی آپ کی باتوں کی طرف متوجہ ہوتے اور تب آپ کی والدہ اپنے بیٹے کی اسلام کے ساتھ اس محبت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں۔ ان کی مامتا نے جوش مارا اور اگلی صبح ہی وہ حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اسلام قبول کر لیا۔

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد ۸ صفحہ ۲۲۹)

یوں آپ کی وہ قربانی جو آپ نے اسلام کی خاطر دی تھی رائیگاں نہ گئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی والدہ کو نعمت ایمان عطا کر دی۔ ان عظیم خاتون کا نام ام الخیر سلمیٰ تھا۔ جو اسلام کے انتہائی ابتدائی دور میں ایمان لائیں اور پھر طویل عمر پا کر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کا زمانہ دیکھ کر وفات پا گئیں۔

تبلیغ کی راہ میں مصائب اور مشکلات کا سلسلہ جاری رہا لیکن حضرت ابوبکرؓ ان باتوں سے بے نیاز ہو کر خدا کا پیغام لوگوں تک پہنچاتے رہے۔ جب حضرت طلحہ بن عبداللہ آپ کی تبلیغ کی وجہ سے مسلمان ہوئے تو ان کے خاندان کے لوگوں کو بہت غصہ آیا۔ ان کے چچا نوفل بن خویلد نے طلحہ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ دونوں کو پکڑ لیا اور ایک ساتھ باندھ کر مارنا شروع کیا اور مارتا چلا گیا۔ سب لوگ اس کیفیت کو دیکھ رہے تھے لیکن کوئی بچانے والا نہ تھا۔ حتیٰ کہ حضرت ابوبکرؓ کے اپنے خاندان کے لوگ بھی بچانے کیلئے آگے نہ آئے کیونکہ ان کے خیال میں یہ سزا ابوبکر کو ملنی ہی چاہئے تھی۔ (طبقات ابن سعد جز ثالث صفحہ ۱۹۳)

پہلی ہجرت

یہ اور ایسے بہت سے واقعات ہوئے اور دن بدن کفار کے ظلم و ستم میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ تب کمزور مسلمانوں کی حالت زار دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے مکہ سے ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی تبلیغ کے جوش اور اسلام کی محبت کی وجہ سے بے تحاشہ ظلم برداشت کر رہے تھے اور خاندان کے لوگوں کی مخالفت کی وجہ سے کوئی جائے پناہ باقی نہ رہی تھی اس لئے مجبوراً آپ نے بھی ہجرت کا ارادہ کر لیا۔ مکہ جہاں آپ پیدا ہوئے۔ جہاں آپ کا بچپن گزرا۔ جہاں آپ جوان ہوئے اور جہاں کے لوگ آپ کی دیانت اور امانت کی قسمیں کھایا کرتے تھے وہ مکہ جس نے آپ کو خوشیاں دیں۔ عزت دی۔ دولت اور وجاہت دی۔ آج آپ کا دشمن ہو چکا تھا۔ آپ کو یقیناً مکہ سے پیار تھا کہ وہ آپ کی بستی تھی لیکن اس پیار کے مقابل پر خدا تعالیٰ، اس کے رسول اور اس کے دین کا پیار بہت زیادہ اہمیت کا حامل تھا۔ اسی لئے آپ نے اس شہر سے چلے جانے کا فیصلہ کر لیا۔ دکھی دل کے ساتھ حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی مصیبتوں کا ذکر کر کے ہجرت کی اجازت طلب کی۔ رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر آپ کی حالت اور کیفیت سے کون آگاہ تھا۔ آپ نے اجازت دے دی اور یوں آپ مکہ کو الوداع کہہ کر حبشہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی حالت سے آگاہ تھا لیکن ابھی آپ سے کچھ اہم کام لینا مقصود تھے اس لئے آپ کی ہجرت کا یہ ارادہ پورا نہ ہو سکا۔ آپ ابھی مکہ سے کچھ دور ہی پہنچے تھے کہ آپ کی ملاقات مکہ کے ایک معتبر اور رئیس شخص ابن دغنہ سے ہوئی۔ یہ شخص نہ صرف آپ کو جانتا تھا بلکہ آپ کی نیکی اور

اعلیٰ اخلاق کا معترف بھی تھا۔ آپ کو عازم سفر دیکھ کر اس نے دریافت کیا کہ "ابوبکرؓ کہاں جا رہے ہو؟ آپ نے دکھ کے ساتھ اپنا حال سنایا اور بتایا کہ قوم نے ظلم و ستم میں حد کر دی ہے اس لئے ارادہ ہے کہ کسی اور ملک میں چلا جاؤں تاکہ آزادی سے اپنے خدا کی عبادت تو کر سکوں۔ ابن دغنہ آپ کی بات سن کر حیران رہ گیا۔ کیا کہا تم نے؟ تم مکہ کو چھوڑ کر جا رہے ہو۔ تم جیسا نیک اور اچھا انسان کیسے ایسا کر سکتا ہے۔ میں کب اپنی خوشی سے اپنی بستی کو چھوڑ رہا ہوں۔ ابوبکرؓ نے جواباً بتایا۔ قوم کے شریر لوگوں نے ملک سے نکلنے پر مجبور کر دیا ہے۔ دکھوں کی انتہا کر دی ہے۔ ابن دغنہ آپ کی اس حالت کو دیکھ کر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اور اس نے آپ کی مدد کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے بڑے جوش سے کہا کہ تم جیسا عظیم انسان جلاوطن نہیں کیا جا سکتا۔ تم میرے ساتھ واپس مکہ چلو آج سے تم میری پناہ میں ہو۔ دیکھتا ہوں کون تمہیں عبادت سے منع کرتا ہے۔ چنانچہ ابن دغنہ کے اصرار پر آپ واپس مکہ چلے آئے اور ابن دغنہ نے اہل مکہ کو واضح طور پر بتا دیا کہ آج سے ابوبکرؓ میری امان میں ہیں۔ کوئی ان کو نقصان نہ پہنچائے۔ کفار مکہ نے اس امان کو تسلیم تو کر لیا مگر ساتھ ہی واضح کر دیا کہ ابوبکر کو سمجھا دو کہ اپنے گھر میں جیسے چاہے عبادت کرے لیکن گھر سے باہر کسی قسم کی تبلیغ کی اجازت نہیں ہے۔ یوں کچھ عرصہ گزر گیا۔ اور بظاہر معاملہ پرسکون ہو گیا لیکن دراصل معاملہ ختم نہیں ہوا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ جب اپنے صحن کی مسجد میں گریہ و زاری کرتے اور عبادت بجالاتے تو یہ آوازیں باہر کے لوگوں کو بھی اپنی طرف متوجہ کر لیتیں اور خصوصاً عورتیں اور بچے اس منظر کو دیکھ کر بہت متاثر ہوتے۔ کفار مکہ نے جب یہ دیکھا تو دبی ہوئی دشمنی دوبارہ باہر آ گئی۔ وہ ابن دغنہ کے پاس پہنچے اور کہا کہ ہم نے تمہارے کہنے پر ابوبکرؓ کو پناہ دی تھی اور واضح کر دیا تھا کہ وہ سرعام عبادت نہیں کرے گا لیکن وہ اپنے صحن کی مسجد میں علی الاعلان نماز پڑھتا ہے جس سے ہماری عورتیں اور بچے متاثر ہوتے ہیں۔ اس لئے ابوبکر کو کہہ دو کہ یا تو باز آ جائے یا پھر ہم تمہاری امان کی پرواہ نہیں کریں گے۔ ابن دغنہ یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ کے پاس پہنچا اور کہا کہ تم جانتے ہو کہ میں نے تمہیں امان دی تھی لیکن ساتھ ہی اہل مکہ کی بعض شرائط بھی تسلیم کی تھیں اس لئے یا تو تم باز آ جاؤ یا پھر مجھے عہد امان سے بری سمجھو۔ بظاہر یہ بہت مشکل فیصلہ تھا لیکن حضرت ابوبکرؓ جیسے عظیم انسان کیلئے جس نے اسلام کی محبت میں اپنا سب کچھ لٹا دیا تھا ابن دغنہ کی پناہ کی کیا حیثیت تھی کہ وہ اس کی خاطر اپنے طور طریق بدل لیتے۔ چنانچہ بڑی بے نیازی سے آپ نے اس سے فرمایا۔

"مجھے تمہاری پناہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میرے لئے خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کی پناہ کافی ہے۔"

ہجرت مدینہ اور مصاحبت رسول ﷺ

کفار مکہ کے ظلم و ستم اب پہلے سے بہت بڑھ چکے تھے۔ اسلام کی روز افزوں ترقی دیکھ کر ان کے سینوں میں ایک آگ بھڑک اٹھی تھی جس میں کمزور مسلمان بری طرح جھلسائے جا رہے تھے۔ حالات ایک مرتبہ پھر بگڑ چکے تھے۔ اور کفار نے حضرت ابوبکرؓ کا جینا دوبھر کر دیا تھا۔ ایسے وقت میں آپ نے ایک مرتبہ پھر ہجرت کرنے کا ارادہ کیا اور اس کا ذکر حضرت رسول کریم ﷺ سے کیا۔ آپ ؐ نے یہ سنکر فرمایا ابھی جلدی نہ کرو کیونکہ میرا خیال ہے کہ مجھے بھی ہجرت کرنا پڑے گی۔ یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! ہجرت میں مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلیں گے؟ آپ ؐ نے فرمایا۔ "ٹھیک ہے تم بھی ساتھ چلو گے"۔ یوں چار ماہ اسی انتظار میں گزر گئے اور بالآخر وہ دن آ گیا جب حضور اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کی اجازت مل گئی۔ اور آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا ارادہ کیا۔

ایک روز رسول کریم ﷺ خلاف توقع ایسے وقت حضرت ابوبکرؓ کے گھر پہنچے جس وقت آپ عموماً نہیں آیا کرتے تھے۔ آپ نے آتے ہی ارشاد فرمایا کہ گھر والوں کے سوا اگر کوئی گھر میں ہو تو اسے بھیج دو۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ

اور کوئی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت مل گئی ہے اور فوراً مکہ چھوڑنا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ تو پہلے سے ہی منتظر تھے اور اس ممکنہ ہجرت کیلئے دو اونٹوں کا بھی انتظام کر رکھا تھا۔ چنانچہ فوری طور پر مختصر تیاری کی گئی اور خدا کا پیارا نبی اور اس کا محبوب خادم اونٹوں پر سوار ہو کر چپکے سے مکہ کو الوداع کہہ گئے۔ مکہ سے نکل کر تین میل کے فاصلے پر موجود "غار ثور" میں جا کر پڑاؤ کیا اور تین روز تک اس غار میں مقیم رہے۔ اس دوران حضرت ابوبکرؓ کے بیٹے عبداللہ اور غلام عامر بن فہیرہ آپ لوگوں کیلئے تازہ خبریں اور کھانے پینے کی چیزیں لاتے رہے۔

حضور اکرم ﷺ کی ہجرت کے بعد معلوم ہوا کہ یہ ہجرت درحقیقت خدا تعالیٰ کے حکم سے تھی کیونکہ عین اس وقت جب آپ ہجرت کا مشورہ کر رہے تھے۔ کفار اور مشرکین آپ کو قتل کرنے کا ارادہ باندھ رہے تھے۔ اس سلسلے میں تمام معاملات طے کئے جا چکے تھے۔ اور حضرت رسول کریم ﷺ کے گھر کا محاصرہ کر لیا گیا تھا۔ لیکن جب وہ رات کو مقررہ وقت پر آپ کو قتل کرنے کے ناپاک ارادے سے گھر میں داخل ہوئے تو اس وقت تک حضورؐ ہجرت فرما چکے تھے اور غار ثور میں مقیم تھے۔ کفار اپنی اس ناکامی پر سر پیٹ کر رہ گئے لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔ بہت کوشش کی گئی۔ آپ کی تلاش میں چپہ چپہ چھان مارا حتیٰ کہ غار ثور کے نزدیک بھی جا پہنچے لیکن آپ دونوں کو تلاش نہ کر سکے اور ناکام و نامراد واپس لوٹ گئے۔

چوتھے روز جب کفار آپ کی تلاش سے تھک ہار کر بیٹھ گئے تو حضرت ابوبکرؓ اور حضور اکرم ﷺ غار سے نکلے اور مدینہ کا رخ کیا۔ اب آپ کے ساتھ آپ کے غلام عامر بن فہیرہ اور عبد بن اویقط بھی تھے۔ احتیاط سے چلتے چلتے یہ قافلہ مدینہ کے نزدیک پہنچا۔ اب تک مدینہ میں اسلام پھیل چکا تھا اور انصار مدینہ بڑی محبت سے ساتھ آپ کے استقبال کیلئے کھڑے تھے۔ لوگوں کا ایک ہجوم تھا جو محبت رسول میں آپ کی ایک جھلک دیکھنے کو بے تاب تھا اور ایسے وقت میں ابوبکرؓ جانثار خادم کی طرح رسول خدا کے ساتھ ساتھ تھے۔

مدینہ کی آب و ہوا مہاجرین کیلئے موزوں نہ تھی۔ اس لئے کثرت کے ساتھ لوگ بیمار ہو رہے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ بھی ایک مرتبہ شدید بیمار ہو گئے اور یوں معلوم ہونے لگا گویا یہ مرض الموت ہے لیکن رسول اللہ کی دعا سے یہ بیماری جاتی رہی اور آب و ہوا بھی راس آگئی۔ اور آپ بالکل ٹھیک ہو گئے۔ اور کچھ عرصہ کے بعد آپ کے اہل و عیال بھی مکہ چھوڑ کر مدینہ آگئے۔

کفار مکہ کیلئے یہ بات بہت اذیت ناک تھی کہ اسلام مکہ سے ترقی کرتا ہوا مدینہ اور اب دیگر علاقوں کی طرف پھیل رہا ہے۔ ان کا خیال تھا کہ اب فیصلہ کن طور پر طاقت کا استعمال کر کے اسلام کا نام و نشان مٹا دیا جائے اس مقصد کیلئے کفار مکہ نے بہت مرتبہ مدینہ پر فوج کشی کی لیکن دلیر اور باہمت مجاہدین نے ہر ایک غزوہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ملکر نہایت دلیری اور جانثاری کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کیا اور ہر مرتبہ کفار مکہ بڑی ذلت آمیز شکست کھا کر واپس لوٹے۔ ان تمام غزوات میں حضرت ابوبکر صدیقؓ ایک جانثار سپاہی کے طور پر ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے۔ وہ مقامات کہ جب جنگ کی شدت کی وجہ سے بڑے بڑے صحابہ پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے ان وقتوں میں بھی حضرت ابوبکر صدیق مردانہ وار رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کیلئے ڈھال کے طور پر موجود رہے۔ اور کوئی موقعہ ایسا نہیں آیا کہ اس دلیر خادم نے کسی پر خطر راہ پر اپنے محبوب آقا کا ساتھ چھوڑا ہو۔

وقت گزرا اور مکہ فتح ہو گیا۔ شریعت مکمل ہو گئی اور اسلام کا سورج پوری آب و تاب کے ساتھ چمکنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ اپنے عظیم مشن کو پورا کر چکے تھے۔ اور بعض آیات اور حضور کے خطابات کی روشنی میں حضرت ابوبکرؓ کی فراست اس بات کو جان چکی تھی کہ اب رسول اللہ کی واپسی کا وقت نزدیک

ہے۔ آپ اس بارے میں سوچ کر پریشان ہو جاتے تھے۔ اپنے محبوب رسول ؐ سے جدائی کا تصور بھی سوہان روح تھا۔ اور ایک موقعہ پر تو آپ سے بالکل برداشت نہ ہو پایا جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبے کے دوران فرمایا کہ۔

"خدا نے اپنے ایک بندے کو دنیا اور آخرت کے درمیان فیصلہ کرنے کا اختیار دیا تو اس بندے نے آخرت کو دنیا پر ترجیح دی۔"

یہ جملہ سن کر حضرت ابوبکرؓ رونے لگے اور دیگر لوگ اس بات کو جان ہی نہ پائے کہ یہ عاشق رسول کیوں روتا ہے؟ چنانچہ اس کے بعد ۱۰ ہجری میں حضور اکرم ؐ کی طبیعت ناساز رہنے لگی اور تکلیف میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اور بالآخر یہ عظیم نبی ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ ہجری میں اپنے ان عشاق کو الوداع کہہ کر اپنے مالک حقیقی کے حضور حاضر ہو گیا۔ یہ صدمہ اتنا بڑا تھا کہ صحابہ شدت غم سے گویا دیوانے ہو گئے تھے۔ ایک عجیب عالم تھا۔ کسی کو کچھ سمجھ نہ آتا تھا کہ اس سانحے کو کیسے برداشت کرے۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے رسول خدا ؐ کے ساتھ جینے اور ساتھ مرنے کی قسمیں کھائی تھیں۔ لیکن آج اس سفر میں آپ کے ساتھ جانے سے قاصر تھے۔ حضرت عمرؓ جیسے عظیم صحابی بھی شدت غم کی وجہ سے اپنے حواس میں نہ رہے تھے اور اعلان کر رہے تھے کہ جس نے یہ کہا کہ رسول اللہ فوت ہو گئے ہیں میں اس کا سر تن سے جدا کر دوں گا۔ اس عالم میں یہ حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے جنہوں نے خدا تعالیٰ کے اذن سے ایسی تقریر کی کہ ہر دل مطمئن ہو گیا۔ آپ نے فرمایا۔

"اے لوگو! تم میں سے جو محمدؐ کی پرستش کرتا تھا تو وہ جان لے کہ محمد ؐ تو فوت ہو گئے ہیں لیکن تم میں سے جو کوئی خدا تعالیٰ کی عبادت کیا کرتا تھا اسے خوشخبری ہو کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے اور کبھی مر نہیں سکتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔

اے لوگو! حضرت محمد ؐ صرف اللہ کے رسول ہی تو ہیں اور آپ سے پہلے رسول بھی فوت ہو چکے ہیں پس کیا اگر آپ طبعی وفات پا جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے۔"

خلافت کی ذمہ داری:-

حضرت ابوبکرؓ کی یہ تقریر اور قرآن کریم کی آیات سن کر صحابہ کو رسول کریم ﷺ کی وفات پر یقین آ گیا اور آپ کی نیابت کیلئے سب کی نظر انتخاب حضرت ابوبکرؓ پر جا ٹھہری۔ اور سب لوگ آپ کی بیعت کیلئے ٹوٹ پڑے اور یوں اللہ تعالیٰ نے اپنے اس نیک بندے کو رسول اللہ ﷺ کے بعد مسلمانوں کے پہلے خلیفہ کے طور پر چن لیا۔ یہ بہت بڑا انعام تھا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا۔ لیکن یہ مقام پھولوں کی سیج نہ تھی۔ بلکہ ایک مستقل جدوجہد کی بنیاد تھی۔ بڑھاپے کی اس عمر میں حضرت ابوبکرؓ کے سپرد وہ مشکل کام کیا گیا تھا جس کے تصور سے ہی بڑے بڑے بہادروں کے پتے پانی ہوتے تھے۔ لیکن آپ نے ضعیفی کے باوجود اس بوجھ کو بھی قبول کیا۔ اور جوانمردی کے ساتھ اپنے آقا کی جانشینی کی۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنی وفات سے کچھ عرصہ قبل ہی حضرت اسامہ بن زیدؓ کو بغاوت دور کرنے کیلئے ایک مہم پر بھیجنے کا ارادہ کیا تھا جس کی تیاری جاری تھی۔ کہ آپ کی وفات ہو گئی اور آپ کی وفات کی اطلاع پا کر بہت سے پوشیدہ فتنے ظاہر ہو گئے۔ نبوت کے جھوٹے دعویدار پیدا ہو گئے اور باغیوں نے بھی اپنی سرگرمیاں تیز کر دیں۔ ایسے وقت میں یہ بہت مشکل تھا کہ بغاوت دور کرنے کیلئے اسامہ بن زیدؓ کو روانہ کیا جاتا لیکن انجام کی پرواہ کئے بغیر حضرت ابوبکرؓ نے بڑی دلیری سے فرمایا کہ یہ لشکر ضرور جائے گا جس کی روانگی کیلئے خود رسول خدا ﷺ نے حکم فرمایا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! اگر مدینہ کی گلیاں آدمیوں سے خالی ہو جائیں اور درندے آ کر میری ٹانگیں کھینچنے لگ جائیں تب بھی میں اس مہم کو نہیں روکوں گا اور رسول خدا ؐ کے فرمان کو نہیں ٹالوں گا۔

اور پھر دنیا نے دیکھا کہ لشکر روانہ ہوا اور محض 40 دن میں اپنا مقصد پورا کر کے فاتحانہ شان سے واپس آ گیا۔ ایک طرف کام کی نوعیت اور مقام کی عظمت آپ کو ایک عظیم ہے

سالار اور ایک ذہین قائد کے طور پر پیش کر رہی تھی تو دوسری طرف آپ کی سادگی اور خدمت خلق کا یہ عالم تھا کہ آپ کے خلیفہ بننے پر ایک بچی نے جب معصومیت سے یہ کہا کہ پہلے تو ابوبکر بکریاں دوہنے میں ہماری مدد کر دیا کرتے تھے اب کون کرے گا تو آپ نے بڑی محبت سے فرمایا کہ "میں بکریاں دوہوں گا اور مجھے امید ہے کہ خلافت کی ذمہ داری مجھے مخلوق خدا کی خدمت سے نہیں روکے گی۔" اور درحقیقت ہوا بھی یہی۔ خدا کا یہ پیارا بندہ جب تک زندہ رہا اپنے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں پورے طور پر ادا کرتا رہا۔ قرآن کی خدمت اس طور پر کی کہ قرآن کریم جو ابھی متفرق تھا اسے ایک کتاب کی شکل میں اکٹھا کر دیا۔ اس عظیم سپہ سالار کے دور میں اسلامی مملکت کو وسعت بھی ملی اور استحکام بھی لیکن خود یہ خادم رسول اپنے آقا سے جدائی کے صدمے کو بڑی مشکل سے برداشت کر رہا تھا۔ رسول خدا ﷺ کی وفات کے بعد لحظہ بہ لحظہ ان کی یادیں آپ کو ستاتیں اور آپ افسردہ ہو جاتے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کے صبر کے اس امتحان کو زیادہ لمبا نہیں کیا اور حضور اکرم ؐ کی وفات کے قریباً دو سوا دو سال بعد جمادی الاول سنہ ۱۳ ہجری میں آپ بھی اس دار فانی سے کوچ کر کے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور نہ صرف یہ کہ اس جہان میں اپنے آقا کی خدمت میں حاضر ہوئے بلکہ جسمانی اعتبار سے اس دنیا میں بھی رسول اکرم ﷺ کی قبر مبارک کے ساتھ آپ کی قبر بنائی گئی اور یہاں بھی آپ اپنے آقا کے پہلو میں دفن کئے گئے۔

آپ کے انتقال کے بعد مدینہ کی ایک بوڑھی اور ضعیف عورت جسے آپ کی وفات کا بالکل علم نہ تھا لوگوں سے کہتی پھر رہی تھی کہ لگتا ہے آج ابوبکرؓ فوت ہو گیا ہے۔ یہ بات سن کر پاس موجود ایک شخص کو بڑی حیرت ہوئی کہ ابھی تک خبر پہنچی بھی نہ تھی پھر اس بوڑھی عورت کو کیونکر معلوم ہو گیا کہ ابوبکر فوت ہو گئے ہیں۔ اس نے حیرانگی سے دریافت کیا اماں! تمہیں کیسے پتہ چلا کہ حضرت ابوبکرؓ فوت ہو چکے ہیں۔ بڑھیا نے ایک درد انگیز آہ بھری اور کہا کہ ابوبکر روزانہ میرے کھانے کیلئے کچھ بھیجا کرتا تھا اور اس معمول میں کبھی بھی ناغہ نہیں ہوا چاہے کچھ بھی حالات کیوں نہ ہوں۔ چنانچہ آج جب کھانے کو کچھ نہیں پہنچا تو میرے دل نے کہا کہ ضرور ابوبکر فوت ہو گیا ہے جو نہیں آیا۔ ورنہ وہ تو وعدہ خلافی کرنا سیکھا ہی نہ تھا۔ اور یہ ممکن ہی نہ تھا کہ ابوبکر زندہ ہوتا اور مجھے بھول جاتا۔ وہ شخص بڑے تعجب سے بوڑھی عورت کی طرف دیکھ رہا تھا اور اس کی بات کی سچائی پر غور کر رہا تھا۔ بڑھیا کی آہیں اب سسکیوں میں تبدیل ہو گئی تھیں جو لحظہ بہ لحظہ بلند ہو کر فضا میں پھیل رہی تھیں۔ ہولے ہولے کانپتا اس کا نحیف بدن اور آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسو عجیب منظر پیدا کر رہے تھے۔ اس کی کمزور آواز بہت دیر تک مدینہ کی فضاؤں میں پھیل کر اپنے پیارے ابوبکرؓ کو تلاش کرتی رہی اور پھر رفتہ رفتہ اس طرح کی بہت سی دیگر آہوں اور سسکیوں میں مدغم ہو گئی۔

از "کلامِ محمود"

میرا چاند

یُوں اندھیری رات میں اے چاند تُو چمکا نہ کر — حشر اِک سیمیں بدن کی یاد میں برپا نہ کر

کیا لبِ دریا مِری بے تابیاں کافی نہیں — تُو جگر کو چاک کر کے اپنے یُوں تڑپا نہ کر

دُور رہنا اپنے عاشق سے نہیں دیتا ہے زیب — آسماں پر بیٹھ کر تُو یُوں مجھے دیکھا نہ کر

عکس تیرا چاند میں گر دیکھ لُوں کیا عیب ہے — اِس طرح تو چاند سے اے میری جاں پردہ نہ کر

بیٹھ کر جب عشق کی کشتی میں آؤں تیرے پاس — آگے آگے چاند کی مانند تُو بھاگا نہ کر

اے شعاعِ نُور یُوں ظاہر نہ کر میرے عیوب — غیر ہیں چاروں طرف ان میں مجھے رُسوا نہ کر

ہے محبت ایک پاکیزہ امانت اے عزیز — عشق کی عزت ہے واجب عشق سے کھیلا نہ کر

ہے عمل میں کامیابی موت میں ہے زندگی

جا لپٹ جا لہر سے دریا کی کچھ پروا نہ کر

حقیقت معلوم کرنے کا ایک قاعدہ

(مکرم سید منصور احمد بشیر صاحب مربی سلسلہ احمدیہ)

مذہبی دنیا میں کثرت سے اختلافات رونما ہوتے رہتے ہیں اور اکثر ان کے حل کی صورت نظر نہیں آتی۔ نتیجہ ان پر بحث و تمحیص کا لمبا سلسلہ چل پڑتا ہے جو بعض اوقات لمبے زمانوں تک ممتد ہو جاتا ہے۔ یہ اختلافات بسا اوقات زبانی اور تحریری بحث و تمحیص سے آگے بڑھ کر عملی تنازعات کی صورت اختیار کر لیتے ہیں جس سے جھگڑے، تفرقے اور لڑائیاں عام طور پر دیکھنے میں آتی ہیں۔ جو ہمیشہ جان و مال کے ضیاع کا باعث ہوتی رہی ہیں۔ امام الزمان حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے ان مذہبی تنازعات کو حل کرنے کی ایک بہت ہی موثر اور سادہ صورت اپنی کتاب اتمام الحجۃ میں اس طرح بیان کر دی ہے۔

"اگر کوئی تعصبات سے الگ ہو کر اس بات میں فکر کرے کہ حقیقتیں کیونکر ثابت ہوتی ہیں اور ان کے ثبوت کیلئے قاعدہ کیا ہے تو وہ سمجھ سکتا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے ایسا قاعدہ صرف ایک ہی رکھا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ **صاف اور صریح اور بدیہی امور کو نظری امور کے اثبات کیلئے بطور دلائل کے استعمال کیا جائے اور اگر ایسے امر کو بطور دلیل کے پیش کریں کہ وہ خود نظری اور مشتبہ امر ہے جو تکلفات اور تاویلات اور تحریفات سے گھڑا گیا ہے تو اس کو دلیل نہ کہیں گے بلکہ وہ ایک دعویٰ ہے جو خود دلیل کا محتاج ہے۔**"

(اتمام الحجۃ بحوالہ روحانی خزائن نمبر ۸ صفحہ ۲۹۲)

یہاں بدیہی اور نظری امور سے کیا مراد ہے اس کی کسی قدر تشریح مناسب معلوم ہوتی ہے۔ بدیہی امور سے مراد ایسے حقائق ہیں جو بالکل ظاہر اور ہر کس و ناکس کو معلوم ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے سورج اور چاند اور ستارے ہر روز طلوع ہوتے ہیں اور ہر شخص خواہ وہ کتنا ہی ناقص العقل ہو اسے بھی ان کے متعلق شبہ کرنے کی گنجائش نہیں رہتی اور نہ کسی کو کوئی شک رہتا ہے۔ اس لئے حضور نے یہاں بدیہی امور کے ساتھ صاف اور صریح کے لفظ استعمال کئے ہیں۔

اس کے مقابل میں نظری امور وہ امور ہوتے ہیں کہ جو کوئی شخص یا کوئی قوم اپنے مذہبی یا غیرمذہبی نظریہ کے طور پر اختیار کرے اور وہ اس طرح ظاہر و باہر نہ ہوں کہ جس طرح صاف اور واضح امور ہوتے ہیں۔ اسکی مثال یہ ہے کہ مختلف قوموں نے خدا کی ذات و صفات کے متعلق مختلف نظریات اختیار کر لئے ہیں۔ بعض مذاہب اسے ایک نہیں بلکہ دو یا تین یا اس سے بھی زیادہ مانتے ہیں۔ صفات میں بھی بعض مذاہب خدا کو خالق الاشیاء نہیں سمجھتے جب کہ دوسرے مذاہب اسے ہر چیز کا خالق جانتے ہیں۔ اسی طرح اکثر مذاہب کے برخلاف بعض مذاہب خدا کو عالم الغیب بھی نہیں سمجھتے۔ یہ سب نظری امور ہیں۔

آیئے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے اس قاعدہ کو (دین حق) اور دوسرے مذاہب کے مابین بعض بنیادی نزاع کے حل کیلئے استعمال کریں اور دیکھیں کہ آپ کا پیش کردہ یہ اصول کس موثر انداز میں ہماری مدد کرتا ہے۔ اس طرح مسلمانوں اور دوسرے مذاہب کے اندرونی جھگڑوں کو دور کرنے کیلئے ہم اس اصول کو کس طرح انتہائی موثر انداز میں استعمال کر سکتے ہیں۔

مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان سب سے بڑا جھگڑا

یہ ہے کہ مسلمان ایک خدا کو مانتے ہیں اور عیسائی تین خداؤں کو یعنی باپ خدا، بیٹا خدا اور روح القدس خدا۔ بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام کے اس قاعدہ کی رو سے دیکھنا ضروری ہے کہ توحید یعنی ایک خدا کا عقیدہ ایک صاف، صریح اور بدیہی امر ہے یا تثلیث یعنی تین خداؤں کا عقیدہ۔

ہر ایک دینی اختلاف دو طریق پر ثابت کیا جا سکتا ہے۔ نقلی طور پر یا عقلی طور پر۔ نقل سے مراد یہ ہے کہ گزشتہ صحف میں اس امر کے متعلق کیا لکھا ہے اور ان سے کیا ثابت ہوتا ہے۔ اور عقل سے یہ مراد ہے کہ انسانی عقل جو تمام امور کو جانچنے کیلئے ایک کسوٹی ہے اور جو تمام انسانوں کے درمیان ایک مشترکہ چیز ہے۔ اس خاص امر میں ہماری کس طرح رہنمائی کرتی ہے۔ حضرت بانی سلسلہ اس ضمن میں فرماتے ہیں۔

"تمام مذہبی مقدمات میں یہی ایک قانون قدیم سے چلا آیا ہے کہ جب کسی بات میں دو فریق تنازعہ کرتے ہیں تو اول منقولات کے ذریعہ سے اپنے تنازعہ کو فیصلہ کرنا چاہتے ہیں اور جب منقولات سے وہ فیصلہ نہیں ہو سکتا تو معقولات کی طرف توجہ کرتے ہیں اور عقلی دلائل سے تصفیہ کرنا چاہتے ہیں اور جب کوئی مقدمہ عقلی دلائل سے بھی طے ہونے میں نہیں آتا تو آسمانی فیصلہ کے خواہاں ہوتے ہیں۔"

(تحفہ قیصریہ بحوالہ روحانی خزائن نمبر ۱۲ صفحہ ۲۷۷)

توحید اور تثلیث کو مدنظر رکھتے ہوئے جب ہم تمام گزشتہ مذہبی صحف کو دیکھتے ہیں تو بلا استثناء ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہر مذہب اور اس کی کتاب نے توحید کی تعلیم دی ہے۔ بعض اوقات استثنائی طور پر دو یا زیادہ خداؤں کی تعلیم بھی ساتھ ساتھ ملتی ہے لیکن تحقیق سے یہ بات ثابت ہے کہ ایسی تعلیم بعد کی ایزادی ہے کیونکہ انہی مذاہب اور کتب میں توحید کی تعلیم بھی ہے بلکہ زیادہ واضح طور پر اور زیادہ موثر رنگ میں صرف توحید ہی کی تعلیم ہے۔ اس کی واضح مثال ہندومت، یہودیت، عیسائیت اور اسلام کی مذہبی کتب میں پائی جاتی ہے۔ مندرجہ ذیل حوالے واضح طور پر اس حقیقت کا اظہار کرتے ہیں۔

توحید کے متعلق تورات یعنی یہودی مذہبی کتاب کے حوالے

"اور حزقیاہ نے خداوند کے حضور یوں دعا کی۔ اے خداوند اسرائیل کے خدا۔ کروبیوں کے اوپر بیٹھنے والے تو ہی اکیلا زمین کی سب سلطنتوں کا خدا ہے۔"

(سلاطین، باب ۱۹ آیت ۱۵)

"یارب! سب قومیں جن کو تو نے بنایا آکر تیرے حضور سجدہ کریں گی۔ کیونکہ تو بزرگ ہے اور عجیب و غریب کام کرتا ہے۔ تو ہی واحد خدا ہے۔" (زبور باب ۸۸ آیت ۹ تا ۱۰)

تورات میں ایسے سینکڑوں حوالے ہیں۔

عیسائیوں کی کتاب انجیل میں توحید کے متعلق حوالے

"جس خدا نے دنیا اور اس کی سب چیزوں کو پیدا کیا وہ آسمان اور زمین کا مالک ہو کر ہاتھ کے بنائے ہوئے مندروں میں نہیں رہتا۔" (اعمال باب ۱۷ آیات ۲۳-۲۴)

"اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں۔" (یوحنا باب ۱۷ آیت ۳)

"تم جو ایک دوسرے سے عزت چاہتے ہو اور وہ عزت جو خدائے واحد کی طرف سے ہوتی ہے نہیں چاہتے کیونکر ایمان لا سکتے ہو۔" (یوحنا باب ۵ آیت ۴۴)

"پس بتوں کی قربانیوں کے گوشت کھانے کی نسبت ہم جانتے ہیں کہ بت دنیا میں کوئی چیز نہیں اور سوائے ایک کے کوئی خدا نہیں۔ اگرچہ آسمان و زمین میں بہت سے خدا کہلاتے ہیں۔۔ (چنانچہ بہتیرے خدا اور بہتیرے خداوند ہیں) لیکن ہمارے نزدیک تو ایک ہی خدا ہے۔" (۱۔ کرنتھیوں باب ۸ آیات ۴ تا ۶)

ہندوؤں کی مذہبی کتب ویدوں میں توحید کے متعلق

حوالہ جات

ویدوں میں اگرچہ شرک کی تعلیم ہے لیکن اسکے ساتھ ایک خدا یعنی ایشور کا تصور بھی واضح طور پر ملتا ہے۔ چنانچہ ستیارتھ پرکاش میں سوامی دیانند نے جو آریہ مت کے بانی تھے وید کے بعض منتروں کا ترجمہ اس طرح لکھا ہے۔

"اے انسانو! جو سب سورج وغیرہ منور اشیاء کو قائم رکھنے والا اور جس قدر عالم ہو چکا ہے اور آگے ہوگا اس تمام کا ایک بے عدیل مالک پرمیشور ہے وہ اس عالم کی پیدائش سے پہلے موجود تھا۔ جس نے زمین سے لیکر سورج تک تمام عالم کو پیدا کیا ہے۔ اس پرمیشور کی محبت سے عبادت کرنی چاہئے۔ (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۷۴۔ طبع دوم)

"جس کے ہاتھ میں اس عالم کی پیدائش، قیام اور فنا ہے وہی برہم جاننے کے لائق ہے۔" ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۷۴ طبع دوم)

مسلمانوں کی مذہبی کتاب قرآن مجید سے توحید کے متعلق حوالے

☆ "کہہ دے اللہ اپنی ذات میں اکیلا ہے"

(سورۃ الاخلاص آیت ۲)

☆ "اللہ کے سوا کوئی بھی پرستش کا مستحق نہیں"

(سورۃ ال عمران آیت ۶۳)

☆ "اللہ وہ (ذات) ہے جس کے سوا پرستش کا (اور) کوئی مستحق نہیں۔ (سورۃ البقرہ آیت ۲۵۶)

قرآن مجید میں ہزاروں مواقع پر اللہ تعالیٰ کی توحید اور صفات کا ذکر ہے جن میں وہ کسی کو اپنا شریک نہیں کرتا۔

عقلی دلائل توحید باری تعالیٰ کے متعلق

عقلی دلائل کے لحاظ سے بھی توحید ہی صاف، واضح، صریح اور بدیہی امر ہے۔ اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے جتنی چیزیں پیدا کی ہیں ان میں کرویت نظر آتی ہے مثلاً زمین، سورج، چاند کے علاوہ جتنے دوسرے کرے ہیں وہ گول ہیں اور گول چیز توحید　　زوال ہے۔ چنانچہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"بات اصل میں یہ ہے کہ انسان کی فطرت ہی میں الست بربکم قالوا بلیٰ (الاعراف:۱۷۳) نقش کیا گیا ہے اور تثلیث سے کوئی مناسب جبلت انسانی اور تمام اشیائے عالم کو نہیں۔ ایک قطرہ پانی کا دیکھو تو وہ گول نظر آتا ہے۔ مثلث کی شکل میں نظر نہیں آتا۔ اس سے بھی صاف طور پر یہی پایا جاتا ہے کہ توحید کا نقش قدرت کی ہر ایک چیز میں رکھا ہوا ہے۔ خوب زور سے دیکھو کہ پانی کا قطرہ گول ہوتا ہے اور کروی شکل میں توحید ہی ہوتی ہے۔ اس لئے کہ وہ جہت کو نہیں چاہتی اور مثلث شکل جہت کو چاہتی ہے۔ چنانچہ آگ کو دیکھو۔ شکل بھی مخروطی ہے اور وہ کرویت اپنے اندر رکھتی ہے۔ اس سے بھی توحید کا نور چمکتا ہے۔ زمین کو لو۔ اور انگریزوں ہی سے پوچھو کہ اس کی شکل کیسی ہے؟ کہیں گے گول۔ الغرض طبعی تحقیقاتیں جہاں تک ہوتی چلی جائیں گی وہاں توحید ہی توحید نکلتی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ اس آیت "یقیناً آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات دن کے آگے پیچھے آنے میں عقلمندوں کیلئے کئی دلائل ہیں۔" (آل عمران:۱۹۱) میں بتلاتا ہے کہ جس خدا کو قرآن مجید پیش کرتا ہے اس کے لئے زمین و آسمانی دلائل سے بھرے پڑے ہیں۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۴۰)

۲۔ یہ ایک عام بدیہی امر ہے کہ دنیا کا کوئی نظام ایک منتظم کے بغیر نہیں چل سکتا۔ چھوٹے سے چھوٹے دائرہ یعنی گھر سے لیکر اس کے اوپر کے تمام انتظامی دائروں یعنی محلہ، شہر، صوبہ، ملک سب جگہ یہی اصول جاری ہے حتی کہ ساری دنیا کے انتظام اور اتحاد کیلئے اقوام متحدہ کا جو دائرہ بنایا گیا اسے بھی ایک منتظم اعلیٰ کے ماتحت کیا گیا۔ جب یہ امر اتنا واضح اور بدیہی ہے تو اس

حقیقت کو ماننے میں کوئی بھی عقلی امر مانع نہیں ہونا چاہئے۔ کہ اس تمام کائنات کا بھی لازمی ایک منتظم اور چلانے والا ہے اور تمام مذاہب نے اسی کو خدا کہا ہے۔

۳۔ اس کائنات میں ان گنت ایسے طبعی قوانین ہیں جن پر یہ دنیا چل رہی ہے۔ یہ تمام قوانین ایک طرف تو محیرالعقول طریق پر ایک دوسرے سے منضبط اور مطابق ہیں اور اس کے ساتھ ہی یہ تمام کے تمام قوانین نیچر انسان کی مدد اور ترقی کیلئے کام کرتے دکھائی دے رہے ہیں۔ جس سے ایک جاہل سے جاہل شخص بھی باسانی سمجھ سکتا ہے کہ اس دنیا کے ایک خالق کے علاوہ ایسا ممکن نہیں۔

مندرجہ بالا عقلی اور نقلی دلائل کی روشنی میں یہ کہنا قطعاً بے جا نہ ہوگا کہ توحید الٰہی جسے ہمارے دین نے پیش کیا۔ وہی اصل حقیقت اور سچائی ہے نہ کہ عیسائیوں کی پیش کردہ تثلیث اور حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام کا یہ اصول یقینی طور پر ثابت ہے کہ حقیقت معلوم کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ

"صاف اور صریح اور بدیہی امور کو نظری امور کے اثبات کیلئے بطور دلائل کے استعمال کیا جائے۔"

(اتمام الحجۃ بحوالہ روحانی خزائن نمبر۳ صفحہ ۲۹۲)

محبّت

(کلام حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ)

مجھ پہ اے جان چھا گئے ہو تم | دل میں میرے سما گئے ہو تم
پھرتے رہتے ہو میری آنکھوں میں | جب سے جلوہ دکھا گئے ہو تم
قلبِ ویراں میں میہماں رہ کر | اس کو کعبہ بنا گئے ہو تم
کان ہیں جن سے اب تلک مسحور | ایسے نغمے سنا گئے ہو تم
پھول جھڑتے تھے منہ سے باتوں میں | کیسی نکہت اُڑا گئے ہو تم
ہو کے فکر و خیال پر حاوی | دین و دُنیا بھلا گئے ہو تم
ذہن سے جو کبھی اُتر نہ سکے | ایسا نقشہ جما گئے ہو تم
آبِ رحمت کے ایک چھینٹے سے | میرا دوزخ بجھا گئے ہو تم
نقشِ شرک و دوئی مرے دل سے | اپنے ہاتھوں مٹا گئے ہو تم
عشق شاید اسی کو کہتے ہیں | اِک لگن جو لگا گئے ہو تم

ڈال کر اِک نظر محبّت کی
مجھ سا بگڑا بنا گئے ہو تم

("بخارِ دل" صفحہ ۱۴۸)

جھروکہ

ہے یہی خواہش کہ ہو وہ بھی فدا

مرتبہ و مرسلہ: مکرم نصیر احمد صاحب انجم

اب کی بار آپ کے لئے تاریخ احمدیت کا ایک ناقابل فراموش تذکرہ پیش ہے۔

محترم فیض احمد صاحب گجراتی کا یہ مایہ ناز مضمون اخبار "بدر" (جلسہ سالانہ نمبر 1961ء) میں شائع ہوا۔ بعد ازاں محترم فیض صاحب نے درویشانِ قادیان کے حالات و واقعات پر مشتمل اپنے مضامین کا مجموعہ کتابی صورت میں شائع کر دیا۔ اس کتاب کا نام "وہ پھول جو مرجھا گئے" ہے۔ یہ کتاب احمدیت کی عظیم قربانیوں کی جھلکیاں ہیں۔ وہ سپوت جنہوں نے اپنے آقا کی آواز پر اپنے تن من دھن وار دینے کا صرف عہد ہی نہیں کیا بلکہ کمال وفا سے اس کے امین رہے۔ ان کا حق ہے کہ آنے والی نسلیں ان کا ذکر خیر کرتی رہیں۔

ہمارا خوں بھی شامل ہے تزئین گلستاں میں
ہمیں بھی یاد کرلینا چمن میں جب بہار آئے

محترم شمس الدین صاحب معذور

جماعت احمدیہ اپنی کم مائیگی اور بے بضاعتی کے باوجود اور اپنی قلتِ تعداد اور کمئی اموال کے باوجود آج اکناف عالم میں دعوت الی اللہ کا جو عظیم الشان کام سرانجام دے رہی ہے وہ حقیقتاً محیر العقول ہے۔ اور بادی النظر میں ایک مخالفِ احمدیت یہی سوچتا ہے کہ اس جماعت کے پاس تو کوئی مخفی خزانے ہیں اور پھر اسے کسی حکومت کی طرف سے کوئی امداد ملتی ہے۔ اور اگر یہ بھی نہیں تو اس جماعت کے پاس جادوگر ہیں جو بزورِ سحر روپیہ پیدا کرتے ہیں۔ اور اس کے مبلغین قادیان اور ربوہ سے اٹھتے ہیں اور بحری اور ہوائی سفروں پر ہزاروں روپیہ خرچ کر کے حدودِ ارضی اور آفاق کو جا چھوتے ہیں اور دعوت الی اللہ کا ایک ایسا غلغلہ برپا ہے کہ اپنے اور بیگانے اس کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔

لیکن اگر ایسا سوچنے والے لوگ اخلاق و اعمال کی روشنی میں جماعت احمدیہ کا جائزہ لیں اور ان کے نقطہ نظر میں کوئی ٹیڑھا پن نہ ہو تو انہیں اس جماعت میں ایسے ایسے لوگ نظر آئیں گے جو مضطرب ہوں گے اس بات کے لئے کاش انہیں 1/3 سے بھی زیادہ بلکہ اپنی ساری جائیداد جماعت کے سپرد کر دینے کی اجازت قانوناً اور شرعاً حاصل ہوتی۔!!.................

میں موصیوں کی پرانی مسلیں دیکھ رہا تھا ان میں وصیت نمبر 1413 کی ایک مسل شمس الدین صاحب معذور مجذوب کی ہے جو ۵۰ء میں فوت ہو چکے ہیں اور بہشتی مقبرہ قادیان میں مدفون ہیں۔ یہ صاحب ۱۹۱۸ء سے قبل کے کسی سال میں کوہاٹ سے ہجرت کر کے قادیان آئے تھے۔ اور آخر دم تک قادیان میں رہے۔ اور درویشی کی سعادت پا کر ۵۰ء میں فوت ہوئے۔ اپاہج تھے اور چھوٹی سی کوٹھڑی میں (جس کا طول و عرض تین ضرب تین فٹ سے زیادہ نہ تھا) پڑے رہتے تھے۔

جب اپاہج تھے تو ان کا کوئی ذریعہ معاش نہ تھا۔ کسی نے دے دیا تو کھا لیا ورنہ صبر شکر کر کے پڑے رہے۔ لیکن قارئین کرام یہ پڑھ کر حیران ہوں گے کہ اس معذور احمدی نے اپنی ساری عمر معذوری اس ۳×۳ فٹ کوٹھڑی میں گزار دی اور جس کا کوئی ذریعہ

آمد سوائے دستِ غیب کے نہ تھا- نہ صرف زندگی بھر چندہ دیا بلکہ ۱۹۹۰ء تک کا چندہ وصیت ادا کر دیا- اور یہ کوئی خیالی اور فرضی بات نہیں بلکہ اس کی باقاعدہ رسیدیں لگی ہوئی ہیں-

میں جب مسل کے اس حصے پر پہنچا جہاں رسیدیں لگی ہوئی ہیں تو میں ششدر رہ گیا- اور سر بگریبان ہو کر بیٹھ گیا اور یہ سوچ کر کہ وہ رسید ۱۹۶۳ء سے لے کر ۱۹۷۰ء کے چندہ کی تھی- میں سر تاپا عرقِ انفعال میں ڈوب گیا اور یوں محسوس ہوا کہ میں ایک خواب دیکھ رہا ہوں- ذوق جستجو اور بھی بڑھا اور میں نے اگلی رسیدوں کو دیکھا- میرے منہ سے بے اختیار اللّٰھم اغفرلہ نکل گیا جب میں نے وہ رسید دیکھی جس پر لکھا تھا-

"حصہ آمد ۸۶ء ۸۷ء ۸۸ء ۸۹ء ۱۹۹۰ء"

اور میں ایک حق الیقین تک پہنچ گیا کہ یہی وہ جماعت ہے جس کے ذریعہ دین کی نشاۃ ثانیہ مقدر ہے- کیونکہ جب اس جماعت کا ایک معذور اور اپاہج آدمی قربانی کے میدان میں اس حد تک جا سکتا ہے جس کا کوئی ذریعہ آمد نہیں اور جو اپنی ہمت سے ایک پائی بھی پیدا نہیں کر سکتا اور دین کی سربلندی کے لئے سالہا سال متواتر چندہ دیتا ہے تو اس جماعت کے کامیاب و کامران ہونے میں کیا شبہ باقی رہ جاتا ہے-

بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی بلکہ مجھے اس مسل میں ایسی رسیدیں بھی نظر آ رہی ہیں جو ۱۹۰۴ء اور ۱۹۰۵ء کے حصہ آمد کی ہیں- یہ معمولی بات ہوتی اگر شمس الدین صاحب مرحوم نے اس سے پہلے وصیت کی ہوتی- لیکن ان کی وصیت ۱۹۱۹ء کی ہے اور چندہ وصیت وہ ۱۹۰۱ء سے شروع کر کے ادا کر رہے ہیں-

یا یوں سمجھ لیجئے کہ وہ شخص جو بظاہر معذور تھا ۱۹۱۹ء میں وصیت کرتا ہے- لیکن حصہ آمد ۱۹۰۱ء سے دیتا ہے- اور ۱۹۹۰ء تک دیتا ہے- گویا وہ تصویری زبان میں کہہ رہا ہے کہ :-

"کاش! میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے وقت اولین بیعت کنندوں میں ہوتا- اور کاش! میں ۱۹۹۱ء تک زندگی پا کر دین کی خدمت کر سکتا!"

سوال یہ نہیں کہ مرحوم شمس الدین صاحب کے چندے کی مقدار کیا تھی- کیونکہ ایک معذور فقیر دے گا بھی کیا کچھ- مگر سوال اس جذبہ کا ہے جو اس مخلص انسان کے دل میں بے قرار تھا- اس نے اپنی ساری زندگی ایک چھوٹے سے کنج تنہائی میں گزار دی اور ان تنہائی کی طویل گھڑیوں میں اگر سوچتا تو یہی کہ وہ اپنی دائمی معذوری کے باوجود دین کی کیا خدمت کر سکتا ہے- وہ چل نہیں سکتا تھا- پہلو تک نہیں بدل سکتا تھا- اس کی زبان میں بھی لکنت تھی- لیکن اس کا دل متحرک تھا- خدمت دین کے جذبہ کے لئے- اس کی یہ رسید دیکھئے اس میں کتنا خلوص جھلک رہا ہے-

"رسید نمبر ۷۵ کتاب نمبر ۱۹۳ تاریخ ۲/۱/۴۴ منجانب شمس الدین صاحب پٹھان معذور- بیت مبارک قادیان مبلغ پچیس روپے صرف بہ تفصیل وصول پائے- حصہ آمد وصیت نمبر ۱۴۱۳ ۸۶ء ۸۷ء ۸۸ء ۸۹ء ۹۰ء-"

یعنی وہ ۲/۱/۴۴ کو آئندہ چھیالیس سالوں تک کا چندہ ادا کر رہا ہے- وہ ایک معذور شخص ہے- اس کا کوئی ذریعہ آمد نہیں- اگر کوئی رحمدل راہگذر ترس کھا کر اسے کچھ دے جاتا ہے تو وہ اسے سنبھال کر رکھ دیتا ہے- آخر اسے کوئی کیا دیتا ہوگا- یہی کہ ایک پیسہ، دو پیسے! لیکن وہ جمع کرتا ہے اور پھر آئندہ سالوں کے چندہ میں دے دیتا ہے-

یہی وہ جذبہ خلوص ہے جو جماعت احمدیہ کے اکثر افراد کے دلوں میں پایا جاتا ہے اور کون کہہ سکتا ہے کہ ایسا جذبہ رکھنے والوں کی جماعت بام کامرانی تک نہ پہنچے گی- پہنچے گی اور ضرور پہنچے گی- کیونکہ اس کے بے نوا فقیر بھی خدمت دین کے جذبہ سے معمور ہیں-

ڈِش انٹینا۔ تعارف اور احتیاطیں

ڈِش انٹینا کے حوالے سے عالمی خدمات بجالانے والے خوش نصیب

مکرم بشارت احمد صاحب ڈِش ماسٹر سے ایک اِنٹرویو

(انٹرویو پینل: مکرم اسد اللہ صاحب، رفیق احمد ناصر صاحب اور مدیر "خالد")

انٹرویو کے آغاز میں آپ نے اپنا تعارف بیان کرتے ہوئے کہا کہ خاکسار کا نام بشارت احمد خان ہے اور خاکسار نے ایئر کنڈیشنگ میں ڈپلومہ کیا ہوا ہے۔ اس میں پندرہ سالہ تجربہ بھی ہے سعودی عرب میں بھی کام کیا ہے۔ لیکن اس میں اتنا شوق نہ رہا۔ سائنس میں چونکہ دلچسپی زیادہ تھی اس لئے ہر سائنسی دور میں میرا قدم آگے بڑھا اور کافی ریسرچز کیں۔ کمیونیکیشن میں بھی کام کیا اور ربوہ میں جماعت کے مرکزی دفاتر میں انٹر کام سسٹم بھی خاکسار نے ہی انسٹال کیا۔

1992ء میں جب جماعت کو ضرورت محسوس ہوئی کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بصرہ العزیز کے پروگرامز ایشیا میں بھی دکھائے جائیں تو خاکسار نے خود ریسرچ کر کے ڈش تیار کیا۔ اس وقت مارکیٹ میں ڈش کی قیمت 35/40 ہزار تھی لیکن خاکسار نے 18/20 ہزار میں یہ ڈش انٹینا تیار کیا۔ MTA کے حصول کے لئے پاکستان میں جب ہم نے پوچھا تو وہ سب کہنے لگے کہ ہمیں تو پتا بھی نہیں کہ سیٹلائیٹ کا سسٹم کیا ہے اس کی پوزیشن کیا ہوتی ہے؟ پھر خاکسار نے خود 15 دن کی محنت سے یہ سب کچھ پتا لگایا اور پھر لندن میں اطلاع دی کہ آپ جو بھی سگنل دیں گے ہم اُسے یہاں پر Re-cieve کرلیں گے انشاء اللہ۔ اور پھر ربوہ میں بذریعہ سیٹلائیٹ لندن سے براہ راست پہلا جلسہ 1992ء میں دیکھا۔ یہ جدید دور میں میرے داخل ہونے کی شروعات تھیں اور یہ سب کچھ خود مطالعہ کر کے کیا۔ خاکسار نے پاکستان کے علاوہ بیرون ملک افریقہ، رشیا، بنگلہ دیش اور انڈیا وغیرہ میں ڈشیں تیار کیں، لگائیں اور ان ممالک کے خدام کو ٹریننگ بھی دی۔ لہٰذا اب وہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ڈش انٹینا کے معاملہ میں خود کفیل ہیں اور ہر طرف ڈش انٹینا لگا دیئے گئے ہیں۔

س:۔ پاکستان کے علاوہ امریکہ وغیرہ کے لئے کیا ضرورت محسوس ہوتی ہے؟

ج:۔ حال ہی میں خاکسار نے کینیڈا کا دورہ کیا چونکہ وہاں پر ڈیجیٹل سسٹم رائج ہے جو جدید ترین ہے۔ جس کی قیمت 1000 کینیڈین ڈالر ہے۔ وہاں پر ڈشوں کے سائز چھوٹے ہیں۔ ڈیجیٹل سسٹم میں یہ ہے کہ اگر تصویر ہے تو سو فیصد درست ہوگی اور اگر نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں آئے گا۔ میرا یہ دورہ اس سسٹم کے سمجھنے اور دیکھنے کے لئے تھا۔ جس سے بہت فائدہ ہوا۔ وہاں پر کیبل سسٹم بھی ہے۔ جس میں کیبل کے ذریعہ تمام گھر اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور خرچ بھی بہت کم آتا

ہے۔ پاکستان میں ڈیجیٹل سسٹم ابھی رائج ہو رہا ہے اور بہت مہنگا ہے۔ مگر آئندہ ایک دو سالوں میں یہ سسٹم عام ہو جائے گا۔ اور سستا بھی۔

س :۔ MTA کے لئے کس قسم کی ڈش خریدنا چاہئے؟

ج :۔ ایم ٹی اے کے لئے ایشیاء میں سی بینڈ سسٹم درکار ہے۔ C-Band سی بینڈ کے لئے بڑی ڈش لگائی جاتی ہے۔ MTA کا اچھا رزلٹ لینے کے لئے کم از کم دس فٹ کا ڈش انٹینا ہونا چاہئے۔ چونکہ سائنسی دور کافی ترقی کر چکا ہے اس لئے آٹھ فٹ کا ڈش انٹینا بھی کام کر جاتا ہے۔ ہمیشہ ڈش وہ خریدیں جو اچھے کاریگر کی بنی ہوئی ہو۔ میٹریل بھاری (Heavy) ہو۔ باریک سوراخ والی سپیشل جالی ہو۔ کیونکہ ڈش کا کام ہوتا ہے لہروں کو منعکس کر کے ایک جگہ جمع کرنا۔ اگر جالی کے سوراخ بڑے ہونگے تو لہریں ان سے نکل جائیں گی اور رزلٹ پر اثر پڑے گا۔ ڈش ایسی خریدیں جو آسانی سے گھوم سکے اور ایسی ڈش کے علاوہ اچھا ریسیور بھی ہونا چاہئے۔ آج کل مارکیٹ میں LT سسٹم کے ریسیور آ رہے ہیں جو کہ بہت اچھے ہیں۔ LT سسٹم یعنی لو تھرش ہولڈ سسٹم (فلٹر سسٹم)۔

س :۔ "سی بینڈ ڈش" "کے یو بینڈ ڈش" LT سسٹم ریسیور یا فلٹر والا ریسیور کے بارے میں کچھ بتا دیں کہ یہ کیا ہے؟

ج :۔ پورے ایشیا میں سی بینڈ سسٹم استعمال ہو رہا ہے اس میں ڈش کا سائز بڑا ہوتا ہے۔ K-U سسٹم پورے یورپ میں استعمال ہوتا ہے اس میں ڈش کا سائز چھوٹا ہوتا ہے۔ یورپ میں چونکہ جگہ کم اور چھتوں پر رسائی نہ ہونے کی وجہ سے چھوٹی ڈش دیوار کے ساتھ لگائی جاتی ہے۔ K-U بینڈ سسٹم C-Band کے مقابلے میں تقریباً 4 گنا طاقتور ہوتا ہے۔ اس لئے ڈش کے سائز میں بھی 4-1 کی نسبت سے فرق ہوتا ہے۔ سی بینڈ میں اگر 8 فٹ کی ڈش استعمال کی جائے تو K-U بینڈ میں ڈش کا سائز 4 گنا چھوٹا یعنی صرف 2 فٹ ہوگا۔ LT سسٹم جدید ٹیکنالوجی ہے جس میں ریسیور کی طاقت بڑھا دی جاتی ہے تصویر میں اگر کرسٹل (سپاٹ) نمایاں ہوں تو LT میں یہ غائب

کر دیئے جاتے ہیں۔ اس سے تصویر کا معیار بہتر ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی ریسیور بغیر فلٹر والا ہو تو اس میں فلٹر سسٹم فٹ ہو سکتا ہے جسکا زیادہ سے زیادہ خرچ 100/150 روپے ہوتا ہے۔

س :۔ ڈش کے بارے میں مزید کچھ بتائیے کہ Solid صحیح ہے یا جالی والی؟

ج :۔ اگر کسی ڈش میں جالی استعمال نہ ہوئی ہو تو وہ سالڈ ڈش کہلاتی ہے اور وہ جالی والی سے اچھا رزلٹ دیتی ہے لیکن اس میں نقصان یہ ہے کہ جب آندھی آئے گی تو وہ ہلے گی جس سے رزلٹ خراب ہوگا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اس ڈش کو اڑا لے جائے۔ اس لئے ہم وہ ڈش استعمال کرتے ہیں جو لانگ لائف ہو خواہ رزلٹ قدرے کم ہو۔ باریک جالی والی ڈش بہت اچھا رزلٹ دیتی ہے۔ لیکن اب ایک ایسی ڈش بھی مارکیٹ میں آگئی ہے جو سالڈ ہے اور اس میں ہوا کے دباؤ کم کرنے کے لئے ایک ہول (سوراخ) ہے اس سے ڈش کی کارکردگی میں فرق نہیں پڑتا اور رزلٹ بھی شاندار ہوتا ہے۔ اس کا سٹینڈ بھی ایسا ہے کہ زیادہ سے زیادہ ہوا کے پریشر کو برداشت کر سکتا ہے۔

س :۔ آندھی میں ڈش کو آسمان کی طرف سیدھا کیوں کرتے ہیں؟

ج :۔ یہ سیدھا اس لئے کرتے ہیں تا کہ اس کو آندھی کے نقصان سے بچایا جا سکے۔ اس زاویہ سے آندھی کے راستے میں رکاوٹ کم ہو جاتی ہے۔ اور ڈش کسی نقصان سے محفوظ ہو جاتی ہے۔

س :۔ فائبر (Fiber) ڈش کے بارے میں کچھ بتا دیں؟

ج :۔ اس میں ایلومینیئم کی ایک تہہ ہوتی ہے جو ریفلیکشن کا کام کرتی ہے۔ سالڈ اور فائبر ڈش کا کام تو ایک ہی ہوتا ہے۔ البتہ جہاں گرمی اور آندھیاں زیادہ ہوں وہاں یہ زیادہ دیر نہیں کام دے سکتی۔ زیادہ ٹمپریچر اور تیز ہواؤں میں یہ کارآمد نہیں۔ البتہ ساحل سمندر اور ہوا میں نمی والے علاقوں میں فائبر کی ڈش بہت اچھا رزلٹ دیتی ہے۔ چونکہ فائبر کی ڈش کو زنگ نہیں لگتا اس لئے یہ ایسے علاقوں میں نہایت کامیاب ہے۔

س :۔ اگر ڈش میں سوراخ ہو جائے تو اس کو کس طرح سے درست

کیا جائے؟

ج:- اگر سوراخ ٹیبل ٹینس کے بال کے برابر ہیں تو چند ایک سوراخوں سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا- البتہ اگر اس کی مکمل شکل بدل جائے تو نقصان ہوتا ہے اور رزلٹ خراب ہو جاتا ہے- جالی میں کسی طرح اگر سوراخ ہو جائے تو ہاتھ یا کسی طریق سے اسی جالی کو دوبارہ پریس کر دیں اور پھر کسی باریک تار سے سی دیں کہ وہ مزید پھٹنے نہ پائے-

س:- زنگ لگنے سے یا ڈش کو رنگ کرنے سے رزلٹ میں کوئی فرق آسکتا ہے؟

ج:- ڈش کے لوہے والے حصوں کو اگر زنگ لگ جائے تو اس سے رزلٹ متاثر نہیں ہوتا- بشرطیکہ اس کی شکل خراب نہ ہو- اگر رنگ کرنا ہو تو لوہے کے حصے کو زنگ سے بچانے کے لئے رنگ کرتے ہیں- اور اگر ڈش کو بھی رنگ کریں تو رنگ کرتے وقت احتیاط رکھیں کہ اس کے سوراخ بند نہ ہوں- ڈش انٹینا کی جالی چونکہ سلور کی ہوتی ہے اس لئے اس کو زنگ نہیں لگتا-

س:- ریسور کے متعلق کچھ بتا دیں کہ وہ کسی کمپنی وغیرہ کا ہو اور ایک ریسیور سے زیادہ کنکشن دینے سے کوئی نقصان تو نہیں ہوتا؟

ج:- ایک ریسیور ویسے تو ایک ٹی وی کے لئے ہی کارآمد ہوتا ہے- البتہ محدود فاصلے تک ایک سے زائد ٹی وی چلائے جاسکتے ہیں- ان میں ونر سیٹ (Winner Set) کی آؤٹ پٹ زیادہ بہتر ہے- UHF کا کم فاصلے تک اور VHF زیادہ فاصلے تک اچھا رزلٹ دیتا ہے-

ریسیور اگر زیادہ دیر تک چلتا رہے تو اس سے رزلٹ میں کوئی فرق نہیں پڑتا- بشرطیکہ وہ ہوادار جگہ پر پڑا ہو یعنی کپڑے سے نہ ڈھانپنے کی کوشش کریں اس کو ہوادار جگہ کے قریب رکھا جائے تا کہ وہ زیادہ گرم نہ ہونے پائے-

س:- LNB سے اگر ایک سے زیادہ کنکشن لئے جائیں تو کیا اس سے رزلٹ میں کوئی فرق پڑتا ہے؟

ج:- ایک LNB سے ایک سے زیادہ جتنے چاہیں ریسیور استعمال کر سکتے ہیں- اس سے رزلٹ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا- البتہ آلہ جو تقسیم کر رہا ہے وہ اچھا اور تار اچھی ہونی چاہئے- اور کوشش کریں کہ ایک ہی کوالٹی کے ریسیور اور تار استعمال ہوں- اسی طرح اگر ایک جگہ ریموٹ کنٹرول ریسیور اور ایک جگہ Manual ریسیور ہو گا تو اس سے دونوں کی وولٹیج کو نقصان کا اندیشہ ہے- LNB پاور ڈیوائنڈر کے استعمال میں بھی احتیاط کرنی چاہئے اور دیکھ کر استعمال کرنا چاہئے کیونکہ یہ پاور ڈیوائیڈر مختلف قسموں کے ہوتے ہیں- اچھی قسم کے پاور ڈیوائنڈر آل پاور کو استعمال کرنا چاہئے-

س:- تار کس قسم کی ہونی چاہئے؟

ج:- Coaxal کوایگسیل کیبل جو کہ گول تار ہوتی ہے- یہ سب سے اچھی ہوتی ہے- اور کوایکسل تار کیلئے یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جتنی موٹی ہوگی اتنی ہی پاور فل اور لانگ لائف ہوگی- تار جتنی موٹی ہو اتنی فریکوئنسی آسانی سے گزرتی ہے- ان تاروں میں ایک تار IBM کمپیوٹر وائر ہے- یہ سائز RG.6 اور RG.11 میں ہوتی ہے- ان میں سے RG.11 زیادہ بہتر ہے- اس کے علاوہ ٹائم سیور T.saver امریکن وائر ہوتی ہے جو سائز میں RG.6 کی ہوتی ہے نہایت بہترین کام کرتی ہے اور بہت لانگ لائف ہے اور زیادہ فاصلے تک کارآمد رہتی ہے- آج کل مارکیٹ میں عام ہے- اس کے علاوہ ایک تار TEC 4.5c جاپانی وائر ہے- ان تمام تاروں کے لئے ضروری ہے کہ اصل اور اچھی ہوں-

اسی طرح LNB سے ریسیور تک تار کا فاصلہ کم سے کم ہو کوشش ہو کہ 20 گز سے زیادہ یہ فاصلہ نہ ہو اگر تار اچھی کمپنی کی ہو تو فاصلہ زیادہ بھی ہو سکتا ہے- گول تار کے علاوہ اگر کوئی تار استعمال کریں گے تو وہ کام تو کرے گی لیکن اصول سے ہٹ کے- کیونکہ اس کا کام بہتر نہیں ہو سکتا- ہماری فضا میں بے شمار مختلف قسم کی لہریں گردش کر رہی ہیں- مثلاً ریڈیو، ٹیلی ویژن، سیٹلائیٹ، وائرلیس اور موبائل فون وغیرہ وغیرہ- کوایگسیل تار ان لہروں کے بد اثرات سے بچاتی ہے- اور LNB سے ریسیور تک آنے والے سگنل کو

محفوظ رکھتی ہے۔

س :-ڈش نصب کرنے کیلئے کیسی جگہ کا انتخاب کرنا چاہئے ؟

ج :-ایسی جگہ ہو جہاں سامنے کوئی اونچی بلڈنگ یا درخت یا بجلی کی تاریں نہ ہوں-اس کے قریب ہائی وولٹیج کی تاریں بھی نہ ہوں-مکان کی چھت یا صحن میں ڈش رکھتے وقت احتیاط کریں کہ ڈش سے کم از کم 30,20 فٹ تک کو کسی چیز کی رکاوٹ نہ ہو-غرض یہ کہ ڈش اور سیٹلائیٹ کے درمیان فضاء صاف ہو-اور ڈش پر ہوا کا دباؤ کم از کم ہو یعنی آندھی سے بچاؤ والی جگہ کا انتخاب کریں-ڈش صحن میں رکھیں یا چھت پر رزلٹ میں کوئی فرق نہیں پڑتا-

س :-آجکل LNB کئی قسم کے مارکیٹ میں ہیں تو اصل یا نقل میں کیا فرق ہے ؟

ج :-آجکل مارکیٹ میں کئی قسم کے LNB دستیاب ہیں - لیکن خریدتے وقت اچھی شہرت والی LNB خریدیں جس کا رزلٹ بہتر ہو اور مطلوبہ فریکوئنسی کے مطابق ہو-اگر ڈش اچھی ہے تو LNB اچھا کام کرے گی-LNB کا انتخاب مطلوب فریکونسی کے حساب سے ہو-LNB خریدتے وقت اس کی گارنٹی ضرور حاصل کریں-اور معیاری LNB استعمال کریں-

س :-LNB میں ایک "بسکٹ" نام کی چیز استعمال ہوتی ہے اس کا کیا کام ہے ؟

ج :-یہ فائبر گلاس کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے اور اس کا اصل نام ٹیلیفون ہے-یہ فریکونسی کی پولیرٹی کو درست کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے-لیفٹ ہینڈ پولیرٹی پر چونکہ MTA آتا ہے اس لئے اس کے استعمال نہ کرنے سے رزلٹ تقریباً 40 فیصد کم ہو جائے گا-MTA کے لئے اس کا استعمال بہت ضروری ہے-بسکٹ سے لیفٹ ہینڈ سرکولر اور رائٹ ہینڈ سرکولر کی فریکونسی ریسیور کی جاتی ہے-

س :-بعض دفعہ دیکھا گیا ہے کہ LNB کو ڈھانپا گیا ہوتا ہے اس کا کیا مقصد ہے ؟

ج :-اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ LNB کو گرد و غبار' سورج کی روشنی اور بارش کے پانی وغیرہ سے بچایا جائے-اگر پانی LNB میں داخل ہو جائے گا تو وہ اس کے رزلٹ پر اثر انداز ہو گا-اگر LNB پر کور نصب نہیں ہے اور بارش کے بعد اس رزلٹ میں فرق پڑھ گیا ہے تو سمجھ لیں کہ اس میں پانی داخل ہو گیا ہے-ایسی صورت میں LNB کو کھول کر دھوپ میں خشک کر لیں اور پھر استعمال کریں-

س :-بعض دفعہ بارش کے بعد رزلٹ اچھا ہو جاتا ہے-اس کی کیا وجہ ہے ؟

ج :-یہ اس وجہ سے ہے کہ ڈش پر مٹی کی تہہ بارش سے ختم ہو جاتی ہے-ہماری فضا میں آلودگی زیادہ ہے جو بارش کی وجہ سے کم ہو جاتی ہے-مختلف قسم کے ذرات بارش کے ساتھ زمین کی طرف آجاتے ہیں جس سے رزلٹ اچھا ہو جاتا ہے-

س :-کیا تار کو جوڑا کیا جا سکتا ہے ؟

ج :-اس کے لئے مخصوص جائنٹ استعمال ہوتا ہے-جوڑ میں ٹیپ استعمال نہیں کرنی چاہئے - اور کوشش کریں کہ بغیر جوڑ والی تار استعمال کریں اس سے رزلٹ بہتر رہے گا-

س :-ایک ریسیور سے زیادہ کنکشن دینے کی صورت میں رزلٹ پر فرق آسکتا ہے ؟

ج :-ایک ریسیور سے زیادہ کنکشن دیں گے تو رزلٹ پر فرق پڑے گا اور ریسیور پر بھی بوجھ زیادہ پڑے گا جس سے وہ جلد خراب ہو جائے گا-ایک ریسیور سے دو ٹی وی با آسانی چل سکتے ہیں بصورت دیگر ایمپلی فائر استعمال کرنا چاہئے-ایمپلی فائر سے سگنل بڑھ جاتا ہے جو زیادہ TV چلانے کے لئے ضروری ہے-

س :-دیسی ریسیور کس حد تک کارآمد ہے ؟

ج :-دیسی ریسیور بھی بہت اچھا کام کرتے ہیں-لیکن ان میں ایک کمی یہ ہے کہ یہ بجلی کی بہت زیادہ کمی بیشی کو برداشت نہیں کرتے ان کی تصویر اور آواز جلد متاثر ہوتی ہے-اور ہائی فریکونسی کی وجہ سے بھی ان کے پرزے جلد تبدیل کرنے پڑتے ہیں-

س :- سٹیبلائزر کس حد تک ضروری ہے ؟

ج :- ریسیور کے لئے وولٹیج سٹیبلائزر کا ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ پورے وولٹیج بھی ڈش کے فنکشن اور رزلٹ کو شاندار کرتے ہیں- ریسیور کو وولٹیج پورے ملیں گے تو LNB کو بھی وولٹ پورے جائیں گے جس سے رزلٹ بہتر رہے گا- کم

س :- دن کے مختلف حصوں میں رزلٹ کے تبدیل ہونے کی وجہ کیا ہے ؟

ج :- اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ کچھ سیٹلائٹ اپنی جگہ سے ہلتے (Drifting) رہتے ہیں- جس کی وجہ سے ڈش کو ہلانا پڑتا ہے- عموماً سیٹلائیٹ 36 ہزار کلومیٹر کی دوری پر ہوتے ہیں- چاند کی تاریخوں کے حساب سے کچھ سیٹلائیٹ ہلتے ہیں مگر سارے نہیں- زیادہ تر Russian سیٹلائیٹ ڈرفٹ کرتے ہیں- اب ہمارا موجودہ سیٹلائیٹ ایسا نہیں ہے جو ڈرفٹ کرے یہ نہایت اعلیٰ کوالٹی کا سیٹلائیٹ ہے- جو گلوبل بیم ہے-

ڈش سے متعلق چند احتیاطی تدابیر

1- ڈش کے سٹینڈ کو اچھی طرح مضبوط کریں کنکریٹ وغیرہ سے نٹ بولٹ یار اول بولٹ سے یعنی اس کے سٹینڈ پر مناسب وزن رکھیں تاکہ ہوا یا آندھی سے یہ ملنے نہ پائے-

2- ڈش کے ساتھ بجلی کی کوئی تار نہ باندھیں اور نہ ہی اس کو بجلی کی تاروں کے پاس فٹ کریں-

3- ڈش کے تمام نٹ بولٹ اچھی طرح کس دیں-

4- ڈش پر کسی طرح کا کوئی بوجھ نہ ڈالیں جس سے اس کی Shape میں فرق آئے-

سو فیصد ٹارگٹ خریداری پورا کرنے والے اضلاع

سال کے شروع میں تجنید کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے قائدین اضلاع و ناظمین اطفال کو ماہنامہ خالد و تشحیذ الاذہان کی خریداری کے لئے ٹارگٹ دیئے گئے تھے مندرجہ ذیل اضلاع نے اپنے ٹارگٹ پورے کر لئے ہیں۔ شعبہ اشاعت ان اضلاع کے قائدین، قائدینِ مجالس، ناظمینِ اشاعت و اطفال کا ممنون ہے۔

اللہ تعالیٰ اِس کا بہترین اجر عطا فرمائے اور پہلے سے بہت بڑھ کر خدمت کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے۔ آمین

خالد : ہزارہ ایبٹ آباد، ڈیرہ غازی خان، راجن پور، بھکر، سکھر، حیدر آباد، بدین۔

تشحیذ الاذہان : ہزارہ ایبٹ آباد، مظفر آباد، ربوہ، لاہور، ڈیرہ غازی خان، راجن پور، ملتان، سکھر، خیر پور، حیدر آباد، بدین۔

(مہتمم اشاعت خدام الاحمدیہ پاکستان)

تندرستی ہزار نعمت ہے

اس نعمت کی قدر کریں اور اس کا ایک ذریعہ ورزش ہے

(تحریر: مکرم ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب، نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

گذشتہ دنوں 26,25 سال کی عمر کا ایک نوجوان ہارٹ اٹیک (Heart Attack) سے ہسپتال میں داخل ہوا۔ پوچھنے پر اس نے بتایا کہ بچپن سے اب تک ورزش یا باقاعدہ کھیل کی طرف اس نے کبھی توجہ ہی نہیں کی۔ اسی طرح قریباً 35 سال کے ایک نوجوان نے بتایا کہ وہ دل کا بائی پاس آپریشن کروا چکا ہے۔ ایسی بہت سی مثالیں سامنے آرہی ہیں۔ پہلے پہل 60 سال سے کم عمر کے لوگ شاذونادر ہی کبھی دل کی تکلیف کا شکار ہوا کرتے تھے لیکن اب 30,25 سال کی عمر کے کئی جوان بھی دل کی بیماری میں مبتلا دکھائی دیتے ہیں اور صرف ہارٹ اٹیک ہی نہیں، ہائی بلڈ پریشر، ذیابیطس اور بہت سی دوسری بیماریوں کی شرح ہمارے ہاں روز بروز بڑھتی جارہی ہے۔

دراصل مشینوں کی فراوانی نے اس دور کے اکثر انسانوں کو اس قدر آرام طلب بنادیا ہے کہ اب مشین کے بغیر انہیں چلنا سخت دوبھر معلوم ہوتا ہے۔ بدقسمتی سے وہ حرکت صرف اُسی حد تک کرتے ہیں جس حد تک حرکت کرنا ان کی مجبوری ہے۔ جُوں جُوں جسمانی حرکت میں کمی ہوتی جارہی ہے بہت سے امراض میں اضافہ دکھائی دینے لگا ہے۔ باقاعدہ کھیل یا ورزش نہ کرنا اس کی ایک بڑی وجہ قرار دی جاسکتی ہے۔ ہم تندرست رہنے کے لئے صحت بخش غذا کا تو بسااوقات خیال کرلیتے ہیں لیکن ورزش یا کھیل کی طرف توجہ بہت کم ہے۔ ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بصرہ العزیز کا عملی نمونہ ہمارے سامنے ہے۔ اکثر جانتے ہیں کہ حضور اس عمر میں بھی بڑی باقاعدگی سے سیر کرتے ہیں۔

ورزش کرنے سے جسم پر فوری کیا اثر پڑتا ہے؟

سانس لینے کی رفتار دو سے چار گنا تک بڑھ جاتی ہے۔ سانس لینے کے عمل کے دوران ہوا کی جو مقدار جسم میں داخل ہوتی ہے وہ چھ گنا تک بڑھ جاتی ہے۔ اس طرح پھیپھڑے زیادہ آکسیجن جسم کے اندر لے جاتے ہیں جو خُون میں شامل ہوجاتی ہے۔

دل کے دھڑکنے کی رفتار تیز ہوجاتی ہے اور دل کی ہر حرکت کے ساتھ خُون آگے پہنچتا ہے۔ اس طرح اچھی ورزش کے دوران دل قریباً پانچ گنا زیادہ خون جسم میں پمپ کرتا ہے اور یہ زیادہ آکسیجن ملا خون عضلات کو پہنچنے لگتا ہے۔

عضلات کو خون مہیا کرنے والی شریانیں ورزش کے دوران پھیل جاتی ہیں اور خُون کی گردش قریباً 25 سے 30 گنا زیادہ ہوجاتی ہے۔ اس طرح خُون سے آکسیجن حاصل کرنے اور غذائی اجزا جذب کرنے کا کام عضلات زیادہ مستعدی سے سرانجام دینے لگتے ہیں۔

ورزش کرنے کے فوائد کیا ہیں؟

☆ جسم تندرست، متناسب، مضبوط اور توانا رہتا ہے۔

☆ دل کو صحت مند اور مضبوط رکھنے کے لئے ورزش نہایت مفید کردار ادا کرتی ہے۔

☆باقاعدہ ورزش کرنے کے نتیجہ میں دل کو اپنا روزمرہ کام کرنے کے لئے زیادہ مشقت نہیں کرنی پڑتی۔

☆سانس لینے کا عمل بہتر ہو جاتا ہے۔

☆عضلات بھی زیادہ مضبوط ہوتے ہیں۔

☆آنتوں کی حرکت اور نظام ہضم زیادہ بہتر ہونے سے غذا صحیح طرح ہضم ہوتی اور جزو بدن بنتی ہے۔

☆باقاعدہ ورزش کرنے سے جسم کا وزن حد سے زیادہ نہیں بڑھتا اور موٹاپا کم ہو جاتا ہے۔

☆ورزش کرنے والے رات کو زیادہ بہتر اور آرام کی نیند سو سکتے ہیں۔

☆ورزش اعصابی تناؤ کو برداشت کرنے کی اہلیت اور تفکرات اور پریشانیوں کا سامنا کرنے کی قابلیت بڑھاتی ہے۔

☆ورزش ایسی توانائی مہیا کرتی ہے جس کے ذریعہ اپنی دلچسپی کے دوسرے بہت سے کام باآسانی کئے جاسکتے ہیں اور انسان خدا تعالیٰ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو سکتا ہے۔

☆ورزش کرنے والے جسمانی اور ذہنی طور پر خود کو نسبتاً جوان 'توانا' چاق و چوبند اور جیتا جاگتا محسوس کرتے ہیں۔

☆ باقاعدہ ورزش کرنے والوں میں بیماریوں کے خلاف قوت مدافعت بڑھ جاتی ہے جس کے نتیجہ میں کئی خطرناک بیماریاں مثلاً ہارٹ اٹیک ' فالج وغیرہ لاحق ہونے کا خطرہ کم ہو جاتا ہے۔ اور خدانخواستہ بیماری آجانے کی صورت میں اس پر قابو پانا بھی نسبتاً آسان ہوتا ہے۔ مثلاً ورزش کرنے سے جسم کے بلڈ پریشر میں کمی ' شوگر میں کمی اور اسی طرح کولیسٹرول میں کمی ہونے لگتی ہے۔

ورزش کس عمر میں کی جاسکتی ہے؟

ورزش ہر عمر کا شخص کر سکتا ہے۔ بچپن میں شروع کر دیں تو سب سے بہتر ہے۔ سکول میں پی ٹی اور کھیلوں میں معین وقت کے لئے باقاعدہ شامل ہونا بہت اچھی بات ہے۔ اس طرح مجلس کے تحت جہاں جہاں انتظام ہو شام کے وقت وہاں یا دیگر قریبی مقامات پر کھیلوں میں شمولیت کرنا نہایت فائدہ مند ہے۔ کھیلوں میں شریک ہونے والے بچوں کی صحت دوسروں کی نسبت یقیناً زیادہ بہتر ہوگی۔

نوجوانوں کو چاہئے کہ اگر پہلے کسی وجہ سے ورزش یا کھیل کی طرف توجہ نہیں کر سکے تو اب ہی باقاعدگی سے شروع کر دیں۔

بڑی عمر میں بھی کوئی مناسب ورزش شروع کی جاسکتی ہے۔ البتہ ہر شخص کو اپنے مناسب حال ورزش کا انتخاب کرنا چاہئے۔ مثلاً اگر گھٹنے میں تکلیف ہو تو ہاتھوں اور بازوؤں سے زیادہ ورزش کی جاسکتی ہے مثلاً Rowing یعنی کشتی رانی۔

جو لوگ شروع سے ورزش نہیں کرتے رہے اگر ورزش کرنے کا فیصلہ کر لیں تو شروع کرنے سے پہلے ڈاکٹر سے اپنے لئے موزوں ورزش کے انتخاب کے سلسلہ میں ضرور مشورہ کر لیں۔

کیسی ورزش کرنی مفید ہے؟

ورزش اکیلے بھی کی جاسکتی ہے مثلاً جوگنگ (یعنی کچھ وقفے سے تیز چلنا یا دوڑنا) تیراکی ' سائیکل سواری ' گھڑ سواری ' رسی کودنا وغیرہ۔ اور اجتماعی کھیل میں بھی حصہ لیا جاسکتا ہے مثلاً فٹ بال ' باسکٹ بال ' والی بال ' بیڈ منٹن ' ٹیبل ٹینس ' سکواش ' بازی ' میرو ڈبہ وغیرہ۔ لیکن کسی کھیل کا انتخاب کرتے ہوئے اپنی پسند اور حالات کے علاوہ یہ بھی دیکھ لینا چاہئے کہ وہ مندرجہ ذیل اغراض کو کس حد تک پورا کرتی ہے۔

1- جسم اور اعصاب کی طاقت بڑھاتی اور جسم میں پھرتی پیدا کرتی ہے۔

2- عقل کو تیز کر کے ذہن کو فائدہ پہنچاتی ہے۔

4- عملی زندگی میں کام آتی ہے-

ایسی کھیل جو ان چاروں اغراض کو پورا کرتی ہو صرف ورزش یا کھیل ہی نہیں رہے گی بلکہ اسے اعلیٰ درجہ کی تعلیم قرار دیا جاسکتا ہے-

ورزش کرنے کا وقت

اجتماعی کھیلیں تو انتظامیہ اور دوسرے کھلاڑیوں کی سہولت کے مطابق ہی کھیلی جاسکتی ہیں لیکن انفرادی کھیل/ورزش کے لئے دن کا کوئی بھی وقت مقرر کیا جاسکتا ہے-

صبح ناشتے سے کچھ پہلے یا شام کا وقت ورزش کے لئے زیادہ موزوں سمجھا جاتا ہے لیکن اگر سارا دن وقت نہ مل سکے تو رات کو بھی کھیل یا ورزش کی جاسکتی ہے- البتہ کھانے کے فوراً بعد ورزش نہیں کرنی چاہئے- اسی طرح بیماری مثلاً نزلہ زکام وغیرہ کی صورت میں بھی احتیاط بہتر ہے- کسی نوعیت کے دائمی مریض کو بہت گرم یا بہت سرد موسم میں بھی ورزش نہیں کرنی چاہئے-

ورزش کے وقت میں آہستہ آہستہ اضافہ کرنا چاہئے ایک دم زیادہ ورزش شروع کر دینا مناسب نہیں- ایک دن میں 30,25 منٹ اچھی ورزش کرنا صحت کے لئے کافی ہے-

اگر ورزش کے دوران کھچاؤ یا درد محسوس ہو یا سانس بہت پھول جائے تو ورزش میں اضافہ نہیں کریں اور، خصوصاً بڑی عمر کے فرد کو رک جانا چاہئے اور ڈاکٹر سے مشورہ کر لینا مفید ہوگا-

ورزش شروع کیسے کریں؟

☆ ورزش اگر انفرادی ہو تب بھی اپنے کسی قریبی عزیز یا دوست کو ساتھ شامل کر کے آپ اس پروگرام کو زیادہ پُرکشش، پُرلطف اور قابل عمل بنا سکتے ہیں-

☆ ورزش یا کھیل کے لئے مہنگے مخصوص لباس کی ضرورت نہیں- صرف یہ بات یاد رکھیں کہ کپڑے ڈھیلے ڈھالے اور آرام دہ ہوں- اور جوتے ایسے ہوں جو آپ کے پاؤں کو اچھی طرح سپورٹ Support کریں-

☆ کسی بھی سخت کھیل مثلاً تیز دوڑنے یا ٹینس وغیرہ کھیلنے سے فوراً پہلے جسم کو Warm Up یعنی گرم کر لیں- مثلاً ایک ہی جگہ پر کھڑے کھڑے چند منٹ دوڑیں- اس طرح آپ کا جسم گرم ہو جائے گا اور آپ کو ورزش کرنے میں آسانی ہوگی-

☆ حقیقت پر مبنی پروگرام بنائیں لیکن اگر شروع شروع میں پوری کامیابی نہ بھی حاصل ہو رہی ہو تو حوصلہ ہرگز نہ ہاریں- بلکہ اپنے پروگرام پر نظر ثانی کر لیں اور جلد سے جلد دوبارہ کوشش کریں-

☆ اگر آپ خود کو اس قدر مصروف خیال کرتے ہیں کہ ورزش کے لئے علیحدہ وقت نکالنا محال ہے تو سر دست اتنا شائد ضرور کر سکیں کہ مثلاً کام پر جاتے ہوئے یا بازار جاتے ہوئے اپنے روزمرہ معمول کے اندر کچھ تیز پیدل چلنا شامل کر لیں- یہ بھی آپ کے لئے کسی حد تک مفید ثابت ہو سکتا ہے-

انتخاب منظوم کلام حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

اِک نمونہ قہر کا ہو گا وہ ربّانی نشاں

اِک نشاں ہے آنے والا آج سے کچھ دن کے بعد
جس سے گردش کھائیں گے دیہات و شہر اور مرغزار

آئے گا قہرِ خدا سے خلق پر اِک انقلاب
اِک برہنہ سے نہ یہ ہو گا کہ تا باندھے ازار

یک بیک اِک زلزلہ سے سخت جنبش کھائیں گے
کیا بشر اور کیا شجر اور کیا حجر اور کیا بحار

اِک جھپک میں یہ زمیں ہو جائے گی زیر و زبر
نالیاں خوں کی چلیں گی جیسے آبِ رود بار

رات جو رکھتے تھے پوشاکیں برنگِ یاسمن
صبح کر دے گی انہیں مثلِ درختانِ چنار

ہوش اُڑ جائیں گے اِنساں کے پرندوں کے حواس
بھولیں گے نغموں کو اپنے سب کبوتر اور ہزار

خون سے مُردوں کے کوہستان کے آبِ رواں
سُرخ ہو جائیں گے جیسے ہو شرابِ انجبار

مضمحل ہو جائیں گے اس خوف سے سب جنّ و اِنس
زار بھی ہو گا تو ہو گا اس گھڑی باحالِ زار

اِک نمونہ قہر کا ہو گا وہ ربّانی نشاں
آسماں حملے کرے گا کھینچ کر اپنی کٹار

ہاں نہ کر جلدی سے انکار اے سفیہِ ناشناس
اس پہ ہے میری سچائی کا سبھی دار و مدار

وحیٔ حق کی بات ہے ہو کر رہے گی بے خطا
کچھ دنوں کر صبر ہو کر متقی اور بُردبار

یہ گماں مت کر کہ یہ سب بدگمانی ہے معاف
قرض ہے واپس ملے گا تجھ کو یہ سارا اُدھار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۲۰)

آسماں حملے کرے گا کھینچ کر اپنی کٹار

عالمگیر جنگوں کی ہولناک تباہیاں ـــــ اور عافیت کا ایک حصار

(تحریر مکرم محمود احمد اشرف صاحب استاذ جامعہ احمدیہ)

"اصل بات یہ ہے کہ نبی عذاب کو نہیں لاتا بلکہ عذاب کا مستحق ہو جانا اتمام حجت کے لئے نبی کو لاتا ہے"

(تجلیات الٰہیہ صفحہ ۸ روحانی خزائن جلد اوّل ۲۰ صفحہ نمبر ۴۰۰)

"اگر میں نہ آیا ہوتا تو ان بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی، پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے ظاہر ہو گئے" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۶)

پہلی جنگ عظیم جس کا آغاز ۱۹۱۴ء میں ہوا جس وسیع پیمانے پر لڑی گئی اور جس قدر افراد اس جنگ میں کام آئے اس کی کوئی مثال تاریخ عالم میں اس سے پہلے نہیں ملتی۔ اگرچہ یہ جنگ بنیادی طور پر یورپ اور ایشیاء کوچک میں لڑی گئی مگر در حقیقت ہر براعظم کے لوگ اس میں شامل ہوئے۔ جنگ کے نتیجہ میں یورپ کا نقشہ بالکل بدل گیا۔

۱۹۱۴ء تک یورپ میں سیاسی، علاقائی اور اقتصادی رقابتوں کی بنیاد پر دو محاذ تھے۔ وسطی یورپ میں جرمنی اور اسکے ساتھی ممالک آسٹریا اور ہنگری تھے۔ اٹلی بھی جو فرانس اور روس کی جانب سے حملوں سے خائف تھا جرمنی کا حلیف بن گیا تھا۔ برطانیہ روایتی طور پر اس سیاسی کشمکش سے کچھ الگ تھلگ تھا مگر وہ جرمنی کی صنعتی ترقی اور بحری فوجی قوت میں اضافہ اور اس کے توسیع پسندانہ عزائم کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھتا تھا۔ اور ۱۹۰۴ء سے وہ جرمنی مخالف ممالک کے ساتھ وابستہ تھا۔

جنگ کی فوری وجہ آسٹریا کے بادشاہ کا ایک سرب کے ہاتھوں قتل بن گئی۔ آسٹریا نے جب سربیا کو حملے کی دھمکی دی تو انھوں نے روس سے مدد مانگی۔ جرمنی نے حملے کے خطرے کے پیش نظر روس اور فرانس کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ جرمنی کی فوجیں جب حملے کے لئے بیلجیم میں سے گزریں تو اگرچہ بیلجیم ایک غیر جانبدار ملک تھا (مگر فرانس اور برطانیہ نے اسے آزادی کی ضمانت دی ہوئی تھی) مگر اس نے جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ اب ایک طرف اتحادی ممالک برطانیہ، فرانس، بیلجیم اور روس تھے اور دوسری طرف محوری طاقتیں یا وسطی یورپ کی طاقتیں آسٹریا، جرمنی، ہنگری، ترکی تھے۔

یوں یورپ ایک ایسی جنگ میں مبتلا ہوا جو چار سال تک جاری رہی۔ اس جنگ میں جانی نقصان کا کبھی معین علم نہیں ہو سکے گا مگر ایک اندازے کے مطابق دو کروڑ افراد اس میں ہلاک ہوئے۔

دوسری جنگ عظیم

جس میں قریباً پانچ کروڑ انسان ہلاک ہوئے

ستمبر ۱۹۳۹ء سے ستمبر ۱۹۴۵ء تک وہ ہولناک عالمی جنگ لڑی گئی جسے دوسری جنگ عظیم کہتے ہیں۔ یہ جنگ قریباً ہر براعظم اور ہر بڑے سمندر میں لڑی گئی۔ اور اس میں قریباً پانچ کروڑ انسان ہلاک ہوئے۔

جنگ عظیم اوّل کی طرح اس جنگ کا آغاز بھی یورپ سے ہوا۔ جرمنی نے ہٹلر کی قیادت میں ایک بار پھر سر اٹھایا اور جنگ عظیم اوّل میں جو نوآبادیاں اس کے ہاتھ سے جاتی رہی تھیں ان کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ جنگ کا آغاز یکم ستمبر ۳۹ء کو ہوا جب جرمنی نے پولینڈ پر اپنے علاقے واپس لینے کے لئے حملہ کر دیا۔ برطانیہ اور فرانس نے جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا مگر عملاً پولینڈ کی کچھ مدد نہ کر سکے۔ روس جرمن نازیوں کی طاقت کو دیکھتے ہوئے اور برطانیہ اور فرانس کی بے بسی دیکھتے ہوئے جرمنی سے خائف تھا چنانچہ سٹالن نے جرمنی کے ساتھ عدم جارحیت کا ایک معاہدہ کر لیا جس سے اس کا مقصد جرمنی کے ساتھ جنگ کی تیاری کے لئے کچھ وقت حاصل کرنا تھا جو اس کے خیال میں ناگزیر تھی۔ چنانچہ جرمنی نے پولینڈ پر مشرق کی جانب سے فوج کشی کی تو روس نے مغرب کی طرف سے حملہ کیا نتیجۃً پولینڈ کی آبادی کا مکمل طور سے خاتمہ ہو گیا۔

دراصل عدم جارحیت کے معاہدے میں ہی پولینڈ کی تقسیم کا خفیہ معاہدہ بھی شامل تھا۔ کچھ وقفے کے بعد جرمنی نے ڈنمارک 'ناروے اور پھر ہالینڈ' بلجیم اور فرانس پر حملہ کیا اور کامیابی حاصل کی۔ فرانس نے ہتھیار ڈال دیئے اور وہاں جرمنی کی حکومت قائم ہو گئی۔ ہٹلر کی فتوحات کے اس سلسلے کو روکنے والی اس کی پہلی شکست برطانیہ پر فضائی حملہ کی ناکامی تھی۔ تاہم جرمنی کی فتوحات سے حوصلہ پا کر اٹلی نے بھی برطانیہ پر جون ۱۹۴۰ء میں حملہ کر دیا تاکہ وہ محوری طاقتوں کے باہمی معاہدے کی شرائط کو پورا کر سکے۔ مگر اٹلی کی یونان اور شمالی افریقہ میں شکست کے باعث ہٹلر وہاں بھی جرمن فوج بھیجنے پر مجبور ہو گیا۔ اس طرح جرمنی کو وہاں بھی فتوحات حاصل ہوئیں۔

ان حالات میں جاپان بھی جنگ میں کود پڑا اور اس نے بحر الکاہل میں امریکی بیڑے پر حملہ کر دیا۔ ادھر ہٹلر نے امریکہ کے خلاف بھی اعلان جنگ کر دیا۔

جنگ کا آخری حصہ سب زیادہ ہولناک ثابت ہوا۔ جب امریکہ نے جاپان کی پیش قدمی روکنے کے لئے پہلے ہیروشیما اور پھر ناگاساگی پر ایٹم بم گرایا جس سے علی الترتیب اندازاً 80 ہزار اور اندازاً 35 ہزار افراد آن واحد میں ہلاک ہو گئے۔ یہ پہلے ایٹم بم تھے جو آبادی پر گرائے گئے۔ جس کے بعد جاپان نے شکست قبول کر لی اور جنگ عظیم دوئم کا اختتام ہوا۔

۱۹۰۵ء میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے وحی الٰہی مذکور "زلزلہ" کے لفظ کی تفسیر و توضیح کرتے ہوئے جو فرمایا وہ عین عالمی جنگوں کا نقشہ ہی تو تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ۔

"خدا تعالیٰ کی وحی میں زلزلہ کا بار بار لفظ ہے اور فرمایا کہ ایسا زلزلہ ہو گا جو نمونہ قیامت ہو گا۔ بلکہ قیامت کا زلزلہ اس کو کہنا چاہئے جس کی طرف سورۃ اذازلزلت الارض زلزالہا اشارہ کرتی ہے۔ لیکن میں ابھی تک اس زلزلہ کے لفظ کو قطعی یقین کے ساتھ ظاہر پر جما نہیں سکتا۔ ممکن ہے یہ معمولی زلزلہ نہ ہو بلکہ کوئی اور شدید آفت ہو جو قیامت کا نظارہ دکھلاوے جس کی نظیر کبھی اس زمانے نے نہ دیکھی ہو اور جانوں اور عمارتوں پر سخت تباہی آوے۔ ہاں اگر ایسا فوق العادت نشان ظاہر نہ ہو اور لوگ کھلے طور پر اپنی اصلاح بھی نہ کریں تو اس صورت میں میں کاذب ٹھہروں گا......" (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۵۱ حاشیہ)

تیسری عالمگیر جنگ اور ایک حرف انتباہ

امام الزمان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر مذکورہ بالا دونوں جنگوں کے متعلق دنیا کو پہلے سے خبردار فرمایا - نیز آپ نے آئندہ رونما ہونے والی عالمگیر جنگ کی خبر بھی دی - سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ۱۹۶۷ء میں اپنے دورہ یورپ کے دوران لنڈن میں خطاب کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ملنے والی ان اخبار کے مطابق دنیا کو ایک بار پھر متنبہ کرتے ہوئے فرمایا -

"پہلی جنگ عظیم کے متعلق آپ نے فرمایا تھا کہ دنیا سخت گھبرا جائیگی' مسافروں کے لئے وہ وقت سخت تکلیف کا ہوگا' ندیاں خون سے سرخ ہو جائیں گی' یہ آفت یکدم اور اچانک آئے گی' اس صدمہ سے جوان بوڑھے ہو جائیں گے' پہاڑ اپنی جگہوں سے اڑ جائیں گے' بہت سے لوگ اس تباہی کی ہولناکیوں سے دیوانے ہو جائیں گے' یہی زمانہ زار روس کی تباہی کا ہوگا - اس زمانے میں کمیونزم کا بیج دنیا میں بویا جائیگا' جنگی بیڑے تیار رکھے جائیں گے اور خطرناک سمندری لڑائیاں لڑی جائیں گی - حکومتوں کا تختہ الٹ دیا جائیگا' شہر قبرستان بن جائیں گے -

اس تباہی کے بعد ایک اور عالمگیر تباہی آئے گی جو اس سے وسیع پیمانے پر ہوگی اور زیادہ خوفناک نتائج کی حامل ہوگی' وہ دنیا کا نقشہ پھر بدل دے گی اور قوموں کے مقدر کو نئی شکل دے دیگی - کمیونزم بہت زیادہ قوت حاصل کرلے گی اور اپنی مرضی منوانے کی طاقت اس میں پیدا ہو جائے گی اور وسیع و عریض رقبہ پر پھیل جائیگی -

چنانچہ ایسا ہی ہوا مشرقی یورپ کے بہت سے حصے کمیونسٹ ہو گئے اور چین کے ستر کروڑ باشندے بھی اسی راستے پر چل پڑے اور ایشیا اور افریقہ کی ابھرتی ہوئی قوموں میں کمیونزم کا اثر و نفوذ بہت بڑھ گیا - دنیا دو متحارب گروہوں میں منقسم ہو گئی جن میں سے ہر ایک جدید ترین جنگی ہتھیاروں سے لیس اور اس بات کے لئے تیار ہے کہ انسانیت کو موت اور تباہی کی بھڑکتی ہوئی جہنم کی طرف دھکیل دے -

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک تیسری جنگ کی بھی خبر دی ہے جو پہلی دونوں جنگوں سے زیادہ تباہ کن ہوگی - دونوں مخالف گروہ ایسے اچانک طور پر ایک دوسرے ٹکرائیں گے کہ ہر شخص دم بخود رہ جائے گا - آسمان سے موت اور تباہی کی بارش ہوگی اور خوفناک شعلے زمین کو اپنی لپیٹ میں لے لینگے - نئی تہذیب کا قصر عظیم زمین پر آرہیگا - دونوں متحارب گروہ یعنی روس اور اس کے ساتھی اور امریکہ اور اس کے دوست ہر دو تباہ ہو جائیں گے - ان کی طاقت ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیگی - ان کی تہذیب و ثقافت برباد' ان کا نظام درہم برہم ہو جائے گا - بچ جانے والے حیرت اور استعجاب سے دم بخود اور ششدر رہ جائیں گے -

روس کے باشندے جلد اس تباہی سے نجات پائیں گے اور بڑی وضاحت سے پیش گوئی کی گئی ہے کہ اس ملک کی آبادی پھر جلدی بڑھ جائے گی اور وہ اپنے خالق کی طرف رجوع کریں گے اور ان میں کثرت سے اسلام پھیلے گا اور وہ قوم جو زمین سے خدا کا نام اور آسمان سے اس کا وجود مٹانے کی شیخیاں بھگار رہی ہے ' وہی اپنی گمراہی کو جان لے گی اور حلقہ بگوشِ اسلام ہو کر اللہ کی توحید پر پختگی سے قائم ہو جائے گی -" (امن کا پیغام اور ایک حرف انتباہ صفحہ 10,9)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے کچھ ہی عرصہ قبل تیسری عالمی جنگ کی متعلق انذار کرتے ہوئے فرمایا:-

"اور مجھے ڈر ہے کہ ان کو جو جرائم کی توفیق مل رہی تھی جلدی جلدی یعنی پچھلی جنگ عظیم کے بعد انہوں نے کافی سبق سیکھے Morality پہ زور دیا- Racism کے خلاف بہت مہمات چلائی گئیں اور ان کے حقوق پر غیر معمولی محنت کی- اور جب سے Russia کا Collapse ہوا ہے اتنی جلدی یہ سبق بھلانے لگے ہیں کہ شاید ہی دنیا کی تاریخ میں کسی قوم نے اتنی محنت سے کمائے ہوئے سبق اتنی آسانی سے بھلا دیئے ہوں- یہ ڈر والی بات ہے- اس سے پتہ چل رہا ہے کہ ضرور وقت قریب آرہا ہے-" (روزنامہ الفضل ۱۲ ستمبر ۹۸)

لیکن تیسری جنگ عظیم کے بڑھتے خطرات کے ساتھ ساتھ ایک خوشخبری بھی امام وقت نے ہمارے لئے عطا فرمائی ہے- مورخہ ۶ مارچ ۱۹۹۸ء کو فرانسیسی احباب کے ساتھ پروگرام ملاقات میں اس سوال کا کہ 'تیسری جنگ عظیم کے دوران احمدیوں کا کیا بنے گا' جواب دیتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ انشاء اللہ خدا تعالیٰ انہیں بچا لے گا اور ان کے ذریعے "دین حق" کا بول بالا ہو گا-

انتخاب از منظوم کلام حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ

آگ ہے پر آگ سے وہ سب بچائے جائیں گے

اِک ضیافت ہے بڑی اے غافلو کچھ دن کے بعد
جس کی دیتا ہے خبر فرقاں میں رحماں بار بار

فاسقوں اور ظالموں پر وہ گھڑی دشوار ہے
جس سے قیمہ بن کے پھر قیمہ کا دیکھیں گے بگھار

وحیٔ حق کے ظاہری لفظوں میں ہے وہ زلزلہ
لیک ممکن ہے کہ ہو کچھ اَور ہی قسموں کی مار

یہ جو طاعوں ملک میں ہے اس کو کچھ نسبت نہیں
اس بلا سے وہ تو ہے اِک حشر کا نقش و نگار

وقت ہے توبہ کرو جلدی مگر کچھ رحم ہو
سُست کیوں بیٹھے ہو جیسے کوئی پی کر کوکنار

وہ تباہی آئے گی شہروں پہ اور دیہات پر
جس کی دُنیا میں نہیں ہے مثل کوئی زینہار

وہ جو تھے اُونچے محل اور وہ جو تھے قصرِ بریں
پست ہو جائیں گے جیسے پست ہو اک جائے غار

ایک ہی گردش سے گھر ہو جائیں گے مٹی کا ڈھیر
جس قدر جانیں تلف ہوں گی نہیں ان کا شمار

کب یہ ہوگا؟ یہ خدا کو علم ہے پر اس قدر
دی خبر مجھ کو کہ وہ دن ہوں گے ایامِ بہار

سخت ماتم کے وہ دن ہوں گے مصیبت کی گھڑی
لیک وہ دن ہوں گے نیکوں کے لئے شیریں ثمار

آگ ہے پر آگ سے وہ سب بچائے جائیں گے
جو کہ رکھتے ہیں خدائے ذوالعجائب سے پیار

آسماں پر ان دنوں قہرِ خدا کا جوش ہے
کیا نہیں تم میں سے کوئی بھی رشید و ہونہار

غریب پرور، مسکین صفت، اعلیٰ درجہ کے متبحر عالم اور عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت سیّد میر محمد اسحٰق صاحبؓ

(مکرم سیّد قمر سلیمان صاحب)

حضرت اماں جان سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ کے سب سے چھوٹے بھائی، حضرت میر ناصر نواب صاحب کے صاحبزادے اور جماعت میں حضرت اماں جان کے رشتہ کی وجہ سے چھوٹے ماموں جان کہلانے والے متبحر عالم حضرت میر محمد اسحاق صاحب اپنی خود نوشت سوانح میں فرماتے ہیں۔

خود نوشت سوانح

"میری پیدائش ۸ ستمبر ۱۸۹۰ء کو بمقام لدھیانہ ہوئی۔ جہاں حضرت والد مرحوم سرکاری ملازم تھے۔ غالباً ۱۸۹۴ء کے بعد سے مستقل سکونت قادیان میں ہے۔ قیام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں آپ کے "الدار" میں تھا۔ بچپن سے ۱۸ سال تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے روز و شب کے حالات مشاہدہ میں آئے۔ اور اب تک قریباً اسی طرح ذہن میں محفوظ ہیں۔ گورداسپور، بٹالہ، لاہور، سیالکوٹ اور دہلی کے سفروں میں ہمرکاب ہونے کا فخر حاصل ہے۔ آخری بیماری کی ابتدا سے وصال تک حضرت (........) کے پاس رہا۔ حضور نے متعدد مرتبہ مجھ سے لوگوں کے خطوط کے جوابات لکھوائے۔ حقیقۃ الوحی کا مسودہ مختلف جگہوں سے فرماتے گئے اور میں لکھتا گیا۔ روزانہ سیر میں آپ کے ساتھ جاتا اور جانے کے اہتمام مثلاً قضاء حاجت و وضو کا انصرام اور ہاتھ میں رکھنے کی چھڑی تلاش کر کے دینے سے سینکڑوں دفعہ مشرف ہوا۔ آپ کی کتابوں میں بیسیوں جگہ میرا ذکر ہے۔ آپ کے بہت سے نشانوں کا عینی گواہ ہوں اور بہت سے نشانوں کا مورد بھی ہوں۔ جن دنوں حضور باہر مہمانوں کے ساتھ کھانا کھایا کرتے تھے۔ دونوں وقت میں بھی شریک ہوتا تھا۔ مجھے یاد ہے ہم عربی میں اسقنی الماء کہہ کر پانی مانگا کرتے تھے۔ نہائت چھوٹی عمر سے اب تک حضور کے دعاوی پر ایمان ہے۔ آپ کے وصال کے بعد حضرت مولوی نور الدین صاحب کو دل سے......اور سچا خلیفہ تسلیم کیا۔ حضرت خلیفہ اول سے بچپن سے نہائت بے تکلفی اور محبت و پیار کا تعلق تھا۔ ان کی وفات پر سچے دل سے صاحبزادہ محمود احمد صاحب کو خلیفہ ثانی سمجھا اور سمجھتا ہوں۔ باقاعدہ اور بے قاعدہ مولوی عبدالکریم صاحب، حافظ روشن علی صاحب، مولوی سرور شاہ صاحب، مولوی محمد اسماعیل صاحب اور حضرت خلیفہ اول سے عربی علوم پڑھنے کی کوشش کی۔ ۱۹۱۰ء میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۱۲ء میں صدر انجمن احمدیہ قادیان کی ملازمت میں داخل ہوا۔ جامعہ احمدیہ کے قیام سے قبل مدرسہ احمدیہ میں مدرس تھا۔ اب جامعہ احمدیہ میں پڑھاتا ہوں۔ اس ملازمت کے علاوہ بعض اور کام بھی خلافت ثانیہ میں سلسلہ کے انجام دینے کی کوشش کرتا رہتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وجود سے جو شرف حاصل ہوئے وہ اس لئے لکھے ہیں کہ ابتدا اچھی ہے۔ پڑھنے والے دعا کریں کہ انتہا بھی ایسی اچھی ہو کہ

عروسی بود نوبت ماتحت
اگر بر نکوئی بود خاتمت

(الفرقان ستمبر اکتوبر ۱۹۶۱ء، صفحہ ۵۰-۴۹ "جامعہ احمدیہ" قادیان سالنامہ دسمبر ۱۹۳۰ صفحہ ۷۴)

حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئیوں کے مصداق

جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے۔ حضرت میر صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض پیشگوئیوں کے مورد بھی تھے اور بچپن میں ایک دفعہ جب آپ بیمار ہو گئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپ کی شفایابی کی خوشخبری دی گئی جس کا ذکر حضور کے الفاظ میں اس طرح ہے۔

"میاں محمد اسحاق حضرت میر ناصر نواب صاحب کا چھوٹا صاحبزادہ بیمار تھا۔ ڈاکٹر صاحب کی رائے میں حالت اچھی نہ تھی۔ میں نے دعا کی۔ اور دعا کی اصل وجہ تو شماتت اعدا تھی۔ ورنہ اولاد ہو یا کوئی اور عزیز موت فوت تو ساتھ ہی ہے۔ غرض جب میں دعا کر رہا تھا تو یہ الہام ہوا۔ سلام قولا من رب رحیم یہ خدا کا رحم ہے، کوئی بھی اس سے ڈر نہیں"

(تذکرہ ایڈیشن دوم صفحہ ۵۴۵-۵۴۴)

آپ کی شادی کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک رؤیا دیکھا جس کا ذکر تذکرہ میں اس طرح ہے۔

"روز دو شنبہ عید الاضحیٰ حضرت اقدس نے رویاء میں دیکھا کہ میاں محمد اسحاق پسر میر ناصر نواب صاحب اور صالحہ بی بی بنت صاحبزادہ منظور محمد کے باہمی تعلق نکاح کی تیاری ہو رہی ہے۔"

(تذکرہ ایڈیشن دوم صفحہ ۵۸۸)

چنانچہ اسی روز بیت اقصیٰ قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی موجودگی میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے دونوں کا نکاح پڑھوایا۔ حضرت پیر منظور محمد صاحب مولف قاعدہ یسرنا القرآن حضرت صوفی احمد جان صاحب (جو لدھیانہ کے مشہور صوفی بزرگ تھے اور جن کے مکان پر پہلی بیعت ہوئی) صاحبزادے تھے۔ حضرت میر صاحب کی شادی پر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی نے ۱۹۰۶ء میں نظم تحریر فرمائی جس کے اشعار کچھ اس طرح سے ہیں۔

میاں اسحاق کی شادی ہوئی ہے آج اے لوگو
ہر اک منہ سے یہی آواز آتی ہے مبارک ہو
دعا کرتا ہوں میں بھی ہاتھ اٹھا کر حق تعالیٰ سے
کہ اپنی خاص رحمت سے وہ اس شادی میں برکت دے

اوصاف حمیدہ اور خدمات سلسلہ

میر صاحب کے اوصاف میں ایک عمدہ استاد، دور اندیش منتظم، بہترین مناظر اور اچھے ادیب کی خوبیاں بہت نمایاں تھیں۔ بطور استاد شاگردوں میں بہت مقبول تھے اور بیت اقصیٰ میں جب درس حدیث دیتے تھے تو سننے والے محسوس کرتے کہ جیسے وہ آنحضور ﷺ کے زمانے میں پہنچ گئے ہیں۔ آپ کے درس میں حضور ﷺ کا ذکر کرتے وقت فرط محبت سے رقت طاری ہو جاتی اور تمام سننے والوں کے سینے میں یہی جذبات موجزن ہوتے۔

مناظروں میں نہایت منطقی طریق پر بحث کرتے اور مخالف کو درست استدلال کے ذریعہ قابو رکھتے۔ منتظم ہونے کی حیثیت میں آپ نے لنگر خانے کا انتظام خلافت ثانیہ کے آغاز سے نہایت عمدگی سے سنبھالا۔ لنگر خانے میں سالانہ ڈیڑھ لاکھ کے قریب مہمان آتے جاتے رہتے تھے اور مالی حالات بھی بہت اچھے نہیں تھے۔ پھر بھی آپ ہر مہمان کو نہایت خوش خلقی کے ساتھ ذاتی توجہ دیتے۔ حضرت حافظ معین الدین صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رفیق تھے اور نابینا تھے۔ لنگر خانے سے کھانا کھایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ بہت پتلی دال ان کو ملی تو وہ حضرت میر صاحب کے پاس آئے اور عرض کی کہ میں ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں اور سوال یہ پوچھا کہ کیا اتنی پتلی دال سے وضو جائز ہے یا نہیں؟ اس پر میر صاحب نے مسکراتے ہوئے دال کا وہ پیالہ ان سے لے کر دیگ میں الٹ دیا اور انہیں گوشت کا پیالہ دے کر فرمایا کہ یہ آپ کے سوال کا جواب ہے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ایک دفعہ حضرت

مولوی سید سرور شاہ صاحب کے بارہ میں ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

"جس طرح لنگر خانہ اور دارالشیوخ میر محمد اسحاق صاحب کے ممنون احسان ہیں اسی طرح وصیت کا انتظام مولوی سید سرور شاہ صاحب کا ممنون احسان ہے۔" (الفضل ۳۰ مئی ۱۳ جون ۱۹۴۷ء)

قادیان میں کوئی دعوت کا انتظام ہو یا کوئی اور تقریب حضرت میر صاحب کے سپرد انتظام کیا جاتا۔ جسے آپ نہایت عمدگی سے ادا کرتے۔ جلسہ سالانہ کے دنوں میں ایک دفعہ پنڈال حاضرین کی تعداد کی نسبت چھوٹا ہو گیا۔ اس پر حضرت خلیفہ المسیح الثانی نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ حضرت میر صاحب نے اعلیٰ درجہ کی انتظامی مہارت کا ثبوت دیتے ہوئے راتوں رات پنڈال بڑا کروا دیا۔ اگلے روز تقریر فرمانے کے لئے حضور تشریف لائے تو بہت خوشی کا اظہار فرمایا۔

غریب پروری

غریبوں کے از حد ہمدرد تھے۔ قادیان میں دارالشیوخ میں پونے دو صد کے قریب غریب احباب رہتے۔ ان کے کھانے پینے، رہائش کپڑوں وغیرہ کے لئے پوری کوشش کرتے رہے۔ ایک دفعہ دو ہزار روپے کے قریب قرض ہو گیا۔ آپ کو بخار تھا لیکن علم ہونے پر تانگہ لیکر چندہ لینے کیلئے نکلے اور بہت جلد احباب جماعت کے تعاون سے رقم اکٹھی کرلی۔

اپنی آمدنی کم تھی لیکن غریب پروری بساط سے بڑھ کر کرنے کی کوشش کرتے۔ ایک دفعہ کچھ احباب اپنے اپنے باغ کے پودوں کا ذکر کر رہے تھے تو اس وقت دارالشیوخ کے کچھ بچے جو نابینا بھی تھے وہاں سے گذرے۔ ان کو دیکھ کر میر صاحب نے کہا کہ میں نے تو یہ پودے لگائے ہیں۔ خدا تعالیٰ انہیں سرسبز و شاداب رکھے اور پروان چڑھائے۔

آپ جامعہ احمدیہ میں بطور استاد خدمات بجالا رہے تھے کہ ۱۹۳۷ء میں مدرسہ احمدیہ کے ہیڈ ماسٹر کے طور پر آپ کی تبدیلی ہو گئی۔ یہاں آپ کی انتظامی قابلیت کے مزید جوہر کھلے۔ طلباء میں نظم و ضبط قائم کیا۔ لیٹ آنے والوں کے لئے دائرۃ الکسالی بنا دیا۔ سبق یاد نہ کرنے والوں کو چھٹی کے بعد کلاس میں رکنا پڑتا۔ اسے تنبیہ الغافلین کا نام دیا گیا۔ مدرسہ کی عمارت کو نیا رنگ و روغن کروا کے خوبصورت بنا دیا اور یہ دعا ایک دیوار پر لکھوائی۔ "اے ہمارے قادر مطلق خدا! تو ہمیں عالم باعمل بنا دے۔ اے ہمارے سچے بادشاہ تو ہمیں دنیا کی تمام فکروں سے فارغ البال کر کے صرف اپنی عبادت اور اپنی مخلوق کی خدمت کیلئے وقف فرما دے۔ آمین۔ ہم ہیں تیرے عاجز بندے۔ اساتذہ و طلباء مدرسہ احمدیہ۔ قادیان۔"

آپ کے طریق تدریس کے بارہ میں ایک طالب علم نے ایک موقع پر کہا "بس یوں سمجھئے سبق میں جان ڈال دیتے ہیں۔"

خداداد ذہانت و فراست

میر صاحب نہایت ذہین تھے اور یہ ذہانت آغاز جوانی سے ہی آشکار تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے ایک دفعہ فرمایا۔

"کوئی قابل سے قابل آدمی بھی اگر اعتراض کرے تو میں اسے دو منٹ میں خاموش کرا سکتا ہوں مگر میر محمد اسحاق صاحب جب مجلس میں بیٹھے ہوں تو میں بہت احتیاط سے بات کرتا ہوں۔"

(الفرقان میر محمد اسحاق نمبر ۱۹۶۱ء صفحہ ۴۷)

اسی طرح ایک دفعہ حضور نے درس کے دوران ایک فقرہ بولا تو میر صاحب مجلس سے اٹھ کر گئے اور پینے کیلئے حضور کی خدمت میں پانی لا کر پیش کیا۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ دیکھو جو میرا منشا تھا اسے ایک لڑکا سمجھ گیا۔

مناظرہ میں مخالف کو اپنی اسی خداداد ذہانت سے قابو کر لیتے۔ ایک عیسائی پادری جوالا سنگھ کی بہت شہرت تھی۔ خاص طور پر منطق اور فلسفہ کا رعب ایسا تھا کہ اس نے ہندوستان میں اپنی دھاک بٹھا دی تھی۔ ہندوستان کے مسلمان ان کے لیکچروں

سے بہت تنگ آئے۔ آخر گوجرانوالہ میں میر صاحب سے ان کی مڈھ بھیڑ ہوگئی اور پادری صاحب اپنی منطق میں الجھ کر رہ گئے۔ اسی طرح اس بڑے فتنہ کو بروقت قلع قمع کرنے کا سہرا آپ کے سر بندھا۔ فالحمدللہ۔ (الفرقان نمبر ۱۹۶۱ء)

وماانامن المتکلفین

آپ کی زندگی نہائت سادہ تھی۔ کپڑوں پر اگر پیوند کی ضرورت ہوتی تو لگوا لیتے اور کسی قسم کی عار محسوس نہ کرتے۔ ایک دفعہ کسی کے معاشی تنگی کا ذکر کرنے پر کہا کہ (ہم تو) "دو پیسے کے شلجم لے آتے ہیں اور دو وقت گزارہ کر لیتے ہیں۔"

(دو بھائی صفحہ ۱۳۲)

طبیعت کی اسی سادگی کی بناء پر ہر طبقہ کے لوگوں میں گھل مل جاتے۔ بہت زندہ دل تھے۔ سیر اور پکنک کا بہت شوق تھا۔ قادیان کے احباب کے ساتھ اکثر تتلے کی نہر پر پکنک کا انتظام کرتے۔ بعض اوقات تو حضرت المصلح الموعود بھی بنفس نفیس تشریف لے جاتے۔ برسات کے دنوں میں قادیان کی ڈھاب میں اور ریتی چھلہ میں پانی بھر جاتا تو گیلیوں کی کشتی بنا کر سیر کرتے۔

خوشگوار مزاح

آپ عمدہ مزاح کے حامل تھے۔ جہاں بیٹھتے محفل خوشگوار ہو جاتی۔ لوگ بے تکلفی سے بات کرتے۔ ہلکی پھلکی گفتگو بھی ہوتی رہتی۔ تربیت بھی ہوتی رہتی۔ حکیم محمد عبداللہ صاحب جہلم کا بیان ہے کہ

"میں نے ایک دفعہ بیت سے باہر نکلتے ہوئے جوتی دائیں ہاتھ سے اٹھائی۔ حضرت میر صاحب مرحوم نے جوتی میرے دائیں ہاتھ سے لیکر بائیں ہاتھ میں دے دی۔ فرمایا جوتی بائیں ہاتھ سے اٹھانی چاہئے۔ (الفرقان میر محمد اسحاق نمبر ۶۱ء صفحہ ۸۲)

آپ کی ذہانت آمیز مزاح کا ایک دلچسپ واقعہ یہ ہے کہ ایک سناتنی سے مناظرہ تھا۔ اس نے ملی جلی سنسکرت اور ہندی میں تقریر کر دی۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آئی۔ میر صاحب نے کھڑے ہو کر عربی میں تقریر کر دی۔ اس پر صدر مناظرہ نے کہا کہ ہم "آپ کی تقریر سمجھ نہیں سکے۔" میر صاحب نے کہا کہ ہم بھی آپ کی تقریر نہیں سمجھ سکے۔ چنانچہ معاہدہ ہوا کہ اردو زبان میں تقاریر ہوں۔

حسن سلوک

اپنے ماتحت کام کرنے والوں سے حسن سلوک بے حد تھا وہ لوگ بھی آپ سے شدید محبت کرتے۔ ایک دفعہ لنگر خانہ میں کھانا کم ہو گیا۔ دو باورچی تھے جن میں سے صرف ایک کے لئے کھانا بچا۔ میر صاحب نے فرمایا کہ فلاں کو دے دو۔ دوسرے کو رہنے دو۔ اس پر لوگوں نے اسے کہا کہ تم تو میر صاحب کا بڑا ذکر کرتے ہو کہ وہ تم سے بہت محبت رکھتے ہیں۔ دیکھو میر صاحب نے تمہاری بجائے دوسرے کو کھانا دے دیا ہے۔ اس پر اس شخص نے عجیب بات کہی۔ اس نے کہا کہ یہ میر صاحب کا میرے پر اعتماد کا اظہار ہے۔ انہیں علم ہے کہ اگر مجھے کھانا نہ بھی ملا تو میں محسوس نہیں کروں گا۔ اس لئے انہوں نے میری بجائے دوسرے شخص کو کھانا دلوایا ہے۔

ایک دفعہ ایک طالبعلم کو بیماری پر جب ہسپتال داخل ہونا پڑا تو اسے بروقت کھانا نہیں پہنچا۔ میر صاحب کو خبر ہوئی تو بے تاب ہو گئے۔ جو شخص کھانا پہنچانے کا ذمہ دار تھا، اسے معطل کر دیا اور طالبعلم کا خاص خیال رکھنے کی ہدایت کی۔

لوگوں کی ہمدردی نمایاں وصف تھا۔ ۱۹۳۴ء میں احرار کے جلسہ پر جو قادیان میں ہوا چونکہ احراریوں کی طرف سے غیر احمدی احباب کیلئے کھانے وغیرہ کا انتظام ناقص تھا۔ اس لئے میر صاحب نے اجنبی لوگوں کے لئے لنگر خانہ میں انتظام کیا ہوا تھا۔ حالانکہ وہ لوگ قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجانے کا دعویٰ لے کر آئے تھے۔

عشق مسیح موعودؑ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عشق تھا۔ موضع

حضرت میر محمد اسحٰق صاحب

حضرت میاں جان محمد صاحب

حضرت ملک غلام فرید صاحب

جلس خدام الاحمدیہ علاقہ کراچی کے اجتماع کے موقع پر محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان، محترم امیر صاحب جماعتِ احمدیہ کراچی،
ترم قائد صاحب علاقہ کراچی تشریف فرما ہیں۔

بھامڑی جو قادیان کے قریب ایک گاؤں ہے وہاں کے جلسہ سے واپسی پر غیر احمدیوں کی طرف سے احمدیوں پر پتھراؤ کیا گیا۔ میر صاحب جامعہ کے طلباء کے ساتھ نہایت وقار سے اس پتھراؤ میں واپس آئے۔ بعد میں پرچہ کروا دیا گیا۔ چنانچہ میر صاحب کو عدالت جانا پڑتا۔ مجسٹریٹ ان کی عزت کرتا۔ جب میر صاحب عدالت میں جاتے تو کچھ دیر ملزموں کے کٹہرے میں چپ چاپ کھڑے رہتے۔ احباب بھی کھڑے رہتے۔ آپ کے بیٹھنے پر سب بیٹھتے۔ کسی نے وجہ پوچھی تو آپ چشم پر آب ہو کر فرمانے لگے کہ اس جگہ آتمارام مجسٹریٹ نے حضرت مسیح موعود کو کھڑا کیا تھا۔ میں بھی اس یاد میں کچھ دیر کھڑا رہتا ہوں۔

(دو بھائی صفحہ ۱۳۰)

۱۹۴۰ء میں میر صاحب پر ایک ایسی بیماری کا حملہ ہوا جو ڈاکٹروں کو سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ آپ کو علاج کیلئے لاہور لے گئے۔ وہاں آپ نے درج ذیل وصیت کی۔

"الحمدللہ اس وقت میرے ہوش و حواس قائم ہیں۔ ....مجھے دلی یقین کے ساتھ اس امر کا اقرار ہے کہ اس وقت مذہب (دین حق) موجب نجات ہے۔ میں چھ ارکان پر ایمان رکھتا ہوں۔ پانچ بنائے دین حق کا قائل ہوں۔ میں سنی ہوں۔ شیعہ یا خوارج میں سے نہیں۔ غیر مقلد ہوں۔ ائمہ اربعہ میں سے کسی کا مقلد نہیں۔ گو چاروں کا خاک ہوں۔ اول قرآن پھر تواتر پھر حدیث کو حجت سمجھتا ہوں۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے تمام دعاوی پر ایمان رکھتا ہوں۔ مبائع ہوں غیر مبائع نہیں............" (دو بھائی صفحہ ۱۰۵، ۱۰۶)

جب طبیعت ذرا ٹھیک ہوئی تو گو ڈاکٹروں نے لکھنے پڑھنے سے منع کیا ہوا تھا۔ آپ نے درس حدیث پھر سے دینا شروع کر دیا۔ فرماتے تھے کہ "جب کبھی میری طبیعت گھبراتی ہے تو بجائے اس کے کہ میں باہر سیر کے لئے کسی باغ کی طرف نکل جاؤں۔ میں بخاری یا حدیث کی کوئی اور کتاب نکال کر پڑھنے لگتا ہوں۔" (دو بھائی صفحہ ۱۰۷)

وفات

میر صاحب کی بیماری دن بدن بڑھتی گئی اور آخر ۱۹۴۴ء میں ایک دن بازار میں آپ گھر جاتے ہوئے بیہوش ہو کر گر پڑے۔ فوراً چارپائی پر گھر لے جایا گیا۔ اور پوری توجہ سے علاج شروع ہوا۔ حضرت مصلح موعود خود نگرانی فرماتے رہے۔ اسی طرح آپ کے بڑے بھائی حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب علاج کی نگرانی کرتے رہے۔ لیکن اگلے روز 17 مارچ 1944 کو آپ کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت آپ کو سورۃ یٰسین سنائی جا رہی تھی اور عجیب الٰہی تصرف ہے کہ عین اس وقت جب آیت "سلام قولا من رب رحیم" کی تلاوت ہوئی آپ انتقال کر گئے۔ یہ وہ آیت ہے کہ جب بچپن میں آپ بیمار ہوئے تو حضرت مسیح موعود کو آپ کی زندگی کے بارہ میں الہاماً نازل ہوئی تھی۔ اور اسی آیت پر ۵۴ سال کی عمر میں آپ کا خاتمہ ہوا۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون۔**

آپ کی وفات پر حضرت مصلح موعود نے فرمایا۔

"میر محمد اسحاق صاحب خدمات سلسلہ کے لحاظ سے غیر معمولی وجود تھے۔ درحقیقت میرے بعد علمی لحاظ سے جماعت کا فکر اگر کسی کو تھا تو ان کو۔ رات دن قرآن و حدیث لوگوں کو پڑھانا ان کا مشغلہ تھا۔ وہ زندگی کے آخری دور میں کئی بار موت کے منہ سے بچے۔ جلسہ سالانہ پر وہ ایسا اندھا دھند کام کرتے کہ کئی بار ان پر نمونیہ کا حملہ ہوا۔............

موت کا رنج تو لازمی بات ہے۔ مگر یہ رنج مایوسی پیدا نہیں کرتا۔ بلکہ ہر شخص ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے کہ اس نے وقت پر چاروں کونوں کو سنبھال لیا تھا۔ احباب کی اس غلطی کی وجہ سے کہ ہر ایک نے وقت پر اپنے آپ کو سلسلہ کا واحد نمائندہ تصور نہ کیا اور اس کے لئے کوشش نہ کی۔ آج میر صاحب کی وفات ایسا بڑا نقصان ہے کہ نظر آ رہا ہے اس نقصان کو پورا کرنا آسان نہیں۔ حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم اس طرز کے آدمی تھے۔ ان کے بعد حافظ روشن علی صاحب تھے اور تیسرے اس رنگ میں

میر صاحب رنگین تھے۔ (دو بھائی صفحہ ۱۴۱۔ ۱۴۲)

اور اس پر حضرت مصلح موعود نے جماعت کو نصیحت فرمائی کہ زیادہ سے زیادہ لوگ دین کی خدمت کے لئے آگے آئیں۔ آپ نے بیس کے قریب کتب تصنیف فرمائیں جن میں اسلام کی حقانیت کو خوب کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ عربی زبان کے قواعد النحو سکھانے کیلئے آپ نے ایک مختصر رسالہ "خلاصۃ النحو" کے نام سے تحریر کیا۔

اہل خاندان

آپ کی اہلیہ محترمہ صالحہ بیگم صاحبہ جو حضرت میر منظور محمد صاحب کی صاحبزادی اور لدھیانہ کے مشہور صوفی بزرگ صوفی احمد جان کی پوتی تھیں۔ نہایت علمی ذوق رکھتی تھیں۔ آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کے امتحان میں اول پوزیشن حاصل کی تھی جو ہندوستان میں اس وقت کی خواتین کے لئے ناقابل یقین بات تھی۔

آپ کی اولاد میں تین لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں۔ آپ کے تینوں بیٹے یعنی سید میر داؤد احمد صاحب مرحوم، سید میر مسعود احمد صاحب اور سید میر محمود احمد صاحب کو وقف زندگی کی سعادت حاصل ہوئی۔ عجیب اتفاق ہے کہ اپنے والد بزرگوار کی طرح تینوں بیٹوں کو درس و تدریس کی خدمات بھی انجام دینا پڑیں۔ حضرت سید میر داؤد احمد صاحب جامعہ احمدیہ کے پرنسپل بنے۔ حدیث پڑھایا کرتے اور محترم سید میر محمود احمد صاحب ناصر ۱۹۸۷ء سے اس وقت تک جامعہ احمدیہ کے پرنسپل ہیں اور موزانہ مذاہب اور حدیث کی درس و تدریس میں بھی مشغول ہیں اور محترم سید میر مسعود احمد صاحب جامعہ احمدیہ میں پڑھانے کیلئے تیار کئے جانے والے **متخصصین** کے نگران ہیں۔ بیٹیوں میں سیدہ نصیرہ بیگم صاحبہ مرحومہ کی شادی حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب مرحوم سے ہوئی۔ سیدہ بشریٰ بیگم صاحبہ مرحومہ کی شادی محترم میجر سید سعید احمد صاحب لاہور سے اور سیدہ آنسہ بیگم صاحبہ کی شادی محترم قاضی شوکت محمود صاحب مرحوم سے ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت میر صاحب کی اولاد ایک طرف "بابرگ و بار" ہو رہی ہے تو دوسری طرف خدمت دین میں بھی اپنے بزرگ آباؤ اجداد کی قبولیت دعا کی مصداق بن رہی ہے۔ خدا تعالیٰ ان نئی نسلوں کو بھی اپنے بزرگ اسلاف کی نیک یادیں قائم رکھنے کی توفیق دے اور ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق ملے۔ آمین

نشانِ حقیقت کی آرزو

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نوّر اللہ مرقدہا کی عارفانہ نظم جو کہ ڈاکٹر سر محمد اقبال مرحوم کی نظم کے جواب میں کہی گئی جس کا پہلا شعر یہ تھا:

کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں تری جبینِ نیاز میں

مجھے دیکھ طالبِ منتظر مجھے دیکھ شکلِ مجاز میں
جو خلوصِ دل کی رمق بھی ہے ترے ادعائے نیاز میں

ترے دل میں میرا ظہور ہے ترا سر ہی خود سرِ طُور ہے
تری آنکھ میں مرا نور ہے مجھے کون کہتا ہے دُور ہے؟
مجھے دیکھتا جو نہیں ہے تُو، یہ تری نظر کا قصور ہے
مجھے دیکھ طالبِ منتظر مجھے دیکھ شکلِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں تری جبینِ نیاز میں

مجھے دیکھ رفعتِ کوہ میں مجھے دیکھ پستئ کاہ میں
مجھے دیکھ عجزِ فقیر میں مجھے دیکھ شوکتِ شاہ میں
نہ دکھائی دُوں تو یہ فکر کر کہیں فرق ہو نہ نگاہ میں
مجھے دیکھ طالبِ منتظر مجھے دیکھ شکلِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں تری جبینِ نیاز میں

مجھے ڈھونڈ دل کی تڑپ میں تو مجھے دیکھ روئے نگار میں
کبھی بلبلوں کی صدا میں حُسن، کبھی دیکھ گل کے نکھار میں
میری ایک شان خزاں میں ہے میری ایک شان بہار میں

مجھے دیکھ طالبِ منتظر مجھے دیکھ شکلِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں تری جبینِ نیاز میں

میرا نور شکلِ ہلال میں میرا حُسن بدرِ کمال میں
کبھی دیکھ طرزِ جمال میں کبھی دیکھ شانِ جلال میں
رگِ جاں سے ہوں میں قریب تر ترا دل ہے کس کے خیال میں

مجھے دیکھ طالبِ منتظر مجھے دیکھ شکلِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں تری جبینِ نیاز میں

(از "درِ عدن")

سو فیصد ٹارگٹ اشتہارات پورا کرنے والے اضلاع

سال کے آغاز میں اضلاع کو ماہنامہ خالد و تشحیذ الاذہان کے اشتہارات کے لئے ٹارگٹ دیئے گئے تھے مندرجہ ذیل اضلاع نے خدا کے فضل سے یہ ٹارگٹ پورا کر لیا ہے شعبہ اشاعت ان اضلاع کے قائدین، قائدینِ مجالس، ناظمینِ اشاعت اور تمام اشتہارات دینے والے احباب کا بے حد ممنون ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کو اجرِ عظیم عطا فرمائے اور ہمیشہ ہی مقبول خدمت کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے۔ آمین

جہلم۔ چکوال۔ کوٹلی۔ میرپور آزاد کشمیر۔ منڈی بہاؤ الدین۔ گوجرانوالہ۔ سرگودہا۔ خوشاب۔ لاہور۔ اوکاڑہ۔ لودھراں۔ ڈیرہ غازی خان۔ بہاولنگر۔ رحیم یار خان۔ سکھر و حبیب آباد۔ لاڑکانہ۔ نواب شاہ۔ حیدر آباد۔ بدین۔ میرپور خاص۔ عمرکوٹ۔ ٹھٹھہ۔ کراچی۔

(مہتمم اشاعت خدام الاحمدیہ پاکستان)

صدق و صفا کے پیکر۔ باخدا بزرگ

تصوف اور صوفیائے اُمت

(مکرم میر غلام احمد صاحب نسیم)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:۔

"صوفی تو ایسے ہیں جیسے ہر وقت کوئی مرنے کو تیار رہتا ہے۔ ان کی کتابوں کو پڑھ کر طبیعت خوش ہو جاتی ہے۔ ان سے خوشبو آتی ہے کہ وہ صاحب حال ہیں۔ صاحب قال نہیں۔" (ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۳۷۶)

تصوف کی ضرورت و اہمیت

روحانی تجربہ دنیا کے تمام مذاہب میں کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے۔ لیکن جب ہم مسلمانوں کے روحانی تجربات و واردات کے لئے لفظ "تصوف" استعمال کریں تو اس لفظ کے امتیازات کو بھی ذہن میں رکھنا ہو گا۔ تصوف کسی مخفی (روحانی) تجربے سے زیادہ ایک اخلاقی رویہ ہے۔ یا اسے تعمیر سیرت کا ایک نظام کہہ سکتے ہیں۔ اسی لئے تصوف کی بہت سی تعریفوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ "التصوف کلہ ادب" تہذیب اخلاق کا تعلق یا کسب و مجاہدہ سے ہے یا تاثیر صحبت سے۔ اور تصوف کا نظام تربیت انہی دو بنیادوں پر قائم ہے۔ صوفیا اسے "طریقت" سے تعبیر کرتے ہیں۔ انہوں نے یہ درجہ بندی اس طرح کی ہے کہ پہلا مقام شریعت ہے' دوسرا طریقت اور تیسرا حقیقت' شریعت سے حقیقت تک جو سفر ہے وہ سلوک کہلاتا ہے۔ اس میں شریعت کی بالادستی کہیں ختم نہیں ہوتی۔ چنانچہ ہمیں تاریخ میں ایسی متعدد مثالیں مل جاتی ہیں کہ جہاں علماء ظاہر نے یہ محسوس کیا کہ شریعت کی بالادستی کو نظر انداز کیا گیا ہے' وہاں انہوں نے صوفیا کو حدو تعزیر سے بھی معاف نہیں رکھا ہے۔ حسین بن منصور حلاج (وفات ۳۱۰ھ)' عین القضاۃ ہمدانی (وفات ۵۳۳ھ) مسعود بک یا سرمد کے معاملے میں اس کی واضح مثالیں موجود ہیں۔ صوفیا نے بھی یہ جرات نہیں کی کہ وہ قانون شریعت کی بالادستی کو چیلنج کریں یا ان سے اپنی بے نیازی کا اظہار کریں۔ ابتدائی دور کی تصوف پر لکھی گئی کتب میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ تصوف قانون شریعت اور روح اسلام کے خلاف نہیں بلکہ خود تصوف ہی "روح اسلام" ہے۔ رہا یہ سوال کہ طریقت اور حقیقت کا مرتبہ شریعت سے بلند کیوں رکھا گیا ہے؟ اس اشکال کی تشریح صوفیا یوں کرتے ہیں کہ جب کوئی مقام حیثیت سے گرے گا تو مقام طریقت میں آپڑے گا اور مقام طریقت سے ساقط ہو گا تو مقام شریعت میں رہے گا۔ لیکن شریعت سے گر گیا تو اس کا تصوف سے کیا اسلام سے ہی کوئی تعلق باقی نہیں رہ جاتا۔ اس لئے ہمیں تصوف پر گفتگو کرتے ہوئے اسلامی تصوف کے صرف وہ علمی اور عملی معیار سامنے رکھنے چاہئیں جو محققین صوفیا نے قائم کر دیئے ہیں۔

تصوف کے ماخذ

(ا) قرآن:۔ مشائخ صوفیا کا اصرار یہ ہے کہ تصوف "اسلام کی روح" ہے۔ یہی وہ منتہی ہے جہاں قوانین شریعت ہمیں لے جانا چاہتے ہیں۔ یہی عبادات کا مغز ہے' یہی معاملات کا مقصود اور مجاہدات کا ثمرہ ہے۔ یہی وہ نور ہے جس کی طرف قرآن و حدیث کے ذریعہ ہماری رہنمائی کی گئی ہے۔ لہٰذا تصوف اسلامی کا سب سے اہم ماخذ خود قرآن کریم ہے۔

قرآن کریم میں صوفیا کی مخصوص اصطلاحیں استعمال نہیں ہوتیں۔ لیکن سلوک اور طریقت کے جتنے اہم اور بنیادی اصول صوفیا نے بتائے ہیں ان سب کی سند وہ قرآن سے دیتے ہیں۔ اگرچہ علمائے ظاہر یا وہ لوگ جو تصوف کے مخالف ہیں صوفیا کی تفسیر قرآن کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے اور اسے "تفسیر بالرائے" کہتے ہیں۔ لیکن صوفیاء نے آیات قرآنی سے اصولی تصوف کا جس طرح اخراج کیا ہے

اسے آنکھ بند کر کے رد بھی نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی (متوفی ۶۳۲ء) لکھتے ہیں کہ ارادت کا مقصد "طلب وجہ رب" کیونکہ "وجہ رب" ہی باقی رہ جانے والا ہے باقی سب کچھ فانی ہے۔ کل من علیھا فان و یبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام (سورہ رحمٰن آیت ۲۷) اور "وجہ رب" کی طلب رکھنے والوں کی تربیت کرنا قرآن سے ثابت ہے۔ جیسے فرمایا۔ واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغدوہ والعشی یریدون وجھہ (کہف:۲۸)۔ خانقاہ میں رہ کر کسی شیخ سے سلوک کی تعلیم حاصل کرنے کی سند قرآنی آیت یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین ( ) سے دی گئی ہے۔ سلوک کی تعلیم میں مجاہدات تجویز کئے جاتے ہیں۔

یہ صحیح بات ہے کہ ترک دنیا اور رہبانیت کی تعلیم اسلام میں نہیں ہے مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ ترک دنیا کا مفہوم نا سمجھ لوگوں نے بدل کر رکھ دیا ہے۔ صوفیا نے جس ترک دنیا کی تعلیم دی ہے وہ ایک مثبت رویہ ہے۔ کوئی منفی طریقہ نہیں۔ حضرت شاہ نصیرالدین چراغ دہلی" (متوفی ۷۵۷ھ) نے فرمایا کہ طلب حق کے لئے مجاہدہ اس آیت کی رو سے شرط ہے۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا (عنکبوت:۶۹) جو لوگ ہمارے لئے مجاہدہ کریں گے ہم انہیں اپنے راستے دکھائیں گے۔ یہ منطق کے مسلمات میں سے ہے کہ شرط اور جزا لازم و ملزوم ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہدایت بلا مجاہدہ نہیں مل سکتی۔

قرآن کریم میں تصوف کے موضوع پر کیا کچھ ملتا ہے۔ اس بارے میں اصول تصوف کی کتابوں میں بہت سا مواد بکھرا ہوا ہے۔ ڈاکٹر میر ولی الدین کی کتاب "قرآن اور تصوف" میں کچھ احاطہ کیا گیا ہے۔ یہی کتاب انگریزی میں Quranic Sufism کے نام سے موجود ہے۔

۲۔ حدیث:۔ تصوف کا دوسرا بنیادی ماخذ احادیث رسولؐ ہیں۔ احادیث کے مجموعے اپنے پایہ استناد کے اعتبار سے مختلف مدارج کے ہیں۔ لیکن جن چھ کتابوں کو "صحاح ستہ" کہا جاتا ہے ان میں بھی اخلاق و معاملات کے مختلف عناوین کے تحت ایسی بہت سی احادیث موجود ہیں جن سے سلوک و طریقت کے اصول و قوانین کی سندیں تلاش کی جاسکتی ہیں۔

اسلام کی ابتدائی تین چار صدیوں میں تصوف کے موضوع پر جو کتابیں لکھی گئیں ان کی بنیاد انہی دو ماخذوں یعنی کتاب اللہ اور حدیث رسول پر ہے۔ تصوف اسلام کا علمی اور تحقیقی مطالعہ کا انحصار انہیں پر ہے۔ ان کے سوا جن ماخذ سے استفادہ کہا جاتا ہے ان کی حیثیت ثانوی ہے۔ اگر ان ماخذوں میں کچھ ایسا مواد موجود ہے جو قرآن و حدیث سے متعارض ہے تو اس کا قطعاً اعتبار نہیں۔

۳۔ قدیم علماء کی کتب: ان دو بنیادی ماخذوں کے بعد ہم اس سلسلے میں قدیم علماء کی ان تصانیف کو بھی نظرانداز نہیں کر سکتے جو چوتھی سے چھٹی صدی ہجری تک عربی یا فارسی میں لکھی گئی ہیں۔ ان میں ابو نصر سراج طوسی (متوفی ۳۷۸ھ) کی کتاب اللمع، ابو بکر کلاباذی (متوفی ۳۸۰ھ) کی التعرف لمذہب اھل التصوف" ابو طالب مکی (متوفی ۳۸۶ھ) کی قوت القلوب، (عبد الرحمٰن السلمی)

مطالعہ تصوف

مطالعہ تصوف کے بہت سے پہلو ہیں مثلاً تصوف کا نظری پہلو۔ علمی پہلو اور تاریخ تصوف وغیرہ

۱۔ تصوف کا نظری پہلو:۔ مثلاً یہ بحث کہ تصوف کیا ہے۔ اس میں اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب اور تہذیبوں کے اثرات کہاں تک ہیں۔ فلسفہ اور سماجیات سے اور نفسیات سے اس کا کیا رشتہ ہے۔ تصوف کی اصطلاحات بھی تصوف کے نظری مطالعہ کی ذیل میں زیر بحث آجاتی ہیں۔ یہودی، عیسائی، رومی، بدھ، زرتشت اور ہندومت کے اثرات کا سراغ انہی اصطلاحات اور ان کی تعبیروں سے لگایا جاسکتا ہے۔

۲۔ تصوف کا عملی پہلو:۔ اس میں اعمال، عبادات، اوراد، اشغال، مجاہدات، ریاضت وغیرہ زیر بحث آتی ہیں۔ اس کا ایک حصہ

وہ ہے جو صرف ذاتی تجربات سے تعلق رکھتا ہے۔ اس میں کتابیں ہماری کوئی مدد نہیں کر سکتیں۔ مثلاً کسی صوفی کو اگر کسی "مقام" کا کشف ہوتا ہے تو وہ ہمیں اس کی خبر دے سکتا ہے ہر وقت تجربہ نہیں کرا سکتا۔ اس کی بیان کردہ کیفیت کی بازیافت ہمارے لئے صرف اپنے عمل اور مجاہدے سے ممکن ہے، یقینی پھر بھی نہیں ہے۔

۳۔ **تاریخ تصوف:**۔ یہ مطالعہ تصوف کا تیسرا پہلو ہے۔ اس کی کئی شاخیں ہیں۔ ایک تو "تذکرہ" ہے جس میں صوفیا کے احوال و اقوال جمع کر دیئے جاتے ہیں۔ دوسرا "سیر الاولیاء" جس میں ان کی سیرت، طریق تعلیم و تربیت اور سوانح وغیرہ کا بیان ہوتا ہے۔ تیسرا "طبقات الصوفیا" جس میں طبقات فقہاء اور محدثین کے انداز پر صوفیا کے تراجم لکھ دئے جاتے ہیں۔ چوتھے شعبہ میں "ملفوظات" آتے ہیں۔ یہ مشائخ صوفیا کے اقوال و ارشادات ہیں جنہیں ان کا کوئی مرید قلم بند کر لیتا ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رحؒ

(مرتبہ:۔ مکرم میر غلام احمد صاحب نسیم۔ مربی سلسلہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"دیکھو ابو الحسن خرقانی، بایزید بسطامی، شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین وغیرہ یہ سب خدا تعالیٰ کے مقرب تھے۔ اور انہوں نے بھی شریعت ہی کی پابندی سے یہ درجہ پایا تھا نہ کوئی نئی شریعت بنا کر...... یہی نماز تھی یہی روزے تھے۔ بات یہ ہے کہ انہوں نے نیکی کی مگر سنوار کر۔ انہوں نے اعمال کو بیگار کے طور پر پورا نہ کیا تھا بلکہ صدق اور وفا کے رنگ میں ادا کرتے تھے۔ سو خدا نے ان کے صدق و سداد کو ضائع نہ کیا۔" (ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۱۵۴)

نیز فرمایا:۔

"یاد رکھو کہ کامل اتباع کے ثمرات ضائع نہیں ہو سکتے۔ یہ تصوف کا مسئلہ ہے۔ اگر ظلی مرتبہ نہ ہو تو اولیاء امت تو مرجاتے ہیں۔ یہی کامل اتباع اور بروزی اور ظلی مرتبہ ہی تو تھا جس سے بایزید "محمد" کہلایا اور اس کہنے پر ستر مرتبہ کفر کا فتویٰ ان کے خلاف دیا گیا اور انہیں شہر بدر کیا گیا۔" (ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۴۲۶)

حضرت مسیح موعودؑ نے جن صوفیاء کا گاہے بگاہے ذکر فرمایا ہے ان میں حضرت بایزید بسطامیؒ اور کچھ اور بزرگ صوفیاء بھی شامل ہیں۔ صوفیا کرام نے رشد و ہدایت کا کام ہر زمانہ میں کیا اور مشکلات ان کے مقصد میں کبھی روک نہیں بنیں۔ انہی برگزیدہ ہستیوں میں سے دو کے مختصر حالات ذیل میں پیش کئے جا رہے ہیں۔

حالات

حضرت ابو یزید بسطامیؒ جنہیں تصوف کی کتب میں عموماً بایزید لکھا جاتا ہے کا اسم گرامی طیفور بن عیسیٰ بن آدم بن سروشان ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے دادا بت پرست تھے۔ لیکن جب ان پر اسلام کی حقانیت واضح ہوئی تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور اس طرح

وہ اس خاندان کے پہلے فرد تھے جنہوں نے اسلام قبول کیا۔ حضرت بایزید طہران اور نیشاپور کے درمیان واقع بستی "بسطام" میں غالباً ۱۶۱ھ / ۷۷۷ء میں پیدا ہوئے۔ دس سال کی عمر میں حصول علم اور معرفت کے لئے بسطام سے سفر پر روانہ ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ اس سفر کے دوران ان کی ملاقات تین صد صوفیا سے ہوئی۔

ہمعصر

ابو یزید بسطامی کے ہم عصر صوفیاء میں سے ابو حامد احمد خضرویہ اور ابو زکریا یحیی بن معاذ تھے۔ ان میں سے اول الذکر بلخ کے رہنے والے تھے، خراسان کے مشہور مشائخ میں شمار ہوتے ہیں۔ یحیی بن معاذ کو طبقہ اول کے صوفیاء میں شمار کیا جاتا ہے۔ ان دونوں حضرات نے بایزید سے روحانی استفادہ بھی کیا۔ آپ سے روحانی استفادہ کرنے والوں میں ابو موسیٰ دبیولی کا نام بھی لیا جاتا ہے۔ جو آرمینیہ سے ان کی خدمت میں اس غرض کے لئے حاضر ہوئے تھے۔

تصوف کا طریقہ طیفوریہ

حضرت ابویزید بسطامی کے زمانہ تک کوئی طریقت کا سلسلہ اس طرح موجود نہیں تھا۔ جیسے طریقت کے سلسلے آج کل ہیں اور جن سے ہم واقف ہیں۔ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سلسلہ طیفوریہ کی بنیاد رکھی۔ علامہ ابوالفضل نے آئین اکبری میں تصوف اور طریقت کے ان سلسلوں کے نام دیئے ہیں۔ جنہوں نے برصغیر پاک و ہند میں روحانی خدمات انجام دی ہیں ان کی فہرست میں سلسلہ طیفوریہ کا نام بھی درج ہے۔

تعلیم و تربیت اور رشد و ہدایت

آپ نے رشد و ہدایت اور تعلیم و تربیت کا سلسلہ اس زمانے میں شروع کیا جب یونانی فلسفہ عروج پر تھا۔ اور مسلمانوں میں بھی اثر و نفوذ کر رہا تھا بلکہ ہمہ گیر صورت اختیار کر رہا تھا۔ ہر چیز اور عقیدہ کو عقل کی کسوٹی پر پرکھا جانے لگا تھا۔ گویا عقل اور مذہب میں ایک کشمکش جاری ہو گئی تھی۔ بے راہ رو عقل اس کوشش میں مصروف تھی کہ مذہبی عقائد کی ایسی تاویلات کی جائیں کہ اس کا رشتہ فلسفے سے جڑ جائے۔ گویا قرآن حکیم کی تعلیم اور طریق استدلال کو بدل کر فلسفے کی دقیقہ سنجیوں میں گم کرنے کی سعی لاحاصل کی جا رہی تھی۔ ایسے مشکل وقت میں انہوں نے اس "عقلیت" کے طوفان کے مقابل میں عشق الٰہی اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چراغ کو روشن کرنے کی اپنی سی کوشش کی اور "عقل خود اندھی ہے گر نیر الہام نہ ہو" کے مصداق بے راہ رو عقل کو عشق الٰہی کے تریاق سے مداوا کرنے کی دعوت دی۔

اقوال و ارشادات

ابو یزید بسطامی نے خود کوئی کتاب قلمبند نہیں کی۔ البتہ ان کے شاگردوں نے ان کی طرف سے منسوب کردہ کچھ اقوال نقل کئے ہیں جن کی تعداد پانچ صد ہے۔ ان اقوال کو قلمبند کرنے کا اولین سہرا ابو موسیٰ عیسیٰ بن آدم کے سر ہے۔ ان کے اقوال میں سے بعض بدرجہ غایت دلیرانہ ہیں۔ ان اقوال سے ایسی نفسیات مترشح ہوتی ہیں۔ جس میں صوفی اپنے متعلق یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ فنافی اللہ ہو گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جنید بغدادی نے ان کے اقوال کی بہت تشہیر کی۔ ان کے ملفوظات کو ابوالفضل محمد السلگی نے "النور من کلمات ابی الطیفور" کے نام سے جمع کیا ہے۔

مرتبہ و مقام

آپ بڑے بلند پایہ کے صوفی ہوئے اور مشائخ طریقت میں ان کو خاص مقام حاصل ہے۔ جنید بغدادیؒ نے ان کے بارے میں فرمایا۔ "ہمارے درمیان ابویزید کو وہی حیثیت حاصل ہے جو فرشتوں میں جبرائیل کو۔"

حضرت علی ہجویریؒ المعروف گنج بخش اپنی کتاب کشف المحجوب میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"آپ معرفت کے آسمان اور محبت الٰہی کی کشتی ہیں اور بزرگ ترین تبع تابعین میں سے گنے جاتے ہیں...... پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے بکثرت روایتیں بیان کی ہیں۔" (کشف المحجوب صفحہ ۱۱۷ مترجمہ مولوی فیروز الدین صاحب ۱۹۶۰ء)

علم باطن یا علم لدنی

شیخ بایزید بسطامی کے پاس اسی علاقہ کے ایک فقیہ آئے اور دونوں کے درمیان علم باطن کے بارے اس طرح مکالمہ

ہوا۔
فقیہ: حضرت! آپ کے بارے میں ہم نے ایسی باتیں سنی ہیں جو عجیب و غریب معلوم ہوتی ہیں۔
شیخ: اور جو آپ نے نہیں سنی وہ اور بھی عجیب ہیں۔
فقیہ: آپ نے یہ باتیں کن سے اور کہاں سے سیکھی ہیں؟
شیخ: میرا علم عطاء خداوندی سے ہے اور وہاں سے آیا ہے جہاں پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے اس علم پر عمل کیا جو وہ جانتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے وہ علم عطا کرتا ہے جسے وہ نہیں جانتا۔" اور جہاں پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "علم دو ہیں ایک علم ظاہر ہے جو مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہے اور دوسرا علم باطن ہے جو علم نافع ہے۔" اے شیخ تمہارا علم تعلیم کے ذریعہ ایک زبان سے دوسری زبان تک منتقل ہوا ہے عمل کے ذریعہ نہیں۔ اور میرا علم اللہ سے ملا ہے میرا علم اس کے الہامات میں سے ہے۔
فقیہ: میرا علم ثقات سے ماخوذ ہے اکابر رواۃ نے رسول اللہؐ سے روایت کیا ہے۔ رسول اللہ نے جبرئیل سے اور انہوں نے خدا سے لیا ہے۔
شیخ: رسول اللہؐ کے پاس اللہ کی طرف سے ایک ایسا علم بھی تھا جس سے جبرئیل اور میکائیل بے خبر تھے۔
فیقہ: اچھا تو میں اس علم کے بارے میں کچھ جاننا چاہتا ہوں۔
شیخ: میں اس حد تک آپ کے لئے ثابت کروں گا جس حد تک آپ کا دل اس کے جاننے کی تاب لا سکتا ہے۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے کلام کیا۔ آنحضرتؐ کے ساتھ کلام کیا۔ انہوں نے اسے روبرو دیکھا۔ انبیاء سے وحی کی شکل میں کلام کیا۔
فقیہ: ہاں
شیخ: کیا آپ نہیں جانتے کہ صدیقین اور اولیاء کا کلام اللہ کی طرف سے ان کے لئے الہام ہوتا ہے۔ اس میں ان کے لئے قواعد اور تائید ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں دانائی کی باتیں عطا کرتا ہے۔ امت ان سے فیض حاصل کرتی ہے۔ میرے دعوئی کی تائید میں جو دلائل ہیں۔ ان میں حضرت موسیٰ کی ماں کی طرف اللہ کے الہام کا واقعہ ہے۔ خدا نے اس کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ موسیٰ کو صندوق میں بند کر دو۔ اس نے اپنے بچہ کو اٹھایا اور (صندوق میں بند کر کے) اسے دریا میں ڈال دیا۔ اسی طرح خدا نے خضر کو کشتی، لڑکے اور دیوار کے معاملہ میں الہام کیا۔ چنانچہ انہوں نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ میں نے یہ کام اپنے آپ سے نہیں کئے۔ اللہ نے اپنے پاس سے انہیں علم عطا کیا تھا۔ جیسا کہ خدا نے خود کہا ہے علمناہ من لدنا علما (الکھف:٦٤) بایں طور حضرت یوسفؑ کو جیل میں الہام کیا۔ نیز حضرت ابو بکر صدیق نے (بستر مرگ پر) حضرت عائشہ سے کہا بنت خارجہ (حضرت ابو بکر کی بیوی) کے پیٹ میں لڑکی ہے۔ چنانچہ وضع حمل ہوا تو اس نے لڑکی کو جنم دیا۔ حضرت ابو بکرؓ کو بذریعہ الہام معلوم ہوا تھا کہ اس کے پیٹ میں لڑکی ہے۔ اسی طرح کا الہام حضرت عمرؓ کو ہوا تھا جب انہوں نے (مدینہ میں) منبر پر زور سے پکارا یا ساریہ الجبل (اے ساریہ پہاڑ کی طرف آ) اس قسم کی مثالیں بہت ہیں۔ اہل الہام ایک ایسی قوم ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل و کرم سے ان فوائد کے لئے مخصوص کیا ہے اور اللہ ہی نے الہام اور فراست کے معاملہ میں ان میں سے بعض حضرات کو دوسروں پر برتری بخشی ہے۔
فقیہ: (یہ سن کر کھڑا ہو گیا اور کہا) آپ نے مجھے اصل چیز عطا کی اور میرے سینہ کو شفا بخشی۔

(ابو یزید۔ سطامی: النور من کلمات ابی طیفور مشمولہ شطبحات الصوفیہ۔ حوالہ مطالعہ تصوف از ڈاکٹر غلام قادر لون)

وفات صحیح روایت کے مطابق ٢٦١ھ بمطابق ٨٧٤ء کو بایزید نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

حضرت ابویزید بسطامی مامور زمانہ کی نظر میں

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف "کتاب البریہ" میں ہر صدی میں جن باخدا لوگوں کا ذکر کیا ہے ان میں ابویزید بسطامی کا نام بھی درج ہے۔

آپ تحریر فرماتے ہیں:۔
"آج تک ہر ایک صدی میں ایسے باخدا لوگ ہوتے رہے ہیں جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ غیر قوموں کو آسمانی نشان دکھلا کر ان کو ہدایت دیتا رہا ہے۔ جیسا کہ سید عبد القادر جیلانی" اور ابوالحسن خرقانی اور ابویزید بسطامی اور جنید بغدادی اور محی الدین ابن عربی......" (کتاب البریہ صفحہ ۷۴۔۷۳ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۹۱۔۹۲)

حضرت جنید بغدادیؒ

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "حضرت جنید بغدادی" کے بارے میں فرمایا:
"حضرت جنیدؒ کا حال بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ان کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ بتلاؤ اللہ تعالیٰ سے معاملہ کیسے ہوا تو انہوں نے بتلایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے سوال کیا کہ کیا عمل لایا ہے۔ میں نے کہا اور عمل کوئی نہیں۔ صرف یہ ہے کہ میں نے عمر بھر شرک نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا تو نے یوم اللبن کے دن بھی شرک نہ کیا تھا کہ دودھ پی کر کہا کہ اس سے پیٹ میں درد ہوئی ہے۔ گویا دودھ کو خدا سمجھ لیا تھا۔ اور خدا پر سے جو حقیقی فاعل ہے نظر اٹھ گئی" (ملفوظات جلد سوم صفحہ 454)

نیز فرمایا:
"حضرت بایزید بسطامی یا خواجہ بغدادی یا عبد القادر جیلانی علیہم اجمعین کے کلمات میں ایسے الفاظ پائے جاتے ہیں جن سے جاہل یا تو ان کو کفر کی طرف منسوب کرتے تھے یا ان اقوال کو فرقہ ضالہ وحدت وجود کے لئے حجت پکڑتا ہے۔ جیسے سبحان ما اعظم شانی اور اللہ فی جبتی یہ ان کی غلط فہمی ہے جو ان کے اقوال سے حجت پکڑتے ہیں۔ اول تو یہ صحیح طور پر معلوم نہیں کہ ان کے منہ سے ایسے الفاظ نکلے بھی ہیں یا نہیں۔ لیکن اگر ہم مان بھی لیں کہ واقعی انہوں نے ایسے الفاظ بیان فرمائے ہیں تو ایسے کلمات کا چشمہ عشق اور محبت ہے مثلاً ایک عاشق جوش محبت اور محویت عشق میں کہہ سکتا ہے۔۔

من توشدم تو من شدی، من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نہ گوید بعد زاں من دیگرم تو دیگری

(ملفوظات جلد اول صفحہ 547)

اس پاک نفس برگزیدہ صوفی بزرگ کے سیرت و سوانح پر یہ مضمون قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

حالات

حضرت جنید بغدادیؒ کی کنیت ابوالقاسم، لقب قواریری اور زجاج اور خراز ہے۔ قواریری اور زجاج آپ کو اس لئے کہتے ہیں کہ آپ کے والد شیشے کی تجارت کرتے تھے اور خراز کا لقب اس لئے پڑ گیا کہ آپ خود موزہ دوزی کا کام کرتے تھے۔ آپ کا آبائی وطن نہاوند تھا لیکن آپ بغداد میں پیدا ہوئے۔ تبع تابعین میں سے تھے۔

تعلیم و تربیت حضرت جنید بغدادیؒ نے روحانی تربیت سری سقطی، حارث محاسبی اور محمد قصاب سے حاصل کی تھی۔ سری سقطی آپ کے ماموں بھی تھے اور مرشد بھی۔ سری سقطی طبقہ اول کے صوفیاء میں شمار ہوتے ہیں۔ جنید کے استاد بھی تھے اور جنید نے ان کے ہاتھ پر بیعت بھی کی تھی۔ گو وہ ان سے بیعت تھے لیکن ایک مرتبہ کسی نے سری سقطی سے پوچھا "کیا کسی مرید کا درجہ اپنے پیرو مرشد سے بڑھ سکتا ہے فرمایا ہاں کیوں نہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جنید اپنے مرتبے میں مجھ سے بلند تھے"۔ آپ نے فقہ کا مطالعہ ابو سفیان ثوری کی شاگردی میں کیا اور فقہ میں ان کے مسلک کو ہی اختیار کیا۔

مقام و مرتبہ حضرت فرید الدین عطارؒ فرماتے ہیں:

"جنید بغدادی اہل تصوف کے پیشوا تھے.... شریعت اور حقیقت میں مجتہد کا درجہ رکھتے تھے۔ ان کے زمانے میں اور ان کے بعد بغداد کے مشائخ ان کا مذہب رکھتے تھے۔ ان کا طریقہ "صحو" تھا.... اشارات و حقائق و معانی میں ان کی تصانیف بہت بلند ہیں"۔

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ نے حضرت جنیدؒ کو طریقت میں شیخ المشائخ اور شریعت میں امام الائمہ لکھا۔ حضرت جنیدؒ نے اس دور میں اپنا چراغ رشد و ہدایت روشن کیا جب مسلمانوں میں یونانی فلسفے کا رواج ہوا اور بے لگام عقل نے مذہب سے بے اعتنائی اختیار کی اور اعتقاد کی بنیادیں کمزور ہو گئیں۔ دینی وجدان اور صحیح فکر و نظر کم ہونے لگا۔ عقلیت کے سیلاب نے مسلمانوں کی دینی زندگی پر نہایت برا اثر ڈالا۔ مذہبی عقائد کو عقل کے سانچوں میں ڈھال کر تاویلات کا باب وا کیا گیا۔ قرآنی آیات کی تاویلیں کی جانے لگیں تو حضرت جنید بغدادیؒ اور ان کے ہم عصر صوفیاء نے اس فتنے کے خلاف آواز اٹھائی اور عقل کے مقابلے میں عشق الٰہی پر زور دیا۔ خود بھی عشق الٰہی سے سرشار ہو کر زندگی بسر کی اس طرح فلسفے کے برے اثرات کا مداوا قلبی کیفیات کے ذریعہ کیا۔

مسلک حضرت جنید بغدادیؒ سے پوچھا گیا کہ اہل معرفت اعمال صالحہ کے محتاج نہیں رہتے تو انہوں نے جواب میں کہا۔

"یہ ان لوگوں کا قول ہے جو اعمال کے ساقط ہونے کی بات کرتے ہیں اور یہ بات میرے نزدیک عظیم گناہ ہے۔ اس قول کے قائل سے اس آدمی کا حال بہتر ہے جو چور اور زانی ہے۔ عارفین باللہ نے خدا ہی سے اعمال لئے ہیں اور ان میں اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اگر میں ہزار برس بھی جیوں تو اعمال خیر سے ایک ذرہ بھی کم نہ کروں یہاں تک کہ میرے اور اعمال میں موت حائل نہ ہو جائے کیونکہ ان سے میری معرفت مضبوط اور میرا حال قوی ہو جاتا ہے۔ (رسالہ قشیریہ صفحہ ۲۳۔۲۴)

آپ سماع کے قائل نہ تھے۔ سماع کی مجالس کو ناپسند کرتے۔ وعظ و نصیحت کے دوران اگر کسی پر وجد کی کیفیت طاری ہوتی اور وہ اس کا اظہار کرتا تو اسے سرزنش کرتے۔ وہ ان صوفیاء میں شمار ہوتے ہیں جو اتباع کتاب و سنت لازمی قرار دیتے اور اس کی پابندی کرتے ہیں۔

تعلیمات حضرت جنید بغدادیؒ کی تعلیمات میں جس تصوف کا ذکر ہے وہ حقیقی اسلامی تصوف ہے وہ خود فرماتے ہیں کہ تصوف کا سرچشمہ قرآن و حدیث ہے۔ تصوف کی یہ راہ صرف وہی پا سکتا ہے جس کے دائیں ہاتھ میں قرآن اور بائیں ہاتھ میں حدیث اور سنت رسول ﷺ ہو۔ ان دونوں چراغوں کی روشنی میں راستہ طے کرے۔ تاکہ نہ تو شبہے کے گڑھوں میں گرے اور نہ بدعت کے اندھیرے میں پھنسے۔

آپ کی تعلیمات اور ارشادات کثرت سے ہیں جو مختلف تصوف کی کتابوں میں ان کے حالات میں بیان ہوئے ہیں۔ ان سب کا بیان طوالت چاہتا ہے اور یہ مضمون اس کا متحمل بھی نہیں۔ تصوف کی کتابوں میں مطالعہ کئے جا سکتے ہیں۔ نمونہ کے طور پر چند ارشادات

درج ہیں۔ فرمایا:

- جس نے خدا کی معرفت حاصل نہیں کی وہ کبھی شاد نہیں رہ سکتا۔
- وقت سے زیادہ کوئی قیمتی شے نہیں جب یہ گذر جاتا ہے تو پھر اسے حاصل نہیں کیا جاسکتا۔
- جوانمردی یہ ہے کہ اپنا بوجھ دوسروں پر نہ ڈالا جائے اور جو کچھ پاس ہو اسے راہ خدا میں دے دیا جائے۔
- خلق چار ہیں۔ سخاوت، الفت، نصیحت اور شفقت
- مرد کو مردانہ خصلت اختیار کرنی چاہئے اور شبہات و وہم میں گرفتار نہیں ہونا چاہئے۔
- صوفی وہ ہے جو خدا اور رسول ﷺ کی اس طرح اطاعت کرے کہ ایک ہاتھ میں قرآن ہو اور دوسرے میں حدیث۔
- خدا تعالیٰ تک رسائی ترک دنیا اور نفسانی خواہشات کو چھوڑنے سے حاصل ہوتی ہے

وفات

حضرت جنیدؒ نے 297 ہجری بمطابق 910ء میں بغداد میں وفات پائی۔ آپ کا مزار بغداد میں زیارت گاہ خلق ہے۔
وفات سے کچھ دیر قبل فرمایا۔ اب جب کہ میری عمر کا صحیفہ لپیٹا جا رہا ہے۔ میں اپنی عمر بھر کی عبادت کو اس طرح ہوا میں معلق دیکھ رہا ہوں کہ جس کو تیز ہوا کے جھونکے ہلا رہے ہیں اور مجھے علم نہیں کہ یہ ہوا فراق کی ہے یا وصال کی اور دوسری طرف فرشتہ اجل اور پل صراط ہے اور عادل قاضی پر نظر لگائے اس کا منتظر ہوں کہ نہ جانے مجھ کو کدھر جانے کا حکم دیا جائے۔

نوٹ: اس مضمون کی تیاری میں ان کتابوں سے مدد لی گئی۔

۱۔ تذکرۃ الاولیا ۲۔ سیر الاولیاء ۳۔ کشف المحجوب ۴۔ خزینۃ الاصفیاء ۵۔ دائرۃ المعارف (اردو) ۶۔ ملفوظات حضرت مسیح موعود ۷۔ رسالہ قشیریہ۔

ایام نوبہار - رمضان المبارک

روزوں کی اہمیت و فرضیت اور برکات و مسائل کا تذکرہ

(تحریر و ترتیب:- سید مبشر احمد ایاز - مدیر خالد)

اہل لغت کہتے ہیں اس ماہ کا نام رمضان اس لئے پڑ گیا ہے کہ پہلی بار جب روزے فرض ہوئے تو یہ موسم گرما میں آیا تھا لیکن اس کا حقیقی مفہوم اس سے کہیں بلند تر ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں۔

اِنَّمَا سُمِّیَ رَمَضَانَ لِاَنَّ الذُّنُوْبَ تَرْمَضُ فِیْہِ کہ اس ماہ کا نام رمضان اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس میں گناہ جل جاتے ہیں اور حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔

اِنَّمَا سُمِّیَ رَمَضَانَ لِاَنَّ رَمَضَانَ تَرْمَضُ الذُّنُوْبَ

کہ رمضان کا نام رمضان اس لئے رکھا گیا ہے کہ یہ گناہوں کو جلا دیتا ہے۔ (جامع الصغیر)

پھر رمضان کے معنی اس روحانی حرارت کے بھی ہیں جو روزوں کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"رمضان سورج کی تپش کو کہتے ہیں۔ رمضان میں چونکہ انسان اکل و شرب اور تمام جسمانی لذتوں پر صبر کرتا ہے۔ دوسرے اللہ تعالیٰ کے احکام کیلئے ایک حرارت اور جوش پیدا کرتا ہے۔ روحانی اور جسمانی حرارت اور تپش مل کر رمضان ہوا۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ ۲۰۹)

احادیث نبویہ سے فضائل رمضان

سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے نہ صرف رمضان کے فضائل، اس کی اہمیت اور رمضان سے استفادہ کے نہایت قیمتی گر بتائے ہیں بلکہ ان نتائج اور ثمرات کا بھی حسین نقشہ کھینچا ہے جو رمضان سے وابستہ ہیں۔ احادیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام رمضان بھی ہے۔ آنحضرت ﷺ جس طرح اللہ تعالیٰ کی باقی تمام صفات کے مظہر اتم بنے اسی طرح رمضان کی اپنے قول و عمل سے آپ نے جو تصویر پیش کی اس میں بھی آپ کل انبیاء میں منفرد و افضل اور لاشریک ہیں۔

حضرت عبد الرحمان بن عوفؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کا ذکر فرمایا اور اسے تمام مہینوں سے افضل قرار دیا اور فرمایا جو شخص اس مہینہ میں حالت ایمان میں ثواب اور احتساب سے عبادت کرتا ہے وہ اپنے گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسے اس روز تھا جب اس کی ماں نے اسے جنا۔ (نسائی کتاب الصوم)

یہ ماہ کیسی عظیم الشان برکتیں اپنے دامن میں لئے ہوئے آتا ہے اور کن مصائب سے بچاتا ہے اس کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جب رمضان آتا ہے۔ جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور جہنم کے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطان جکڑ دیئے جاتے ہیں اور ایک روایت میں آیا ہے کہ رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری و مسلم) اور ترمذی کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ ایک اعلان کرنے والا اعلان کرتا ہے کہ اے بھلائی کے چاہنے والے آ اور آگے بڑھ اور اے برائی کے چاہنے والے رک جا اور اللہ کیلئے بہت سے لوگ آزاد کئے جاتے ہیں اور رمضان کی ہر ایک رات کو ایسا ہوتا ہے۔ (ترمذی)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس حدیث کی لطیف تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"سوال یہ ہے کہ خواہ وہ آسمان کے دروازے ہوں یا جنت کے ان دروازوں سے کیا مراد ہے اور جو دروازے بند کئے جاتے ہیں وہ

جنہم کے کونسے دروازے ہیں اور کس قسم کی زنجیریں ہیں جن میں شیطان جکڑا جاتا ہے ایک بات تو قطعی ہے کہ اس کے عمومی معنی درست نہیں کیونکہ جہاں تک رمضان کے مہینے کا تعلق ہے اس مہینہ میں دنیا کی بھاری اکثریت پہلے کی طرح فسق و فجور میں مبتلا رہتی ہے اور رمضان کی قطعاً پرواہ نہیں کرتی۔ پس یہ کہنا کہ اس مہینہ میں شیطان جکڑا جاتا ہے یا رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں...... یہ دراصل حدیث کے مفہوم کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے جب یہ فرمایا **اذ دخل شھر رمضان** "کہ جب شہر رمضان داخل ہو جاتا ہے تو اس سے یہ مراد نہیں کہ بالعموم ساری دنیا پر برکتیں لے کر آتا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کا مہینہ وہاں برکتیں لے کر آتا ہے جہاں جہاں وہ داخل ہوتا ہے۔ اور جس انسان کے وجود میں رمضان کا مہینہ داخل ہو جائے گا اس کے جہان میں نیک تبدیلیاں پیدا ہو جائیں گی۔ یعنی وہ انسان جو اپنے آپ کو رمضان کے تابع کردے گا تو گویا رمضان المبارک اپنی ساری برکتوں کے ساتھ اس انسان میں داخل ہو گا۔ ایسے انسان کے جہان میں جو بھی جنت کے دروازے ہیں وہ سارے کھل جائیں گے اور جنہم کے جتنے دروازے ہیں بند کر دیئے جائیں گے۔" (خطبہ جمعہ فرمودہ ۳۰ مئی ۱۹۸۶ء)

روزہ کی جزا

ہر کام اپنے نتیجے اور انجام کے مطابق اہمیت رکھتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی روزہ اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارا رب فرماتا ہے کہ ہر نیکی کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک ہے اور روزہ کی عبادت تو خاص میرے لئے ہے اور میں خود اس کی جزا دوں گا یا میں خود اس کا بدلہ ہوں اور روزہ آگ سے بچانے کے لئے ڈھال ہے اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ (ترمذی ابواب الصوم)

رمضان کے مبارک مہینے کو عبادتوں سے ایک خاص تعلق ہے۔ بلکہ عبادتوں کی معراج اگر رمضان کو کہا جائے تو مبالغہ نہیں ہے۔ اور روزہ تو عبادتوں کا دروازہ ہے۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

"ہر چیز کا ایک دروازہ ہوتا ہے اور عبادت کا دروازہ روزے ہیں" (جامع الصغیر)

انہی عبادات کے نتیجہ میں اللہ کے فضل سے انسان کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کا قرب اور اس کا لقا نصیب ہوتا ہے جو روزے کا اصل مقصد اور انسانی پیدائش کا بھی اصل مقصد ہے اور پھر کیا ہی اچھا ہو رمضان کے نقوش بجالانے والی یہ عبادات ایسے گہرے نقوش پیدا کر جائیں اور عبادات کی ایسی عادتیں راسخ ہو جائیں کہ سارا سال نقوش کا یہ جشن جاری رہے اور آنحضرت ﷺ کی وہ حدیث اپنی پوری شان میں ہماری زندگیوں میں جلوہ گر ہو کہ جس میں آنحضور ﷺ نے فرمایا "ایک رمضان دوسرے رمضان تک کے گناہوں کے کفارہ کا ذریعہ بن جاتا ہے" اور دار قطنی کی ایک حدیث ہے کہ

اِذَا سَلِمَ رَمَضَانُ سَلِمَتِ السَّنَةُ کہ جب رمضان سلامتی سے گزر جائے تو سمجھو کہ سارا سال سلامت ہے۔

پس اس سارے سال کی سلامتی کو اپنے حق کیلئے محفوظ کریں اور رمضان کو اس کے مطابق گزاریں جس طرح کہ حق ہے۔ رمضان کی عبادتوں کو ان کی شرائط کے مطابق بجالائیں۔ اب ایسی عبادتوں کا ذکر کرنا مقصود ہے جو اجتماعی رنگ بھی اپنے اندر لئے ہوئے ہیں اور یہ اجتماع نقوش بھی ہے کہ ایک ہی مہینہ میں یہ اکٹھی نصیب ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک قیام اللیل یعنی نماز تہجد ہے۔ دوسری اعتکاف ہے اور تیسری لیلۃ القدر کی عبادت ہے۔

نماز تہجد

- میں نے راتوں کی عبادت تمہارے لئے بطور سنت قائم کر دی۔ (حدیث نبوی)
- ہماری جماعت کو چاہئے کہ وہ تہجد کی نماز کو لازم کر لیں۔ (حضرت بانی سلسلہ احمدیہ)
- رمضان المبارک سے تہجد کا بہت گہرا تعلق ہے۔

(حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ)

قرآن مجید نے آنحضرت ﷺ کیلئے نماز تہجد کو ضروری قرار دیا ہے۔ آپ کے صحابہ بھی حضور ﷺ کے نقش قدم کی پیروی میں

تہجد پڑھا کرتے تھے۔ تہجد کی نماز پانچ فرض نمازوں کے علاوہ ہے جو سونے سے بیدار ہو کر طلوع فجر سے پہلے پہلے پڑھی جا سکتی ہے۔ یہ انفرادی نماز خلوت اور تنہائی کی مناجات ہے جو بندہ اپنے رب سے کرتا ہے۔ رسول کریم ﷺ زندگی بھر لمبے قیام و رکوع و سجود کے ساتھ نماز تہجد پڑھتے رہے حتی کہ آپ کے پاؤں متورم ہو جاتے تھے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ۔

"اللہ تعالیٰ نے رمضان کو تم پر فرض کیا ہے اور میں نے اس کی راتوں کی عبادت تمہارے لئے بطور سنت قائم کر دی ہے۔"

(نسائی)

نماز تراویح

اس لئے رمضان کی راتوں میں سحری کے وقت نوافل ادا کرنے کی ضرور کوشش کرنی چاہئے۔ خواہ وہ دو چار ہی کیوں نہ پڑھیں کیونکہ رات کے آخری حصہ میں نوافل کی ادائیگی کرنا زیادہ افضل ہے۔

ہر چند کے نماز تراویح بھی سنت رسول ﷺ سے ثابت ہے لیکن یہ بات ضرور ذہن میں رہنی چاہئے کہ اصل نماز تہجد ہی ہے اور اسی کا التزام کرنا چاہئے۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ تہجد بھی پڑھی جائے اور پورے قرآن کا دور کرنے کیلئے یا قرآن سننے کیلئے تراویح بھی ادا کی جائے۔ لیکن دونوں میں سے التزام اور اختیار اور تقدم تہجد ہی کو ہونا چاہئے۔ دراصل نماز تراویح تو ایک سہولت ہے جو نبی کریم ﷺ نے از راہ شفقت ان کمزوروں کے لئے قائم فرمائی جو تہجد میں زیادہ نوافل نہیں ادا کر سکتے تھے۔ اس بات کی تائید حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے درج ذیل دو اقتباسات بھی کر رہے ہیں۔

"ایک صاحب نے حضرت مسیح موعود سے دریافت کیا کہ رمضان شریف میں رات کو اٹھنے اور نماز پڑھنے کی تاکید ہے لیکن عموماً محنتی مزدور، زمیندار لوگ جو ایسے اعمال کے بجالانے میں غفلت کرتے ہیں اگر اول شب میں ان کو گیارہ رکعت تراویح بجائے آخر شب کے پڑھا دی جائے تو کیا جائز ہو گا؟ حضرت اقدس نے فرمایا "کچھ حرج نہیں پڑھ لیں" (بدر ۱۸ اکتوبر ۱۹۰۶ء بحوالہ فتاویٰ حضرت مسیح موعود صفحہ ۱۲۹)

ایک دوسری جگہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں۔

"آنحضرت ﷺ کی سنت دائمی تو وہی آٹھ رکعات ہیں اور آپ تہجد کے وقت ہی پڑھا کرتے تھے اور یہی افضل ہے۔ مگر پہلی رات بھی پڑھ لینا جائز ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے رات کے اول حصہ میں اسے پڑھا۔

۲۰ رکعات بعد میں پڑھی گئیں مگر آنحضرت ﷺ کی سنت وہی تھی جو پہلے بیان ہوئی۔"

(بدر ۲۰ فروری ۱۹۰۸ء بحوالہ فتاویٰ حضرت مسیح موعود صفحہ ۲۷)

گویا اصل یہی ہے کہ یہ نوافل تہجد کے وقت ہی ادا کئے جائیں ہاں نماز تراویح بھی ادا کر لیں تو اور اچھی بات ہے۔ نوافل اور نیکی میں زیادتی تو خیر کا موجب ہی ہوتی ہے اور ویسے بھی یہ تہجد ہی تو ہے جس کو قرآن کریم نے "نَافِلَةً لَكَ" کہا اور سورۃ المزمل میں ارشاد فرمایا کہ۔

رات کی بیداری نفس کے جذبات کو دبانے کا بہترین ذریعہ ہے۔

اور یوں بھی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اِنَّ فِی السُّحُوْرِ بَرَکَةً یعنی سحری کے کھانے میں برکت ہے۔ تو یہ سحری کا کھانا برکتوں والا تو تبھی بنے گا کہ جب سحری سے پہلے کچھ خدا سے راز و نیاز کی باتیں ہوں گی۔ جب اس کے سامنے سجدہ ریز ہوئے ہوں گے اس کے شکرانے کے نوافل ادا کئے ہوں گے۔ تبھی یہ سحری "برکہ" کا موجب ہوگی۔ حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ اس امر کی طرف جماعت کو توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"رمضان میں صرف روزوں کی تلقین نہیں کرنی چاہئے بلکہ روزوں کے لوازمات کی طرف بھی توجہ دینی چاہئے۔ میں نے ایک دفعہ سرسری طور پر جائزہ لیا۔ نوجوانوں سے پوچھنا شروع کیا روزہ رکھا ہے یا نہیں رکھا؟ کیسا رہا؟ کس طرح رکھا؟ تو اکثریہ دیکھا گیا یعنی اکثر یہ جواب ملا کہ ہم نے سحری کھا کر روزہ رکھا اور نفلوں کا کوئی ذکر نہیں تھا حالانکہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے تم پر فرض کئے ہیں اور میں نے اس

میں تہجد کی سنت تمہارے لئے قائم کردی ہے۔ (اگلے الفاظ تو بعینہ یاد نہیں) لیکن مراد یہ ہے کہ تمہارے لئے مزید برکتوں کے رستے پیدا کردیئے ہیں۔ پس تہجد ویسے بھی بہت اچھی چیز ہے۔ قرآن کریم نے اس کو بہت ہی تعریف کے رنگ میں پیش فرمایا ہے اور اس کی بہت سی برکتیں بیان فرمائیں ہیں۔ یہ مقام محمود تک لے جانے والی چیز ہے لیکن رمضان المبارک سے تہجد کا بہت گہرا تعلق ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت فرماتی ہیں کہ میں نے رمضان کے سوا آنحضرت ﷺ کو اتنی لمبی تہجد پڑھتے کبھی نہیں دیکھا۔ بعض دفعہ آپ تقریباً ساری رات کھڑے ہو کر گزا دیتے تھے۔ پس رمضان کے ساتھ تہجد کا بہت ہی گہرا تعلق ہے۔ وہ روزے جو تہجد سے خالی ہیں وہ بالکل ادھورے اور بے معنی روزے ہیں۔ اس لئے بچوں کو خصوصیت کے ساتھ تہجد کی تلقین کرنی چاہئے۔ قادیان یا ربوہ کے جس ماحول کا میں نے ذکر کیا ہے اس میں عموماً یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا خصوصاً قادیان میں کہ کوئی بچہ اٹھ کر آنکھیں ملتا ہوا کھانے کی میز پر آ جائے۔ اس کے لئے لازمی تھا کہ وہ ضرور پہلے نفل پڑھے۔ لازمی ان معنوں میں کہ سبھی کرتے تھے۔ اس نے یہی دیکھا تھا اور وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ بعض دفعہ بچے کی Late آنکھ کھلتی ہے یعنی زیادہ دیر ہو جاتی ہے تو کھانا بھی جلدی میں کھاتا ہے لیکن قادیان کے بچے پھر تہجد بھی جلدی میں پڑھتے تھے۔ یہ نہیں کرتے تھے کہ اب تہجد پڑھنے کا وقت نہیں رہا صرف کھانا کھائیں بلکہ اگر کھانے کے لئے تھوڑا وقت ہے تو تہجد کیلئے بھی تھوڑا وقت تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ دو نفل جس کو عام طور پر ٹکریں مارنا کہتے ہیں اس طرح کے نفل پڑھے اور اسی طرح کا کھانا کھایا یعنی دو لقمے جلدی جلدی کھائے لیکن انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ روحانی غذا کی طرف بھی توجہ دیں اور جسمانی غذا کی طرف بھی توجہ دیں اور یہ انصاف ان کے اندر پایا جاتا تھا جو ان کے بچپن سے ماؤں نے دودھ میں پلایا ہوا تھا۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۲ اپریل ۱۹۸۸ء)

اعتکاف

خدا کی راہ میں ایک دن اعتکاف کرنے والے اور جہنم کے درمیان اللہ تعالیٰ تین ایسی خندقیں بنادے گا جن کے درمیان مشرق و مغرب کے مابین فاصلہ سے بھی زیادہ ہوگا۔" (حدیث نبویؐ)

رمضان المبارک کے بابرکت مہینے کی نسبت آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:۔

"یہ ایسا مہینہ ہے جس کی ابتداء نزول رحمت ہے اور جس کا وسط مغفرت کا وقت ہے اور جس کا آخر کامل اجر پانے یعنی آگ سے آزادی کا زمانہ ہے"۔

اس آخری عشرہ کے بارے میں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ۔

"نبی کریم ﷺ (رمضان کے) آخری عشرہ میں داخل ہوتے تو کمر ہمت کس لیتے اور اپنی رات کو (عبادت میں شب بیداری سے) زندہ کرتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے۔" (بخاری)

حضرت عائشہؓ کی ہی دوسری روایت ہے کہ۔

"آنحضرت ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں عبادت میں جتنی کوشش و محنت اور مجاہدہ فرماتے تھے وہ جدوجہد اس کے علاوہ ایام میں کبھی نہیں دیکھی گئی۔" (ابن ماجہ)

حضرت عائشہؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ

"آنحضرت ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دی۔ آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات بھی اعتکاف فرماتی رہیں۔"

(بخاری کتاب الصوم)

دینی اصطلاح میں مسنون اعتکاف یہ ہے کہ انسان رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں "بیت الذکر" میں خاص شرائط و آداب کے ساتھ ٹھہرے۔ یہی وہ اعتکاف ہے جو آنحضور

ﷺ کی سنت سے ثابت ہے اور رمضان کے فرض ہونے کے بعد ہر سال آنحضور ﷺ یہ اعتکاف فرماتے رہے۔ شروع شروع میں جب رمضان فرض ہوا تو ایک سال آنحضور ﷺ نے رمضان کے درمیانی عشرہ میں بھی اعتکاف کیا لیکن بیسویں رمضان کو صحابہ سے فرمایا کہ اس آخری عشرہ میں مجھے لیلتہ القدر دکھائی گئی ہے اس لئے اس میں معتکف رہو۔ اس کے بعد آنحضور ﷺ ہر سال رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے رہے۔ سوائے ایک سال کے جس میں بعض خاص مصالح کی بناء پر اگلے مہینہ میں اعتکاف فرمایا۔

مسائل اعتکاف

اعتکاف کی ابتداء بیسویں رمضان سے ہوتی ہے اور عید کا چاند نظر آنے پر معتکف کا اعتکاف مکمل ہو جاتا ہے اور وہ اعتکاف سے نکل آتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے اعتکاف کے بارہ میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ حضور نماز فجر کے بعد اپنے معتکف (یعنی اعتکاف کے خیمہ) میں تشریف لے جاتے تھے۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں۔

"اعتکاف بیسویں کی صبح کو بیٹھتے ہیں کبھی دس دن ہو جاتے ہیں اور کبھی گیارہ۔ (الفضل ۳ نومبر ۱۹۱۴ء)

معتکف کو الیت یا اپنے معتکف میں رہ کر اپنا وقت ذکر الٰہی اور عبادات، نوافل اور تلاوت قرآن کریم میں گزارنا چاہئے۔ معتکف ضرورت کیلئے "بیت" سے باہر جا سکتا ہے۔ مثلاً قضائے حاجت وغیرہ یا کسی اور خاص ضرورت کے لئے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ اعتکاف میں بیت سے باہر جا کر مریض کی عیادت بھی فرما لیا کرتے تھے۔ لیکن راستہ میں ادھر ادھر کہیں نہیں جاتے تھے نہ زیادہ وہاں ٹھہرتے تھے بلکہ جا کر عیادت کر کے واپس تشریف لے آتے تھے۔ بہتر یہ ہے کہ جامع (جہاں جمعہ ہوتا ہے) میں اعتکاف بیٹھے لیکن اگر ایسی صورت میسر نہیں تو عام بیت میں بھی اعتکاف کر سکتا ہے اور جمعہ کیلئے جامع بیت میں جا سکتا ہے۔

اعتکاف میں بیوی بچے آ کر معتکف سے ملاقات کر سکتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات حضور ﷺ سے ملاقات کیلئے مسجد نبویؐ میں تشریف لاتی تھیں۔ بلکہ ایک دفعہ حضرت صفیہؓ حضور ﷺ سے ملنے آئیں ان کا گھر مسجد سے کچھ فاصلے پر تھا۔ آنحضور ﷺ خود ان کو گھر تک چھوڑنے گئے اور دروازہ تک چھوڑ کر واپس آئے۔ (بخاری)

معتکف ذکر الٰہی کرے اور قصوں اور باتوں میں وقت ضائع نہ کرے۔ لیکن چپ کا روزہ بھی درست نہیں۔ ہدایہ میں لکھا ہے کہ معتکف کیلئے خاموشی ناپسندیدہ ہے کیونکہ چپ کا روزہ بالکل نیکی نہیں۔ صحت اعتکاف کیلئے شرط ایسی بیت میں ہے جس میں نماز باجماعت ہوتی ہے۔ مجبوری کی بناء پر بیت سے باہر بھی اعتکاف ہو سکتا ہے۔

تلاوت قرآن کریم

اس پیاری کتاب کا نزول رمضان المبارک میں شروع ہوا بلکہ رمضان میں ہی سارا کا سارے نازل ہوا۔ جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ (البقرہ)

اور پھر فرمایا:۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ، وَمَآ اَدْرٰكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ (سورۃ القدر)

یعنی ہم نے اس قرآن کو ایک ایسی عظیم رات میں اتارا ہے کہ جس کی عظمت کا اندازہ انسان کر ہی نہیں سکتا۔ تو اس مناسبت سے معلوم ہوا کہ علاوہ اس کے کہ قرآن کی تلاوت ہر وقت ہی ایک عظیم اور "محمود" فعل ہے اور صبح کے وقت کی تلاوت تو خدا کے حضور "مقام مشہود" پاتی ہے مگر رمضان میں اس کی تلاوت ایک خاص مقام رکھتی ہے۔ "رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن روزے اور قرآن بندے کیلئے شفاعت کریں گے۔ روزہ کہے گا اے میرے رب! میں نے اس شخص کو (رمضان میں) دن کے وقت کھانے پینے اور شہوات نفسانی سے روکا تھا (یہ رک گیا تھا)۔ پس میری سفارش اس کے بارے میں قبول فرما اور قرآن کہے گا اے میرے رب! میں نے

اس شخص کو رات سونے سے روک دیا تھا (یہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر قرآن پڑھتا تھا) پس اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔ پس ان دونوں کی سفارش قبول کی جائے گی (اور اس شخص کو بخش دیا جائے گا۔")

(بیہقی فی شعب الایمان)

اس مبارک صد مبارک مہینہ میں تلاوت قرآن کریم کی عظمت اور ضرورت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں۔

"پس رمضان کلام الہی کو یاد کرانے کا مہینہ ہے۔ اسی لئے رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس مہینہ میں قرآن کریم کی تلاوت زیادہ کرنی چاہئے اور اسی وجہ سے ہم بھی اس مہینہ میں درس قرآن کا انتظام کرتے ہیں۔ دوستوں کو چاہئے کہ اس مہینہ میں زیادہ سے زیادہ تلاوت کیا کریں اور قرآن کریم کے معانی پر غور کریں۔ تاکہ ان کے اندر قربانی کی روح پیدا ہو جس کے بغیر کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔

(تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۳۹۳)

پھر رمضان اور قرآن کا تعلق بیان کرتے ہوئے حضرت خلیفتہ المسیح الثالث فرماتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس قدر عظیم کتاب کو ہم نے رمضان کے مہینے میں نازل کرنا شروع کیا تھا۔ شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن اور اسے (سارے کے سارے) اپنے اپنے وقت پر رمضان میں نازل کرتے رہے۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہر ماہ رمضان میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبریل علیہ السلام نزول فرماتے اور میرے ساتھ قرآن کریم کا دور کیا کرتے۔ اس رمضان میں جتنا حصہ قرآن کریم کا نازل ہو چکا ہوتا اس کا دور نزول کے ذریعہ جبریل علیہ السلام حضرت رسول اکرم ﷺ سے کرتے۔ ایک دفعہ، پھر دوسری دفعہ، پھر تیسری دفعہ نزول ہوتا رہتا تھا اور آخری سال نبی کریم نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام نے دو دفعہ میرے ساتھ قرآن کریم کا دور کیا ہے۔ غرض اتنی عظیم کتاب کا اس مہینہ میں بار بار نزول ہونا اور پھر اس مہینہ میں نزول ہونا بتاتا ہے کہ یہ ماہ بھی بہت سی برکتیں اپنے اندر رکھتا ہے۔ پس فرمایا کہ یہ مہینہ وہ ہے جس کے بارہ میں قرآن کریم کے احکام بھی پائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس کا قرآن کریم کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے اور جو قرآنی برکتیں اللہ تعالیٰ نے اس آیت (یعنی شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن...... الایہ۔ ناقل) میں بیان کی ہیں جن کا اختصار کے ساتھ میں نے ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر تم ان برکتوں کو حاصل کرنا چاہتے ہو تو رمضان کی عبادتوں سے پورا پورا فائدہ اٹھاؤ۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۴ نومبر ۱۹۶۷ء)

اللہ تعالیٰ کرے کہ یہ رمضان ہمارے لئے موقعہ اور وسیلہ بن جائے اس کارگر حربہ اور اس یگانہ کتاب کو اختیار کرنے کا، تاہم بھی "مبارکی اور صد ہزار مبارکی" کے مستحق قرار پائیں۔ اللھم آمین

دعا اور رمضان کا مبارک مہینہ

رمضان کا مہینہ دعاؤں کا مہینہ ہے اور دعا کے بارے میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے بڑے ہی دلنشیں انداز میں ہمیں تعلیم دی ہے اور ہمیں اپنے تجربہ سے بتایا ہے کہ دعاؤں میں بڑی تاثیریں ہیں اور ہمارا خدا دعاؤں کو سنتا ہے۔ اس ضمن میں آپ کے کچھ ارشادات پیش خدمت ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

"میں اپنے ذاتی تجربہ سے بھی دیکھ رہا ہوں کہ دعاؤں کی تاثیر آب و آتش کی تاثیر سے بڑھ کر ہے۔" (برکات الدعا صفحہ ۱۰)

پھر فرمایا:۔

"مسلمانوں کی بڑی خوش قسمتی ہے کہ ان کا خدا دعاؤں کو سننے والا ہے۔" (الحکم ۱۷ دسمبر ۱۹۰۲ء)

پھر فرمایا:۔

"میرا تو مذہب ہے کہ جو دعا اور اس کی قبولیت پر ایمان نہیں لاتا وہ جہنم میں جائے گا۔ وہ خدا ہی کا قائل نہیں ہے۔" (الحکم ۱۷ دسمبر ۱۹۰۲ء)

"ساری عقدہ کشائیاں دعا سے ہو جاتی ہیں"۔ (الحکم ۱۷ مارچ ۱۹۰۳ء)

پھر فرمایا:۔

"دعا تو ایک ایسی چیز ہے جو ہر مشکل کو آسان بنا دیتی ہے۔ دعا کے ساتھ مشکل سے مشکل کام بھی آسان ہو جاتا ہے۔ لوگوں

کو دعا کی قدر و قیمت معلوم نہیں۔ وہ بہت جلد ملول ہو جاتے ہیں اور ہمت ہار کر چھوڑ بیٹھتے ہیں حالانکہ دعا ایک استقلال اور مداومت کو چاہتی ہے......" (الحکم ۲۴ اپریل ۱۹۰۴ء)

"دعا ایسی شے ہے کہ جن امراض کو اطباء اور ڈاکٹر لاعلاج کہہ دیتے ہیں ان کا علاج بھی دعا کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے۔" (البدر ۲۰ اپریل ۱۹۰۵ء)

رمضان کی برکتوں والے مہینے سے دعا کو ایک گہرا تعلق ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے جب روزوں کو فرضیت اور اس کے احکام نازل فرمائے تو ساتھ ہی فرمایا کہ

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ

یہ رمضان کی ہی شان میں فرمایا گیا ہے اور اس سے اس ماہ کی عظمت اور سر الٰہی کا پتہ لگتا ہے۔ اگر وہ اس ماہ میں دعائیں مانگیں تو میں قبول کروں گا...... "لعلھم یرشدون" سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ماہ کو رشد سے خاص تعلق ہے اور اس کا ذریعہ خدا پر ایمان اس کے احکام کی اتباع اور دعا کو قرار دیا ہے اور یہی باتیں ہیں جن سے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے۔" (مجموعہ فتاویٰ احمدیہ جلد اول صفحہ ۱۸۲)

دعاؤں کی تاثیر اور اس کی عظمتوں کا مطالعہ کرنے کے بعد اب ہم دیکھتے ہیں کہ روزہ دار کی دعا کا مقام خدا کے نزدیک کیسا عظیم ہے اور اس کی دعائیں کس طرح شرف قبولیت پاتی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روزہ دار کے لئے اس کی افطاری کے وقت ایک دعا ایسی ہے جو رد نہیں کی جاتی۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں حضرت ابوہریرہ کی ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"تین اشخاص کی دعا کبھی رد نہیں کی جاتی۔ ایک امام عادل کی دعا' دوسرے روزہ دار کی دعا' یہاں تک کہ وہ افطار کرے...... ان دعاؤں کیلئے آسمانوں کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری عزت کی قسم (اے دعا کرنے والے) میں تیری مدد کروں گا خواہ کچھ وقت کے بعد ہی کیوں نہ ہو۔" (ابن ماجہ)

پس اس مبارک مہینہ میں اپنے روزوں کو اپنی دعاؤں سے سجانا ہوگا۔ اپنے آنسوؤں سے ان روزوں کو تر رکھنا ہوگا اور خدا کے حضور گڑگڑاتے ہوئے اپنے دلوں کی پیاس کو بجھانا ہوگا۔

دیگر متفرق مسائل

رمضان کی آمد آمد ہے اس سلسلہ میں روزوں کے بارے میں اہم مسائل کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ اس ضمن میں یہ امر واضح کر دینا ضروری ہے کہ اس طرح کے مسائل عمومی ہوتے ہیں۔ اپنے اپنے حالات اور واقعات کی نوعیت کے اعتبار سے "دارالافتاء ربوہ" سے رجوع کر کے مفتی سلسلہ احمدیہ سے فتویٰ لیا جانا چاہئے۔ بہرحال عمومی نوعیت کے مسائل و احکام درج ذیل ہیں۔ ان کی مزید تفصیل کیلئے مرکز کی طرف شائع شدہ کتاب "فقہ احمدیہ (عبادات)" کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

روزہ اور سحری

روزہ رکھنے کیلئے سحری کھانا مسنون ہے اور برکت بھی اس میں ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے۔" (بخاری کتاب الصوم)

البتہ یہ نہیں کہ اگر کوئی سحری نہیں کھا سکا تو اس کا روزہ ہی نہیں ہوتا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول سے سوال کیا گیا کہ سحری کے بغیر روزہ رکھنا (آٹھ پہرا روزہ) برائے تزکیہ نفس درست ہے تو فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم رکھنا بڑا ضروری ہے۔ ہر ایک نیکی کا کام اسی وقت نیکی کا کام ہو سکتا ہے جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرمودہ اور آنحضرت ﷺ کے عمل در آمد کے موافق ہو۔ روزہ بغیر سحری کے رکھنا آنحضرت ﷺ نے عام لوگوں کیلئے پسند نہیں فرمایا۔"
(مجموعہ فتاویٰ احمدیہ صفحہ ۱۸۰)

فدیہ

اگر انسان مریض ہو خواہ وہ مرض لاحق ہو یا ایسی حالت میں ہو جس میں روزہ رکھنا یقیناً مریض بنا دے گا جیسے حاملہ یا دودھ پلانے والی عورت وغیرہ اور ایسے شخص کو آسودگی حاصل ہو تو ایک آدمی کا کھانا

کسی کو دے دینا چاہئے۔ اور اگر یہ طاقت نہ ہو تو نہ سہی ایسے شخص کی نیت ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے روزہ کے برابر ہے۔

روزہ توڑ دینا

جو شخص جان بوجھ کر روزہ توڑ دیتا ہے وہ سخت گناہ کا کام کرتا ہے۔ ایسے شخص پر کفارہ واجب ہو گا یعنی مسلسل ساٹھ روزے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا یا اس کے برابر قیمت دینا ہو گی۔

کفارہ دراصل توبہ کی غرض سے ہوتا ہے اور توبہ کے سلسلہ میں اصل چیز حقیقی ندامت ہے جو دل کی گہرائیوں میں پیدا ہوتی ہے۔ اگر یہ کیفیت ہے لیکن اس میں یہ استطاعت نہیں کہ ساٹھ روزے رکھ سکے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکے تو اس صورت میں استغفار ہی اس کے لئے کافی ہو گا۔ اگر کوئی شخص شدت پیاس یا کسی اور عذر کی بناء پر مجبور ہو کر روزہ توڑ دے تو اس پر کفارہ نہیں ہو گا بلکہ صرف اس روزے کی قضاء واجب ہو گی۔

روزے کے دوران ٹیکہ وغیرہ نہیں لگوانا چاہئے۔ کیونکہ جب کوئی بیمار ہے تو روزہ ہی کیوں رکھے گا۔ یوں مسئلہ کے طور پر جلدی ٹیکہ مثلاً چیچک کے ٹیکہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور انٹرا مسکولر اور انٹراوینس سے اور اسی طرح انیما وغیرہ سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

وہ امور جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا

مسواک، آنکھوں میں دوائی ڈالنا، خوشبو سونگھنا، کلی کرنا وغیرہ سے نہ تو روزہ ٹوٹتا ہے اور نہ ہی مکروہ ہوتا ہے البتہ ٹوتھ پیسٹ کرنا غیر پسندیدہ ہے۔ روزہ کی حالت میں اگر بھول سے کچھ کھا پی لیا جائے تو روزہ میں کوئی نقص واقع نہیں ہو گا۔ بلکہ ایسی صورت میں بہتر ہے کہ اسے یاد نہ دلایا جائے۔ خون دینے سے روزہ ٹوٹتا تو نہیں ہے لیکن چونکہ کمزوری ہو جاتی ہے تو بہتر ہے کہ روزہ کھول دے۔

رمضان المبارک کے چھوٹے ہوئے روزے بعد میں پورے کئے جانے ضروری ہیں لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ مسلسل رکھے جائیں۔

★★★★★

خدا تعالیٰ کے فضل سے مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کی پانچویں سالانہ علمی ریلی مورخہ ۱۸ - ۱۹ ستمبر ۱۹۹۸ء کو منعقد ہوئی۔ محترم مبشر احمد صاحب کاہلوں ناظر اصلاح و ارشاد مقامی افتتاحی تقریب سے خطاب فرما رہے ہیں۔

محترم راجہ منیر احمد خان صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان اور مکرم عبدالسمیع خان صاحب ناظم اعلیٰ پانچویں علمی ریلی اختتامی تقریب کے موقع پر محترم چوہدری محمد علی صاحب وکیل وقفِ نو کے ہمراہ۔

پانچویں سالانہ علمی ریلی کی اختتامی تقریب منعقدہ ۱۹ ستمبر ۱۹۹۸ء سے مہمانِ خصوصی محترم چوہدری محمد علی صاحب وکیل وقفِ نو خطاب فرما رہے ہیں۔

اختتامی تقریب کے سامعین کا ایک منظر

پانچویں سالانہ علمی ریلی کے موقع پر مجموعی لحاظ سے مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ اوّل قرار پائی۔ مکرم قمر احمد صاحب کوثر مہتمم مقامی مہمانِ خصوصی محترم چوہدری محمد علی صاحب وکیل وقفِ نَو سے انعام لے رہے ہیں۔

علمی ریلی کے انعامات کا ایک منظر

محترم چوہدری محمد علی صاحب وکیل وقفِ نَو پانچویں سالانہ علمی ریلی میں سب سے زیادہ انعامات حاصل کرنے والے خادم مکرم نعیم احمد صاحب باجوہ آف ربوہ کو انعام دے رہے ہیں۔

پانچویں سالانہ علمی ریلی کے مختلف مقابلہ جات کے مناظر

مقابلہ مطالعہ قرآن

مقابلہ مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ

مقابلہ مطالعہ خطبات امام

مقابلہ نظم خوانی

۲۳ مارچ ۱۹۹۸ء کو مجلس خدام الاحمدیہ ضلع کراچی کے اجتماع کے موقع پر خدام محترم راجہ منیر احمد خان صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے ساتھ عہد دُہرا رہے ہیں۔

مجلس خدام الاحمدیہ ضلع کراچی کے اجتماع کے موقع پر اُونچی چھلانگ کے مقابلہ کا ایک منظر

مجلس خدام الاحمدیہ علاقہ سکھر کا اجتماع ۱۹۹۸ء بمقام لاڑکانہ منعقد ہوا۔ محترم راجہ منیر احمد خان صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان انعامات تقسیم فرما رہے ہیں۔

مجلس خدام الاحمدیہ علاقہ سکھر کے اجتماع کے موقع پر محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان و دیگر عہدیداران تشریف فرما ہیں

مجلس خدام الاحمدیہ ضلع کوئٹہ و علاقہ بلوچستان کے سالانہ اجتماع (منعقدہ ۶،۵ - ۷ رجون ۱۹۹۸ء) کے موقع پر محترم راجہ منیر احمد خان صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان خطاب فرما رہے ہیں۔

مجلس خدام الاحمدیہ ضلع کوٹلی آزاد کشمیر کے اجتماع کے موقع پر خدام محترم راجہ منیر احمد خان صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے ساتھ۔
تصویر میں آپ کے بائیں محترم محمود احمد صاحب قائد مجلس خدام الاحمدیہ ضلع آزاد کشمیر تشریف فرما ہیں۔

محبّت کا ایک آنسو

کلام حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ قیامت کے دن سات قسم کے آدمی عرش کے سایہ میں ہونگے ان میں سے ایک وہ شخص ہوگا جس کے متعلق آنحضورؐ فرماتے ہیں کہ رَجُلٌ ذَکَرَ اللّٰہَ خَالِیًا فَفَاضَتْ عَیْنَاہُ۔ یہ پُرکیف نظم اسی تنہائی کے آنسو کی تعریف میں لکھی گئی ہے۔

ہزار علم و عمل سے ہے بالیقیں بہتر
وہ ایک اشکِ محبت جو آنکھ سے ٹپکا

خراجِ حُسن میں ہر جنس سے گرانمایہ
نذورِ عشق میں کیا خوب گوہرِ یکتا

خلاصۂ ہمہ عالم ہے قلب مومن کا
خلاصۂ دلِ مومن یہ اشک کا قطرہ

نہ انفعال، نہ حسرت، نہ خوف و غم باعث
وہ ایک اَور ہی منبع ہے جس سے یہ نکلا

نہ اس کے راز کو دو کے سوا کوئی جانے
نہ یہ کسی کو خبر کب بنا۔ کہاں ڈھلکا

نہ جھلکے آنکھ میں تو مست و بے خبر کر دے
گرے تو لے وہیں ملائک اُسے لپک کے اُٹھا

نہیں زمانہ میں اس سا کوئی فصیح و بلیغ
جو دل کا حال ہو دلبر سے اِس طرح کہتا

عرق ہے خونِ دلِ عاشقاں کا یہ آنسو
یہی ہے نارِ محبت سے جو کشید ہُوا

یہ تحفہ وہ ہے جو خالص خدا کی خاطر ہے
نہیں ہے اس میں ریا اور نفاق کا شُبہ

پناہ تیزئ خورشید روزِ محشر ہے
ملے گا اشک کی برکت سے عرش کا سایہ

جو "عینِ جاریہ" درکار ہے اے زاہدِ خشک
تو عینِ جاریہ[1] اپنی بھی کچھ بہا کے دکھا

مَیں کیا سرِشکِ محبت تیری کروں تعریف
کہ ذاتِ باری نے خود تجھ کو دوست فرمایا

(از بخارِ دل" صہ ۴۵)

(مطبوعہ الفضل ۲۳ اکتوبر ۱۹۲۴)

[1] آنسو

مسیحی فرقے

(مکرم نصیب احمد صاحب استاذ جامعہ احمدیہ)

حضرت مسیح علیہ السلام کے کچھ ہی عرصہ بعد ان کے پیروؤں کے درمیان عقائد اور نظریات میں اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ انجیل سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ پولوس۔ برنباس اور پطرس پر منافق اور ریاکار ہونے کا الزام لگاتا ہے اور دوسری طرف وہ اس کے برعکس الزام لگاتے ہیں۔ ہر فرقہ حضرت مسیح علیہ السلام کی صحیح تعلیمات کا علمبردار ہونے کا دعویدار ہے۔ اور دوسرے کو بدعتی قرار دیتا ہے۔ پھر ان فرقوں کے اندر مزید فرقے پیدا ہوتے چلے گئے۔ عیسائیت کی تاریخ فرقوں سے بھری پڑی ہے۔ مصنف "پاکستان میں مسیحیت" لکھتا ہے "آج کے روشن دور میں صرف امریکہ میں ڈھائی سو کے قریب فرقے ہیں۔" مسیحی مذہب کیا ہے؟ اس کی تعریف انسائیکلوپیڈیا برٹینکا میں ان الفاظ میں کی گئی ہے کہ "عیسائیت وہ اخلاقی، تاریخی، کائناتی، موحدانہ اور کفارہ پر ایمان رکھنے والا مذہب ہے۔ جس میں خدا اور انسان کے تعلق کو خداوند یسوع مسیح کی شخصیت اور کردار سے پختہ کر دیا گیا ہے۔ اور اس مذہب کے بنیادی اور مرکزی عقائد ۱۔ الوہیت مسیح ۲۔ تثلیث ۳۔ کفارہ ہیں"

اس مضمون میں تمام مسیحی فرقوں کا احاطہ کرنا مقصود نہیں۔ تاہم ان میں سے چند مشہور اور بڑے فرقوں کا تعارف پیش خدمت ہے۔

رومن کیتھولک چرچ

(Roman Chatholic Church)

یہ عیسائیوں کا سب سے بڑا اور پرانا فرقہ ہے۔ اس کو مغربی کلیسا بھی کہا جاتا ہے۔ مغربی کلیسا کی اصطلاح رومن کیتھولک چرچ کو مشرقی کلیسا سے ممتاز کرنے کے لئے استعمال کی جاتی ہے پطرس (St. Peter) نے اس کلیسا کی بنیاد رکھی St. Peter نے بطور نگران اس چرچ کو بہت ترقی دی۔ 445ء میں Valentin-ian نے ایک قانون کے ذریعے بات طے کی کہ آئندہ سے جو بھی روم کا بشپ ہو گا وہی مغربی کلیسا کا سربراہ متصور ہو گا۔ اسکا سربراہ پوپ کہلاتا ہے۔ جسکو کارڈینل (Cardinals) منتخب کرتے ہیں۔ جس کا انتخاب عمر بھر کے لئے ہوتا ہے۔ پوپ کو عقائد میں تبدیلی کرنے کے اختیارات بھی حاصل ہیں۔ کیتھولک عیسائیوں کے خیال میں پوپ مجلس میں بیٹھ کر کوئی فیصلہ صادر کرتا ہے تو وہ ہر قسم کی غلطی سے مبّراء ہوتا ہے۔ اس کو اصطلاحاً پوپ کا (Ex- Cathiedral) ہونا کہتے ہیں - پوپ کا مرکز ویٹی کن سٹی (Vatican City) ہے اس کلیسا کو Con-stantine The Great کی وجہ سے بہت تقویت ملی۔ یہ رومی بادشاہ چوتھی صدی کے شروع میں عیسائی ہو گیا تھا اور چوتھی صدی میں اس کو روم کا سرکاری مذہب قرار دے دیا گیا۔ اسی طرح دسویں صدی میں یورپ کے اکثر ممالک کا سرکاری مذہب رومن کیتھولک ہی تھا۔

موجودہ زمانہ میں کیتھولک عیسائیوں کا ایک بنیادی عقیدہ "رسولوں کا عقیدہ" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ عقیدہ عیسائیت کے تمام عقائد پر حاوی ہے۔ اس عقیدہ میں تثلیث باپ، بیٹا، روح القدس، حلول و تجسّم، مصلوبیت، حیات ثانیہ، کفارہ اور نجات وغیرہ

سب شامل ہیں۔ یہ عقیدہ موجودہ شکل میں بالکل ان ہی الفاظ اور عبارت میں نہیں جو 325ء میں نیقیہ کونسل کے بعد بزور نافذ ہوا تھا۔ بلکہ اس میں اکثر ترمیم ہوتی رہی ہے۔ ان الفاظ میں کمی بیشی ہی مشرقی کلیسا کی علیحدگی کا ایک سبب بنی اور پروٹسٹنٹ عیسائی بھی اس عقیدہ کو بعینہ تسلیم نہیں کرتے۔ "رسولوں کا عقیدہ" کے متعلق واضح طور پر کہا گیا کہ یہ عقیدہ لفظی طور پر رسولوں کی طرف سے نہیں بلکہ اسکی تعلیم رسولوں نے دی ہے۔

رومن کیتھولکس کی صحیح تعداد کیا ہے؟ اس بارہ میں صحیح اعداد و شمار تو موجود نہیں البتہ 1996 میں ایشیاء کے اعداد و شمار درج ذیل تھے اور اس میں اکثریت رومن کیتھولک چرچ والوں کی ہے۔ دوسرے عیسائی بھی اس اعداد و شمار میں شامل ہیں۔

فلپائن میں 65.5 ملین اور اس میں 90% کیتھولک عیسائی ہیں، فلپائن میں جس قدر عیسائی ہیں وہ باقی ایشیا کا تقریباً 60 فیصد ہیں۔ انڈیا میں 25.3 ملین، انڈونیشیا میں 19 ملین، ساوتھ کوریا میں 13.2 ملین، چین میں 9.8 ملین، ویت نام میں 6.1 ملین، تائیوان میں 1.6 ملین، سری لنکا میں 1.4 ملین اس ملک میں پروٹسٹنٹ کی کثرت ہے۔ ملیشیا میں 1.3 ملین، ہانگ کانگ میں 0.54، سنگاپور میں 0.38 ملین، تھائی لینڈ میں 0.38 ملین ہے۔

کیتھولک چرچ کی بائبل میں دوسرے فرقوں کی نسبت 7 کتب زائد ہیں۔

مشرقی کلیسا
(Eastern Church)

مشرقی کلیسا وہ کلیسا ہے جو اپنے آپ کو قدیم، غیر منقسم عیسائیت کا حقیقی اور اصلی (Canonical) وارث سمجھتی ہے۔ یہ چرچ عیسائیت کے روز اوّل کے ایمان اور اسلوب کو اپنائے ہوئے ہے۔ اس چرچ کو ایسٹرن آرتھوڈوکس (Eastern Orthodox) چرچ بھی کہتے ہیں۔

آرتھوڈوکس کلیسا کا نام ایک پہلو سے اس خیال کا اظہار کرتا ہے کہ یہ وہ چرچ ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام کا چرچ ہے۔ جو صحیح عقائد پر قائم ہے اور دوسرے پہلو سے اس خیال کا اظہار کرتا ہے کہ مشرقی کلیسا کا لقب قدیم رومن سلطنت کی تقسیم کے تعلق میں مشرقی حصہ پر دلالت کرتا ہے جو مغربی حصے کے بالمقابل ہے۔ وہ مغربی حصہ جس کا مرکز روم (Rome) تھا۔ مزید برآں یہ کہ چونکہ مغربی کلیسا نے پوپ (Pope) کے زیر اثر آکر حکومت اور ایمانیات کے متعلق بدعات کی تعلیمات دینی شروع کردی تھی اس وجہ سے مغربی چرچ، مشرقی چرچ سے بہت دور چلا گیا اور اس مشرقی کے لفظ نے ایک ایسی اخلاقی معنویت اختیار کرلی جو کہ چرچ کو پرانے، بنیادی اور روائتی ایمان کا روادار قرار دیتی تھی۔ اس کے بالمقابل مغربی کلیسا نے ان ساری باتوں سے انحراف کیا۔ اگرچہ یہ چرچ شمال کی طرف بہت پھیلا اور روسیوں کو بھی اپنے اندر شامل کرلیا مگر پھر بھی یہ چرچ اپنے آپ کو مشرقی کہلاتا ہے۔

11ویں صدی میں بعض عقائد کی تبدیلی اور کئی مسائل محل نزع ہونے کی وجہ سے مشرقی کلیسا نے اپنے آپ کو مغربی کلیسا سے بالآخر مکمل طور پر علیحدہ کرلیا۔ یہ بدستور ان سات کونسلوں کے فیصلوں پر یقین رکھتے رہے ہیں جن میں عیسائیت کے تمام فرقوں نے اجتماعی حیثیت میں شرکت کی۔ اور یہ فیصلے 325ء سے 787ء تک ہوئے۔ اسی طرح انہوں نے اس خیال کو مضبوطی سے پکڑے رکھا کہ کلیساؤں کے تمام گروہ People of God یعنی سچائی کے صحیح محافظ ہیں نہ کہ اپنی علیحدہ حیثیت میں پاپائیت۔ اسی طرح یہ بدعت کو برداشت نہیں کرتے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ انسان خداتعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنی اصل نیکی سے گر پڑا جس کے نتیجے میں ایک طرف تو اس نے خداتعالیٰ کی حقیقی معرفت کو پھینک دیا اور دوسری طرف وہ برائیوں کی طرف مائل ہوگیا۔ لیکن خدا کے بیٹے نے انسانی شکل میں حلول کرکے اور گلگتہ

Gologotha پر قربانی دے کر انسانیت کی خداتعالیٰ کے ساتھ مصالحت کروی- اس طرح اب بھی حضرت مسیح علیہ السلام اپنے چرچ کو صلیب کے مسلسل فوائد کے لئے قائم رکھے ہوئے ہیں- اس چرچ کی سات مذہبی رسومات کی وجہ سے ایک معتقد کی روحانی اصلاح ہوتی ہے- یہ لوگ اولیاء کو بہت معزز مقام دیتے ہیں- ایسٹر اور کرسمس مناتے ہیں- روزے بھی رکھتے ہیں- عبادات میں موسیقی بھی استعمال کرتے ہیں جس کا اپنا مخصوص ردھم ہوتا ہے تصاویر ممنوع ہیں- چرچ کے انتظامی مسائل اور قوانین مشاورت کے ذریعہ حل کئے جاتے ہیں- جو وقفے وقفے سے بلائی جاتی ہے- سماجی زندگی کے مسائل بھی مشاورت سے حل کئے جاتے ہیں- تمام اختلافات کے باوجود جو کہ سول گورنمنٹ کی وجہ سے ہیں Canon Law مختلف خود مختار چرچوں میں انتظام کی مشترک روح پیش کرتا ہے- جو چرچ میں نظر آتی ہے- ان چرچز کی تعداد 15 ہے-

مشرقی کلیسا والوں کی تعداد 174 ملین ہے- ان کی بائبل کے ترجمے کا نام لیمیز Lamsal ہے-

پروٹسٹنٹ

(Protestant)

1600ء میں ایک جرمن فلاسفر مارٹن لوتھر نے پوپ کے بڑھے ہوئے اختیارات کے خلاف علم بغاوت بلند کیا- مارٹن لوتھر نے بہت سے مضامین شائع کئے اور کہا کہ ہمارے لئے فائنل اتھارٹی خود بائبل ہے- پوپ (Pope) کو بائبل اور عقائد میں تبدیلی کا ہرگز اختیار نہیں ہے-

اس طرح اس نے معافی نامے فروخت کرنے کے خلاف آواز اٹھائی نیز بپتسمہ اور عشائے ربانی کے سوا باقی تمام رسومات کو ماننے سے انکار کر دیا- اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ 1518ء میں مارٹن لوتھر کو اخراج از مذہب کی سزا دی گئی- اس پر اس نے ایک نئے فرقے کی بنیاد رکھی- جسے لوتھرن چرچ یا پروٹسٹنٹ کہتے ہیں-

یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اس زمانہ میں کئی اطراف سے پوپ (Pope) کے خلاف احتجاج ہوا اور کئی فرقے وجود میں آئے جو اپنے آپ کو پروٹسٹنٹ کہتے ہیں-

رومن کیتھولک چرچ کے مقابل میں ان کی بائبل کی کتاب میں 7 کتابیں کم ہیں اور ان کتابوں کے متعلق پروٹسٹنٹ کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ کتابیں اس حالت میں موجود نہیں رہیں بلکہ ان میں ردوبدل اور تحریف کر دی گئی ہے-

پروٹسٹنٹ چرچ والوں کی تعداد بھی کروڑوں میں بیان کی جاتی ہے-

یہواہ وٹنس

(Jehovah`s Witness)

اس تنظیم کو 1879ء میں چارلس تیز رسل نے امریکہ میں قائم کیا- 1931ء میں ان لوگوں نے اپنے فرقے کا نام Jeovah Witness رکھا- اس کے معتقدین دوسرے تمام اداروں کو شیطانی کام سمجھتے ہیں-

اپنی تعلیمات کی بنیاد بائبل کو بتاتے ہیں اور تمام عیسائی روایات ختم کر کے یہواہ پر اعتقاد رکھتے ہیں- ان کا عقیدہ ہے کہ ایک وقت ایسا تھا جب خدا (یہواہ) اکیلا تھا- وہ مکمل تھا- کسی چیز کی کمی محسوس نہ کرتا تھا- اس میں تمام تر زندگی، اختیارات اور قوت متخیلہ تھی- یسوع خدا کی سب سے پہلی مخلوق ہے- بعد میں کائنات تخلیق کی- اور پھر اس تخلیق میں یسوع کو اپنا شریک کار بنایا- یسوع مسیح کو خدا کے برابر قرار نہیں دیتے- اس طرح ان کے نزدیک حضرت مریم کو خدا کی ماں کہنا سخت گستاخی ہے-

ان کا نظریہ یہ بھی ہے کہ 1914ء تک شیطان کی حکمرانی رہی- اس کے بعد یسوع روحانی طور پر اس دنیا میں آچکے ہیں- ان کے نزدیک سبت سے مراد ہفتہ یا ہفتہ کا دن نہیں بلکہ سبت ہزار

سالہ دن ہے۔ جب یہ ختم ہوگا تو تمام افراد پاکیزہ بن جائیں گے۔ اس طرح یہ لوگ عام عیسائیوں کی طرح کفارہ پر ایمان نہیں رکھتے۔ یہ صرف یہوواہ کو نجات دہندہ سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ رومن کیتھولک کے سخت خلاف ہیں۔ اپنے ملکی جھنڈے کو سلامی نہیں کرتے۔ ووٹ نہیں ڈالتے۔ حلف برداری سے کتراتے ہیں۔ شادی کی حوصلہ افزائی نہیں کرتے۔ یہ لوگ یسوع کی آمد ثانی کا پختہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ ان کی تعداد 20 لاکھ کے قریب ہے۔

سیونتھ ڈے ایڈوینٹسٹ
(7th Day Adventist)

اس فرقہ کا بانی ولیم ملر تھا۔ جو ایک بپٹسٹ تھا۔ ولیم ملر 1831ء سے لیکر 1839ء تک پیغام پہنچاتا رہا۔ جو لوگ اس کے ساتھ ملے ان کو لوگ ملرز کہنے لگے۔ 1843ء میں ملرز نے اپنے آپ کو ایڈوینٹسٹ کہنا شروع کیا۔ 1861ء تک 7th Adventist باقاعدہ منظم ہو چکے تھے۔ ولیم ملر نے ان لوگوں کو جمع کرنا شروع کیا۔ جو مسیح کی آمد ثانی کے منتظر تھے۔ اس نے ابتدا میں حضرت مسیح علیہ السلام کے آنے کی تاریخ 21 مارچ 1843ء اور 21 مارچ 1844ء مقرر کی جب وہ نہیں آئے تو ایک تیسری تاریخ مقرر کی۔ پھر جب 22 اکتوبر 1844ء کو بھی "آنکھوں سے نظر آنے والی آمد" نہ ہوئی تو یہ لوگ دو حصوں میں بٹ گئے (7th Day Adventist) سیونتھ ڈے ایڈوینٹسٹ کا یہ عقیدہ ہوا کہ پیش گوئی کی تاریخ صحیح تھی۔

ان لوگوں نے اتوار کی بجائے ہفتہ کے دن سبت قرار دیا۔ ان میں زندگی وقف کرنے کا رجحان بھی پایا جاتا ہے۔ 1874ء میں انھوں نے بیرون ملک پہلی مشنری بھیجی۔ 1903ء میں ان کا ہیڈ کوارٹر واشنگٹن منتقل ہوا۔ ان کا نظریہ یہ ہے کہ ایک خدا میں اور بھی خدا شامل ہیں باپ، بیٹا اور روح القدس۔

ان کے کاموں کو چار حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

۱۔ آٹھ سو زبانوں میں تبلیغ عیسائیت

۲۔ بڑے بڑے ملکوں میں اشاعتی پریس لگا کر طباعت اور لٹریچر کو تربیت یافتہ افراد کے ذریعہ گھر گھر فروخت کرنا۔

۳۔ ایک علیحدہ نظام کے تحت پرائمری، سیکنڈری سکول، کالج اور میڈیکل کالج وغیرہ قائم کرنا۔

۴۔ دنیا بھر میں ان کے کئی لاکھ ممبرز ہیں جو شراب اور تمباکو سے پرہیز کرتے ہیں۔

جن کتابوں سے استفادہ کیا گیا۔

۱۔ کتاب مقدس مطبوعہ بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور ایڈیشن 1995ء۔

۲۔ پاکستان میں مسیحیت مصنفہ ڈاکٹر محمد نادر رضا صدیقی زاہد بشیر پرنٹرز لاہور ایڈیشن 1979ء۔

3- "Asia Week" Dec 19, 1997 vol23 No. 50 "In search of an Asian path" Page 33 to 34.

4- Encyclopadia of Religion and Ethics.

(i) edition 1974 vol10 under word "protestant" page 410 ..

(ii). Vol3 under word "Christianity" Page 581

edition 1974.

(iii) Vol5 under word "Christianity" Page 134 ,136.

5- Encyclopedia of Britanica Vol6 Page 142,143 under word "Eastern Christainity"

ہفتہ اعتماد

جملہ مجالس خدام مؤرخہ یکم تا 7 دسمبر 98 کو ہفتہ اعتماد منائیں۔ جن مجالس میں تاحال عاملہ کا تقرر نہیں ہوا وہ جلد از جلد مرکز سے منظوری حاصل کر لیں۔

معتمد مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

(کلام مکرم چوہدری محمد علی صاحب)

جھگڑے ہیں پھول پھول لڑے ہیں کلی کلی
ہوتا ہے ان دنوں یہ تماشا گلی گلی
آیت کی طرح یاد ہے حفّاظِ شہر کو
چہرہ وہ بھولا بھالا وہ باتیں بھلی بھلی
یادش بخیر کتنی حسیں غم کی رات تھی
یہ دو گھڑی کی بات تھی جب تک چلی چلی
بارش ہوئی تو اور بھی جلنے لگے بدن
جو روح تھی پکار اُٹھی میں جلی جلی
چہروں کے زرد چاند پڑے ہیں زمین پر
مٹی میں مل رہا ہے یہ سونا ڈلی ڈلی
لیٹے ہوئے ہیں کبر کے سائے زمین پر
دوپہر بھی ہو ظلم کی جیسے ڈھلی ڈھلی
وہ بے نیاز چاہے تو ساری انڈیل دے
یوں جوڑنے کو جوڑے ہے بندہ پلی پلی
سر پہ خیال یار کی چادر کو تان کر
چرچا کیا ہے یار کا گھر گھر گلی گلی
مقتل میں تیغ تیغ ہم نے اذان دی
ہم نے ہی دار دار پکارا علیؓ علیؓ
کیا چاند رات کا اسے مطلق پتہ نہ تھا
اس نے جو اپنی مانگ میں یہ چاندنی ملی
کرتے رہے "جھروکہ درشن" سے گفتگو
پر جا کے پاس چل کے نہ آئے مہابلی
خوددار، غم شناس، خطاکار بے ہنر
سب جانتے ہیں آپ کو مضطر گلی گلی

پیارے آقا اور جماعتِ احمدیہ عالمگیر کو

کامرانیوں اور کامیابیوں کا

ایک اور سال مکمل ہونے پر

مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

ممبران مجلسِ عاملہ

خدام الاحمدیہ ضلع حیدرآباد

رسالہ 'خالد' کا

"ڈاکٹر عبدالسلام نمبر"

شائع کرنے پر

مبارکباد پیش ہے

ذوالفقار بھٹہ

لطیف آباد۔ حیدرآباد

دفتر ماہنامہ خالد سے خط و کتابت کرتے وقت

خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

(مینیجر ماہنامہ خالد ربوہ)

مجلس عرفان

امسال حضور ایدہ اللہ نے ۱۴ مئی سے ۲۶ مئی ۹۸ء تک جرمنی کا دورہ فرمایا۔ اس دوران مجلس انصار اللہ اور خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماعات سے خطابات، مجالس عرفان اور جرمن و عرب مہمانوں کے ساتھ مجالس سوال و جواب کے دلچسپ اور ایمان افروز پروگرام بھی منعقد ہوئے۔ ان مجالس میں ہونے والے مختلف سوالات اور ان کے جوابات میں سے چند الفضل انٹرنیشنل کے شکریے کے ساتھ پیش خدمت ہیں۔

☆ کہ برائی اور اچھائی کا تعلق شعور اور سوچ کے ساتھ ہے تو کیا ایسے لوگوں کو بھی ان کے ایسے برے اعمال کی سزا ملے گی جن اعمال کو ان کے معاشرے میں برائی کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا؟

حضور انور نے فرمایا کہ ہر انسان کا ایک ضمیر ہے جو اس کو برائی سے آگاہ کرتا ہے۔ اس لئے معاشرے کی نظر میں برے عمل کا برا دکھائی دینا یا نہ دینا ایک بالکل الگ معاملہ ہے۔

☆ زندگی کے بیمہ کے بارے میں کئے گئے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ اس بارے میں میری پہلے سے یہ ہدایت ہے کہ چونکہ مختلف بیموں کی شرائط بھی مختلف ہوتی ہیں اس لئے جو شخص کسی خاص پالیسی کے متعلق فتویٰ حاصل کرنا چاہے اسے چاہئے کہ تمام شرائط لکھ کر مفتی سلسلہ ربوہ کو بھجوائیں اور وہاں سے جو جواب آئے اس پر عمل کریں۔

☆ جس کو نظام جماعت سے اخراج کی سزا ملے کیا اس سے تعلقات رکھنا جائز ہے؟ حضور انور نے فرمایا کہ یہ انفرادی مسئلہ ہے۔ کبھی مکمل لاتعلقی نہیں ہو سکتی۔ تاہم سزا یافتہ سے میل ملاقات اس طرح رکھنی چاہئے کہ وہ محسوس کرے کہ گویا وہ ایک الگ وجود ہو گیا ہے۔

☆ جلاٹین سور کی ہڈیوں سے بنتی ہے کیا اس کا کھانا حلال ہے؟

حضور انور نے تفصیلی جواب ارشاد فرماتے ہوئے بیان کیا کہ یہ کہنا غلط ہے کہ یہ سور کی ہڈیوں سے بنتی ہے بلکہ یہ ہڈیوں سے بنتی ہے خواہ وہ کسی بھی جانور کی ہوں۔ پھر یہ کہ جلاٹین کو بنانے کے لئے ہڈیوں کو پگھلا کر ایک نئی شکل دی جاتی ہے اور اس طرح کی کیمیائی تبدیلی واقع ہوتی ہے کہ ہڈی کا کوئی ادنی سا اثر بھی اس میں باقی نہیں رہتا۔ جس طرح آپ سبزی کھاتے ہیں اور وہ کیسے گند میں پلتی ہے لیکن وہ گند آپ نہیں کھاتے۔ اسی طرح جیلی ہے جس کا ہڈی سے کوئی تعلق بھی نہیں رہتا۔

☆ دین حق میں چار شادیوں کی اجازت کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ اجازت کا یہ مطلب نہیں کہ چار شادیاں کرنی چاہئیں۔ اگر ایسا ہو تا تو مردوں کی تین چوتھائی تعداد بغیر شادی کے ہی رہ جاتی۔ حضور نے فرمایا کہ اس مسئلہ پر میں کئی بار مختلف پہلوؤں سے روشنی ڈال چکا ہوں کہ بعض صورتوں میں ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت ہے لیکن ان میں کامل انصاف کی شرط کے ساتھ۔

☆ پہلی بیوی کے ساتھ حالات کس قدر خراب ہو جائیں تو

دوسری شادی کی اجازت ہو جاتی ہے؟ حضور انور نے مختصراً فرمایا کہ پہلی بیوی کے ساتھ حالات کی خرابی اور دوسری شادی میں کوئی تعلق نہیں ہے۔ دونوں الگ الگ باتیں ہیں۔

☆ عیسائیوں کو یہ غلطی کیسے لگی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر چڑھ گئے ہیں۔ حضور انور نے فرمایا کہ یہ خیالی اور جھوٹی بات ہے۔ عیسائی محققین بھی متفق ہیں کہ حضرت عیسیٰ کو کسی نے بھی آسمان پر چڑھتے نہیں دیکھا۔

جرمن احباب کے ساتھ ناصر باغ میں

☆ احمدی مردوں کے ساتھ شادی کرنے والی غیر مسلم عورتوں کو (احمدی) بنا لینے کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے حضور انور نے ارشاد فرمایا کہ اس بارے میں قرآن کریم کا یہی اصول ہے کہ لا اکراہ فی الدین اگرچہ عورت دھریہ ہی کیوں نہ ہو، کسی کو تبدیلی مذہب پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم احمدی مرد کو یہ سمجھایا جا سکتا ہے کہ جس گھر میں زندگی کے ہر معاملے میں نظریاتی اختلافات ہوں وہاں امن قائم نہیں رہ سکتا۔

☆ بھارت کے حالیہ ایٹمی دھماکوں کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے حضور انور نے اس مسئلہ کے بہت سے پہلوؤں پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ حضور انور نے بیان فرمایا کہ میری اور دنیا کی اس بارے میں ایک ہی رائے ہے لیکن ایک فرق کے ساتھ کہ بڑی طاقتیں (Super Powers) تو اس معاملے میں تیزی سے آگے بڑھتی چلی جا رہی ہیں لیکن تیسری دنیا کے ممالک پر پابندیاں عائد کر رکھی ہیں۔ میری رائے میں کسی تفریق کے بغیر ساری دنیا کو اس بارے میں پابند کرنا چاہئے۔

☆ مرکز احمدیت کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ مرکز پہلے بھارت میں قادیان میں تھا پھر پاکستان میں ربوہ منتقل ہوا اور اب فرینکفرٹ میں ہے یعنی یہ مرکز خلیفہ وقت ہے۔ خلیفہ وقت جہاں بھی ہوگا وہی مرکز ہوگا۔

یہ ایسے ہی ہے جیسے کہا جائے کہ مشینری کہیں اور ہے اور دماغ یہاں ہے۔

☆ آنحضرت ﷺ کی تصویر کشی کے بارے میں ایک سوال پر حضور انور نے فرمایا کہ میرے علم کے مطابق ماضی میں کبھی آنحضور ﷺ کی کوئی تصویر دستیاب نہیں ہوئی۔ ہاں الفاظ کے ذریعہ بعض نے بہت خوبصورت تصویر کشی کی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ تصویر بنانا ناپسندیدہ ہے کیونکہ تصاویر کے ذریعہ ہی گزشتہ انبیاء کو خدائی صفات کا مظہر دکھایا گیا اور ان کی عبادت کی طرف لوگوں کو رغبت دلائی گئی۔

☆ خدا کا انسان سے ہمکلام ہونے کے بارے میں کیا ثبوت ہے؟ حضور انور نے فرمایا کہ یہ دو طرح سے ہے۔ اول یہ کہ کوئی چیز میں دیکھ اور سن رہا ہوں اور دوسرے یہ کہ وہ باتیں بعد کے زمانہ میں درست ثابت ہو رہی ہیں۔

☆ ایک اور سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا کہ اگرچہ اسلام اور عیسائیت اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے لیکن اختلاف یہ ہے کہ عیسائیت میں خدا کی مریم سے شادی کی گئی اور پھر بیٹے کی پیدائش ہوئی۔ حضور انور نے اپنی کتاب

Christianity A Journey from Facts to Fiction

کا ذکر بھی فرمایا اور بتایا کہ اس کتاب میں آپ کو عیسائیت کے بارے میں اٹھائے گئے اکثر سوالات کا جواب مل جائے گا۔

☆ کیا کسی مسلمان کا اپنے ملک کی فوج میں شامل ہو کر مخالف فوج کے مسلمان کو قتل کرنا جائز ہے؟ حضور انور نے فرمایا کہ دنیا میں ممالک کی تقسیم سیاسی وجوہات کی بنیاد پر کی گئی ہے اور اپنے ملک کا دفاع کرنا اس ملک کے ہر شہری کا فرض ہے ورنہ بہت سی پیچیدگیاں جنم لے سکتی ہیں۔ حضور انور نے یہ بھی فرمایا کہ جس ملک میں احمدیوں کی حکومت ہوگی وہ سیکولر ہوگا اور حکومت کی بنیاد Absolute Justice پر رکھی جائے گی۔

جرمنوں کے ساتھ نیڈا میں

☆ اسلامی پردے پر ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ عورتیں جب پردہ اتار دیتی ہیں تو پھر Cosmetics استعمال کرتی ہیں اور اس کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ مردوں کو متوجہ کیا جائے۔ حالانکہ اگر وہ صرف خاوندوں کے لئے ایسا کرتی ہیں تو پھر اپنا بناؤ سنگھار وہ گھروں میں ہی کر سکتی ہیں۔ لیکن وہ تو بازار جاتے ہوئے سنور کر نکلتی ہیں۔ جب کہ مرد ایسا نہیں کرتے اور یہ ایک قدرتی بات ہے کہ جب عورتیں بن سنور کر باہر نکلتی ہیں تو معاشرہ خراب ہونے لگتا ہے۔...... پھر ایڈز کا مسئلہ بھی اسی وجہ سے ہے اور آپ کسی ایک مسئلے کو دوسرے سے علیحدہ نہیں کر سکتے۔

☆ غیر شادی شدہ عورتوں کے علیحدہ آزاد رہنے کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دین حق اس کو پسند نہیں کرتا۔ جو عورتیں اپنی عمر کو پہنچ جاتی ہیں انہیں شادی کر لینی چاہئے کیونکہ جب تک ان کے پاس حسن ہوتا ہے وہ مختلف مردوں کے ساتھ Dating کرتی رہتی ہیں اور جب یہ حسن ختم ہو جاتا ہے تو مرد ان سے نظریں چرا لیتے ہیں۔ لیکن دراصل اس بات کو دین حق کی نگاہ سے یوں دیکھیں کہ وہ مرد جو کسی عورت کو پسند کرے اس کو کہا گیا ہے کہ وہ اس عورت سے شادی کر لے۔

☆ ساٹھ کی دہائی میں جرمن سکولوں میں مخلوط تعلیم کا آغاز کیا گیا تھا لیکن اب دوبارہ لڑکوں اور لڑکیوں کے علیحدہ تعلیمی اداروں کا رجحان ہو رہا ہے۔ اس بارے میں حضور انور نے اپنی رائے یوں بیان فرمائی کہ میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ طریق تعلیم کے فروغ کیلئے نہایت عمدہ ہے اور بہت سے مسائل جو مخلوط تعلیم کی وجہ سے کلاس کے اندر اور باہر پیدا ہوتے ہیں وہ ختم ہو سکتے ہیں۔ اکٹھے بیٹھ کر تعلیم حاصل کرنے کی صورت میں پڑھائی کی بجائے ایک دوسرے میں دلچسپی پیدا ہوتی ہے اور بہت سے معاشرتی مسائل جنم لیتے ہیں۔

☆ ایک دلچسپ سوال میں حضور انور سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے یہ حکمت و دانائی کہاں سے لی ہے کیونکہ اس سے پہلے ہم نے اس طرح جواب دیتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا۔ حضور انور نے سوال کرنے والے کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ حکمت اور چالاکی دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔ غیر متعصب اور دیانتدار ہونا حقیقت پسند ہونے کا متقاضی ہے۔

☆ جماعت احمدیہ کے مالی نظام کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ ہماری آمد کا راز دو باتوں میں ہے۔ ایک تو یہ کہ ہر احمدی اپنی آمد کا مخصوص حصہ جماعت کیلئے پیش کرتا ہے اور جرمنی کی جماعت اپنے فنڈز پر کنٹرول رکھتی ہے جسے حکومت آڈٹ کرواتی ہے اس لئے فراڈ کا کوئی شائبہ نہیں ہو سکتا۔ دوسرے یہ کہ ہزاروں احمدی بغیر کسی معاوضہ کے جماعت کے لئے رضاکارانہ خدمات انجام دے رہے ہیں۔ چونکہ وہ خاموش خدمت بجالا رہے ہیں اس لئے دوسروں کو اس کا علم ہی نہیں ہوتا۔

عربوں کے ساتھ

☆ فلسطین کے معاملہ میں جماعت احمدیہ کے کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ جس طرح عالم اسلام کو ہمیشہ متنبہ کرتا رہا ہوں اسی طرح اہل فلسطین کو بھی صحیح راستہ کی طرف راہنمائی کرتا رہا ہوں لیکن وہ میری بات نہیں مانتے کیونکہ وہ مجھے کافر سمجھتے ہیں حالانکہ اگر میں حکمت کی بات کہتا ہوں تو پھر انہیں میری بات مان لینی چاہئے۔ اگر وہ ان باتوں پر عمل کرتے تو آج اسرائیل کو اتنا پھیلنے کا موقع نہ ملتا۔ یہ تو اس وقت لڑتے ہیں جب ہاتھ میں تلوار بھی نہیں ہے۔ سارا مغرب اسرائیل کے پیچھے ہے چنانچہ ہر جنگ میں یہ اپنا کچھ علاقہ اسرائیل کو دے دیتے ہیں۔

☆ حج کے بارے میں ایک اور سوال کا جواب دیتے ہوئے

حضور انور نے فرمایا کہ جماعت احمدیہ کا عقیدہ ہے کہ حج اسی طرح فرض ہے جس طرح باقی فرائض یعنی کلمہ' نماز' روزہ اور زکوٰۃ فرض ہیں۔ لیکن حج کا فریضہ اس بات کے ساتھ مشروط ہے کہ راستہ صاف اور پر امن ہونا چاہئے۔ اگر دشمن روکے تو حج کے لئے جانا ضروری نہیں بلکہ رکنا ضروری ہے۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کے وقت سارے مسلمان اصرار کر رہے تھے کہ ہم خون بہا دیں گے لیکن حج ضرور کریں گے لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ راستہ میں امن نہیں اور خدا کہتا ہے کہ امن کے بغیر داخل نہیں ہونا۔ پس ہم بھی حج کو فرض سمجھنے کے باوجود خدا کے اس حکم پر بحیثیت جماعت عمل کرنے سے عاجز ہیں۔ لیکن بہت سے احمدی مخفی طور پر یا سعودیوں کی دعوت پر وہاں جاتے اور حج کرتے ہیں۔ لیکن قانونی طور پر سعودی عرب اس راہ میں حائل ہے جس کا انہیں کوئی حق نہیں ہے۔

☆ دین حق کے خلاف ہونے والی عالمی سطح کی سازشوں کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ جماعت احمدیہ ساری دنیا میں دین حق کے خلاف ہونے والی سازشوں کا جواب دے رہی ہے اور ایم ٹی اے انٹرنیشنل اس کیلئے وقف ہے اور ہر زبان میں ہمارا لٹریچر بھی اس پر گواہ ہے۔ لیکن سارے عالم عرب کو دیکھیں کہ وہ اس جماعت پر حملہ کرتے ہیں جو دشمن دین حق پر حملہ کر رہی ہے۔ ہمارا رخ اس طرح ہے اور یہ ہماری پیٹھ پیچھے ہمارے خلاف حملے کر رہے ہیں۔

جرمن احباب کے ساتھ

☆ امریکی سائنس دانوں کا ایک طبقہ طوفان نوح کو عالمی بیان کرتا ہے اور اس کی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ اس وقت زمین پر کوئی جگہ بھی خشکی والی باقی نہیں رہی تھی جہاں حضرت نوح اپنی قوم کے ساتھ ہجرت فرما کے جا بستے۔

حضور انور نے فرمایا کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ عالمی طوفان میں کشتی استعمال کی جائے۔ چنانچہ پنجاب کے سیلابوں میں بھی ہم کشتیاں استعمال کرتے رہے ہیں۔ پھر یہ کہ وہ سیلاب جو ساری دنیا کے پہاڑوں کی چوٹیوں کو بھی غرق کر سکے اس کے لئے پانی کی جس قدر مقدار درکار ہے وہ پوری زمین پر مہیا نہیں ہو سکتی خواہ قطبین پر جمی ہوئی برف بھی پگھلا دی جائے۔

☆ اپنی ذاتی تعلیم و تربیت کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ جرمنی کے علاوہ جہاں محض چند تعلیمی اداروں نے مجھے یہ موقع دیا ہے ورنہ جہاں بھی میں گیا ہوں امریکہ' کینیڈا' افریقن ممالک' مشرقی ممالک میں (جاپان کے علاوہ) وہاں کے سکولوں اور یونیورسٹیوں نے مجھے اپنے ہاں مدعو کیا ہے اور اس طرح مجھے ان کے تعلیمی نظام کو سمجھنے اور انہیں راہنمائی مہیا کرنے کا موقع ملا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ میری عمومی تعلیم کوئی خاص نہیں ہے بلکہ مذکورہ بالا تجربہ ہی میری تعلیم ہے لیکن جو کچھ اللہ نے مجھے عطا کیا ہے وہ میرے ذاتی تجربات ہیں۔

☆ جماعت احمدیہ کے نظام کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ ہماری جماعت میں ایک دلچسپ جمہوری نظام رائج ہے۔ پس جہاں کہیں بھی چند ایک احمدی جمع ہو جاتے ہیں وہ انتظامی امور کی سرانجام دہی کے لئے اپنے میں سے عہدیداران کا انتخاب کرتے ہیں جن کی منظوری امیر سے حاصل کی جاتی ہے۔........ لیکن ہمارا نظام عام دنیا کے نظاموں سے کچھ مختلف ہے کیونکہ ہمارے ہاں لوگ کسی عہدہ کے لئے خود اپنا نام پیش نہیں کرتے۔ اسی طرح کسی قسم کا پراپیگنڈہ کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے اور پھر یہ کہ انتخابات کے باوجود عہدہ کسی کو عطا کئے جانے کا آخری فیصلہ امیر کے پاس ہوتا ہے کہ وہ اس کی منظوری دے۔ چنانچہ بعض اوقات کسی کے بارے میں بعض خفیہ رپورٹس کی بناء پر اس کا نام کسی عہدہ کے لئے منظور نہیں کیا جاتا اور ساری جماعت بخوشی اس فیصلہ کو قبول کرتی ہے۔ چنانچہ ہمارے ہاں کے نظام کو

Ideal Democracy کہا جاسکتا ہے۔

☆ اس سوال کے جواب میں کہ آپ کیوں خلیفہ بنائے گئے؟ حضور نے فرمایا یہ تو میں نہیں جانتا۔

ایک اور ضمنی سوال کے جواب میں کہ عورتیں کیوں خلیفہ نہیں بن سکتیں۔ حضور انور نے فرمایا کہ گو مذہبی تاریخ میں تو ایسا نہیں ہوتا لیکن سیاست میں ہم عورتوں کو راہنما کے طور پر دیکھتے ہیں۔ لیکن مذہب میں ایسا نہیں ہوتا جس کی وجہ جسمانی بناوٹ کا فرق ہے۔ مثلاً عورتیں بچوں کو جنم دیتی ہیں اور ایسی صورتوں میں انہیں اپنے ماننے والوں سے لمبے عرصہ کے لئے رابطہ منقطع کرنا پڑے گا۔ اگرچہ مذہبی معاملات میں عورتیں مردوں کے شانہ بشانہ کام کرتی ہیں اور احمدیوں میں تو اپنی عہدیداروں کا انتخاب بھی وہ خود کرتی ہیں۔

☆ ہر مذہب میں وقت کے ساتھ ساتھ جو کمزوریاں راہ پالیتی ہیں ان کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ احمدیت میں بھی کمزوریوں کی شمولیت کا مجھے خوف ہے کیونکہ کسی کو بھی دوام حاصل نہیں ہے۔ پس اپنی اچھی خصوصیات کو لمبے عرصے تک برقرار رکھنا شدید محنت چاہتا ہے۔ اگرچہ برائی ہمیشہ ہی داخل ہوتی رہتی ہے لیکن خدا کے بندے برائیوں کے خلاف مستقل جہاد میں مسلسل مشغول رہتے ہیں۔

☆ اعضاء کا عطیہ دینے کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ اپنے اعضاء اور خون کا عطیہ دینا دین حق میں پسندیدہ ہے لیکن وہ مسلمان ہم سے متفق نہیں ہوں گے جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہم مرنے کے بعد بھی اپنی اسی جسمانی حالت میں ہی اٹھائے جائیں گے اور اگر کسی کی آنکھ کسی دوسرے شخص کو لگائی گئی تو عطیہ دینے والا بغیر آنکھ کے اٹھایا جائے گا۔

☆ دین حق میں بہترین امت ہونے کے تصور کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ قرآن کریم یہ کہتا ہے کہ تم زمین میں اس لئے بہترین قوم ہو کیونکہ تم دوسروں کی مدد کرتے ہو اور ان کے لئے قربانی کرتے ہو۔ اگر تم ایسا نہ کرو یا ایسا کرنے سے رک جاؤ تو پھر تم بہترین قوم نہیں رہو گے۔

☆ "آپ کے خیال میں اللہ کیوں مرد ہے؟" حضور نے فرمایا کہ اللہ نہ مرد ہے اور نہ عورت بلکہ اللہ دراصل روح ہے اور روح کی اس طرح کی تخصیص نہیں ہو سکتی۔

☆ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو دوسری شادی کی اجازت نہیں دی جب کہ آپ نے خود گیارہ شادیاں کیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ قرآن کریم میں ایک سے زیادہ شادیوں کے لئے انصاف کو لازم رکھا گیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ایک سے زیادہ شادیاں کیں تو ہمیشہ انصاف کو پیش نظر رکھا۔ لیکن آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں دوسری شادی نہیں کی بلکہ جب ایک سے زیادہ شادیاں کیں تو عمر کے لحاظ سے آپ اس دور میں داخل ہو چکے تھے کہ آپ پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ خود کیوں اتنی شادیاں کیں اور پھر یہ بھی کہ آپ نے کبھی بھی ایک وقت میں چار سے زیادہ شادیاں نہیں کیں اور یہ بھی دیکھنے والی بات ہے کہ حضرت علیؓ کی جس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی ہوئی تو اس موقع پر کیا مفاہمت ہوئی تھی۔

جرمن احباب کے ساتھ

☆ حضور انور سے ایک سوال یہ تھا کہ آپ کو کس خطرے سے بچانے کے لئے حفاظتی عملہ کے اراکین سٹیج پر کھڑے ہیں۔ حضور نے جواباً فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ کسی خطرے کی صورت میں یہ لوگ میری حفاظت نہیں کر سکتے۔ لیکن ایسا کرنے میں محض مقامی جماعت کی انتظامیہ کا اطمینان ہے۔

☆ آخری زمانہ کی پہچان کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ مذہب جب بھی آخری زمانہ

کی بات کرتا ہے تو اس کی بعض نشانیاں بیان کرتا ہے۔ وہ نشانیاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی بیان فرمائی تھیں اور قرآن و حدیث میں بھی ملتی ہیں۔ کرشنا اور دوسرے انبیاء نے بھی جو بیان کیا وہ بھی پورا ہو چکا ہے۔ پس یہی وہ آخری زمانہ ہے جس میں اس مصلح نے ظہور پانا تھا جس نے عالمی سطح پر بنی نوع انسان کو ہدایت کی طرف بلانا تھا۔

☆ دین حق میں طلاق کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ اب میں آپ کو محمد رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں لے جانا چاہتا ہوں۔ آج کے ملا کے حوالے سے بات نہیں کرنا چاہتا۔ آنحضرت ﷺ کے پاس ایک خاتون نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا خاوند بہت اچھا آدمی ہے لیکن میں اسے پسند نہیں کرتی تو آنحضور ﷺ نے اس عورت کو آزاد کروا دیا۔ جہاں تک مرد کے طلاق دینے کا تعلق ہے۔ دین حق میں طلاق ایک ہی وقت میں تین بار نہیں دی جا سکتی بلکہ تین تین ماہ کے تین دور ہوتے ہیں۔ اس میں تین مہینوں میں خاوند بھی بیوی سے تعلق قائم نہیں کر سکتا تاکہ اسے بھی احساس دلایا جائے اور اس دوران مرد کے علاوہ اگر عورت بھی صلح کی خواہشمند ہو تو صلح ہو سکتی ہے ورنہ نہیں۔

☆ "فنا" کی حقیقت کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ اس کا مطلب ہے Total non-existence اور Nothingness حضور نے فرمایا کہ درحقیقت انسان کبھی بھی فنا کی حالت میں نہیں جاتا کیونکہ مرنے کے بعد روح کسی اور شکل میں چلی جاتی ہے۔ یہ فنا نہیں ہے اور جب ساری کائنات ختم ہو جائے گی تو وہ کائنات کی فنا ہو گی لیکن روح پھر بھی ختم نہیں ہو گی اس لئے کہ فنا کا تعلق صرف مادہ (Matter) سے ہے نہ کہ روح (Spirit) سے۔

حضور نے فرمایا کہ دین حق کے مطابق فنا کا دور بار بار آتا ہے اور ہمیشہ ایسا وقت آتا رہتا ہے جب خدا کے علاوہ کسی اور کا وجود نہیں ہوتا۔ البتہ روح باقی رہے گی اور چونکہ خدا خود لامحدود (Limitless) ہے اس لئے خدا کا روحوں کی تخلیق کا عمل بھی لامحدود ہے۔

☆ ایک سوال تھا کہ دین حق کا مطلب تو امن و شانتی ہے پھر الجیریا میں بچوں کو ہلاک کیا جا رہا ہے؟

حضور انور نے فرمایا کہ بچے تو جرمنی اور انگلستان میں بھی قتل ہوتے ہیں اور یہاں کی رپورٹس کے مطابق ابھی سارے واقعات ریکارڈ میں نہیں آتے۔ اس لئے یہ ایک مذہبی سوال نہیں ہے بلکہ یہ حرکت تو مذہب سے دور جانے کی وجہ سے ہے۔ الجیریا کے ملاؤں کا ظالمانہ رویہ الجیریا پر حکومت کر رہا ہے اور وہ ڈنڈے کے زور پر کہتے ہیں کہ یہی اسلام ہے۔

☆ مہاتما گاندھی کی عدم تشدد کی تحریک پر تبصرہ کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ اگرچہ فلاسفی اور اصول کے لحاظ سے تو مہاتما گاندھی ٹھیک تھے لیکن عملی طور پر میں انہیں ولی کا درجہ نہیں دے سکتا کیونکہ ان کے اصولوں کے برخلاف ہندوستان میں مسلمانوں کی خونریزی ہوئی۔

☆ ایک سوال تھا کہ چونکہ ہم جنس پرستی کا تعلق ایک جین (Gene) کے ساتھ ہے اس لئے اس عمل پر کسی کا اختیار نہیں ہو سکتا اور جس عمل پر اختیار نہ ہو اس کی سزا نہیں دی جا سکتی۔

حضور انور نے فرمایا کہ ہم جنس پرستی جیسے جرم کو جینیٹک (Genetic) خرابیوں کی بنیاد قرار دے کر خود بری ہو جانا میرے نزدیک درست نہیں ہے۔ اسی طرح دیگر کئی جرائم کا تعلق بھی Gene سے ہی ہے لیکن ان کے لئے یہ رویہ نہیں رکھا جاتا۔ ذرا تصور کریں کہ ہم جنس پرست شخص کے گھر کوئی ڈاکو آئے اور جب سب کچھ سمیٹ کر جانے لگے تو یہ کہے کہ اس ڈاکو کا یہ عمل اس کی جینیٹک کی وجہ سے ہے۔!! حضور نے فرمایا کہ جینیٹک کے اصول قوانین قدرت کے مطابق چلتے ہیں ان کے خلاف نہیں۔

☆ شادی سے پہلے کی آزادروی کے بارے میں ایک سوال کا

مختصر جواب دیتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ شادی سے پہلے جنسیاتی لذات کے حصول کے نقصانات آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ ایڈز، شادی میں ناکامی، مرد و عورت میں وفا کی کمی وغیرہ یہ سب کچھ شادی سے پہلے کی آزادی کی وجہ سے ہیں۔

خدام کے ساتھ

☆ ہندوؤں کے خدا "رام" کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ حضرت رام کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ بعض کے نزدیک یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پہلا نام ابرام تھا جو بعد میں رام بن گیا۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ "رام" خدا کے ایک نبی تھے جنہیں بعد میں قوم نے خدا کا درجہ دے دیا جیسا کہ مذہبی دنیا میں بعض اوقات ہوتا آیا ہے۔

☆ کیا جانوروں میں بھی روح ہوتی ہے؟ حضور نے فرمایا کہ جانوروں میں روح انسانوں کی روح کی طرح نہیں ہوتی۔ انسانی روح اعمال کے لحاظ سے ذمہ دار ہے۔ جانور ورامنا اپنی حرکتوں میں آزاد نہیں ہے اس لئے اپنی حرکتوں کا ذمہ دار نہیں ہے۔ مثلاً انسان خواہ سبزی کھائے یا گوشت لیکن شیر گوشت کھانے پر مجبور ہے۔ اس لئے جانور کے لئے نہ جزا ہے نہ سزا ہے۔ اسی لئے جانوروں کے لئے "نفس" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اگرچہ انسان کے لئے بھی نفس کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

☆ ایک سوال کے جواب میں حضور انور نے بیان فرمایا کہ حضرت سید احمد بریلوی کی حضرت یحیی (John the Baptist) سے بہت مشابہت ہے۔ دونوں مشابہ حالات سے گزرے ہیں۔ جس طرح حضرت یحیی جان بچا کر لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گئے اور ان کے بارے میں کسی اور جزیرہ میں پہنچنے کا ذکر بھی ملتا ہے۔ اسی طرح بعید نہیں کہ حضرت سید احمد بریلوی کے بھی حالات ہوں اور دونوں نے بد دل ہو کر پہاڑی علاقوں میں اپنی زندگیاں بسر کر دی ہوں۔ John the Baptist کے بارے میں تو ثبوت موجود ہیں لیکن حضرت سید احمد بریلوی کے بارے میں تحقیق جاری ہے۔

☆ ایک نوجوان نے سوال کیا کہ جس طرح آنحضور ﷺ نے بادشاہوں کو تبلیغی خطوط لکھے تھے۔ حضور ایدہ اللہ بھی اس سنت پر عمل کرتے ہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ملکہ وکٹوریہ کو دین حق کا پیغام پہنچایا تھا۔ لیکن جس طرح رسول اللہ ﷺ کے خلفاء نے بادشاہوں کو خطوط نہیں لکھے اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلفاء کا یہ کام نہیں ہے۔

☆ مذہب اور سیاست کے آپس میں تعلق کے بارے میں حضور نے فرمایا کہ مذہب سیاست سمیت ہر شعبہ زندگی پر حاوی ہے۔ جیسا کہ فرمایا کہ جب ووٹ دو تو امانت دار کو دو اور تقویٰ اختیار کرو۔ سیاست جس احمدی نے بھی کرنی ہے اسے اجازت ہے لیکن چونکہ کوئی سیاسی جماعت بھی اس معیار پر پورا نہیں اترتی اس لئے ان پارٹیوں کا حصہ بننے کی اجازت نہیں ہے۔

☆ یورپ کے اکٹھا ہونے کے بارے میں ایک سوال کا تفصیلی جواب دیتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ یورپ کو اکٹھا کرنے کا نظریہ چرچل نے پیش کیا تھا اور اس کے مطابق آئندہ جنگ کے خطرہ سے بچنے کے لئے یعنی جرمن قوم کو دبانے کیلئے یورپ کو اکٹھا کرنا ضروری تھا۔ لیکن چرچل ایک انسان تھا وہ خدا نہیں تھا۔ وہ جرمن قوم کی عظمت کو حقیقت میں سمجھ نہیں سکا کہ اس کے نظریہ کا دوسرا رخ بھی ظاہر ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ اب ہو رہا ہے۔

جرمنوں کے ساتھ

☆ پہلا سوال تھا کہ ہم خدا کا حصہ ہیں؟

حضور انور نے فرمایا کہ نہیں ہم خدا کا حصہ نہیں ہیں

لیکن ہم میں کچھ خدائی خصوصیات موجود ہیں کیونکہ وہ ہمارا خالق ہے اور خالق کی اپنی مخلوق پر ایک مہر ہوا کرتی ہے۔

☆ ایک سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا کہ جس کو دنیا میں خوشی نہ ملے اسے آخرت میں بھی خوشی نہیں مل سکتی لیکن یہ عام خوشی کی بات نہیں ہے بلکہ یہ خدا کے امن کی خوشی ہے جو نبیوں اور نیک لوگوں کو عطا کی جاتی ہے۔

☆ بعض لوگوں کے دین حق کی صداقت کا علم ہونے کے باوجود دین حق قبول نہ کرنے کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ وہ لوگ جو دین حق قبول نہیں کرتے ان کی دو اقسام ہیں۔ اول وہ جو نہیں جانتے کہ دین حق کیا ہے اور دوسرے وہ جو دین حق کی ساری خصوصیات سے آشنا ہیں اور اگر وہ ایمان نہ لائیں تو تکلیف اٹھائیں گے مثلاً اگر کوئی جانتا ہو کہ آگ جلائے گی اور پھر بھی وہ اپنا ہاتھ اس میں ڈالے تو یہ اس کی مرضی ہے لیکن وہ تکلیف ضرور اٹھائے گا۔

☆ ایک سوال کے جواب میں زندگی کے مقاصد بیان کرتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ زندگی کا مقصد خدا کی طرف ترقی کرتے چلے جانا ہے۔ یہ نہ صرف انسانی زندگی کا مقصد ہے بلکہ ارتقاء کا رخ بھی یہی ہے اور ارتقاء کا مقصد بھی یہی ہے کہ زندگی کو اس قابل کیا جائے کہ وہ خدا تک پہنچ سکے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے انسانوں کو عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ عبادت کا مطلب ہے اطاعت۔ یعنی خدا کی اطاعت ہی مقصد حیات ہے۔

☆ بائیبل کی دین حق کے نزدیک کیا حیثیت ہے؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ دین حق کے مطابق دیگر تمام گذشتہ الہامی کتب بنیادی طور پر ایک ہی تھیں یعنی جس طرح انسان کی ہڈیاں ایک طرح کی ہیں لیکن گوشت پوست سے شکل و صورت مختلف ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ان تمام کتب کی بنیاد ایک ہی ہونے کے باوجود بھی ان کے ماننے والے مختلف نظر آتے ہیں۔

☆ احمدیوں کے اس عقیدہ کا کیا ثبوت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک سو بیس برس کی عمر میں فوت ہوئے۔ حضور انور نے فرمایا کہ اس کی بنیاد آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث پر ہے کہ آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نصف زندگی پائیں گے۔

☆ "آخری زمانہ" قیامت کے قرب کی نشانیوں اور اس کے بارے میں پیشگوئیوں کا ذکر کرتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ قیامت ایک دن کی نہیں ہے۔ دراصل قوانین قدرت جو لاگو ہوتے ہیں وہ برے لوگوں کے خلاف عمل پیرا ہیں لیکن لوگ نہیں جانتے کہ ایسا کیوں ہے۔ حضور نے فرمایا کہ "آخری دنوں" کا مطلب ہے کہ کئی دن مسلسل ایسے آئیں گے جب جنگوں کے تسلسل کی وجہ سے انسان انسان کو سزا دے گا۔ حضور نے دونوں عالمگیر جنگوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ ہمیں یقین ہے کہ تیسری سزا بھی آنے والی ہے جو گزشتہ دونوں سے سنگین تر ہوگی اور انسان ہی انسان کی تباہی کا باعث بنے گا۔ قرآن کریم کے مطابق اس سزا کے بعد انسان کو اپنی حیثیت کا احساس ہوگا اور وہ خدا کی طرف جھکے گا۔ اور یہ بات اس یوم جزا سزا کے ساتھ بہت مشابہت رکھتی ہے جس کے بارے میں عام طور پر ہم نے سن رکھا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ یہ بنی نوع انسان کا خاتمہ نہیں ہے بلکہ ایک نئے دور کا آغاز ہے اور اللہ جانتا ہے کہ اس کے بعد انسان اور یہ کائنات کتنا عرصہ باقی رہیں گے۔

☆ دین حق میں عورت کے مقام کے بارے میں متعدد سوالات کا یکجائی طور پر جواب دیتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ عورت دین حق میں اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر کام نہیں کر سکتی کیونکہ خاوند نان و نفقہ کا ذمہ دار ہے۔ اگر خاوند اخراجات کے لئے کافی آمد پیدا نہیں کر سکتا تو باہمی رضامندی سے کسی فیصلہ پر پہنچا جا سکتا ہے اور عورت اپنے خاوند سے مطالبہ کر سکتی ہے کہ یا رقم زیادہ پیدا کرو یا طلاق دے دو۔ لیکن دین حق میں عورت کا کام کرنا یا کام کے لئے باہر جانا منع نہیں ہے۔ یورپین معاشرہ میں مرد اور عورت اگر کما رہے ہوں تو وہ اپنی آمد Share کرتے ہیں لیکن دین حق میں عورت کی کمائی صرف اسی کی ہے

اور وہ خاوند کو اس میں سے دینے سے انکار کر سکتی ہے۔

☆ اس سوال کے جواب میں کہ اگر بچے پیدا نہ ہوں تو کیا خاوند دوسری شادی کر سکتا ہے؟ حضور انور نے فرمایا کہ دوسری شادی کرنا خاوند کا حق ہے۔ لیکن اگر پہلی بیوی اس بات کو ناپسند کرے تو وہ طلاق لے سکتی ہے لیکن کئی اور باتیں ہیں جنہیں پیش نظر رکھنا چاہئے۔

☆ ایک سوال احمدیت میں خلافت کے بارے میں کہ خلیفہ کون ہوتا ہے۔ وہ کیسے منتخب ہوتا ہے اور اس کے فرائض کیا ہیں۔ حضور انور نے فرمایا کہ خلیفہ کو ایک عالمی انتخابی مجلس کے ذریعہ سے چنا جاتا ہے۔ یہ مجلس ایک خلیفہ کی زندگی میں بالکل خاموش ہوتی ہے لیکن خلیفہ کی وفات کے ساتھ ہی اگلے خلیفہ کے انتخاب تک وہ جماعت کے معاملات کو اپنے ہاتھ میں لے لیتی ہے۔ خلافت کے انتخاب کے لئے کوئی پراپیگنڈہ نہیں کیا جاتا۔ کوئی شخص خود اپنا نام پیش نہیں کر سکتا۔ مجلس انتخاب کے اراکین انسانی نقطہ نظر سے متقی ہوتے ہیں جو اپنے ذاتی مفادات کے مطابق ووٹ نہیں دیتے بلکہ اللہ کی خاطر ہی ان کا عمل ہوتا ہے۔ اسی طرح کے انتخابات ہر جگہ ہوتے ہیں جہاں سے مقامی عہدیدار منتخب کئے جاتے ہیں اور پھر یہ بنیادی تربیت ایک عالمی مجلس کو جنم دیتی ہے۔

حضور نے فرمایا کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ بالواسطہ طور پر خلیفہ منتخب کرتا ہے اور مجھے بھی اسی نے ۱۹۸۲ء میں خلیفہ بنایا تھا۔ اس وقت مجلس انتخاب میں جو نام پیش ہوئے تھے ان میں حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کا نام بھی شامل تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رفیق تھے اور اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی اور عالمی عدالت انصاف کے صدر بھی رہ چکے تھے اور میرے بڑے بھائی مرزا مبارک احمد صاحب کا نام بھی شامل تھا۔ لیکن کمیٹی نے مجھے ووٹ دیا تو اپنے تقویٰ کی وجہ سے دیا اور میں حیران تھا کہ میں کیسے منتخب کر لیا گیا۔ لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے مجھے جو عالمی سطح پر کام کرنے کی توفیق بخشی ہے اس سے مجھے یقین ہے کہ یہ انتخاب اللہ کا ہی تھا۔

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل لندن جلد نمبر۵ شمارہ نمبر۲۲، ۳۰ جون جولائی ۹۸ء)

اعانت

مندرجہ ذیل مجالس نے ماہنامہ خالد کے سالنامہ/نومبر ۱۹۹۸ء کی اشاعت کے سلسلہ میں مالی اعانت فرمائی ہے۔ اللہ ان سب مجالس کے خدام واطفال کو احسن جزاء عطا فرمائے۔

قارئین ماہنامہ خالد ان کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

۱۔ مجلس خدام الاحمدیہ گلبرگ۔ لاہور
۲۔ مجلس خدام الاحمدیہ دارالذکر۔ لاہور
۳۔ مجلس خدام الاحمدیہ سمن آباد۔ لاہور
۴۔ مجلس خدام الاحمدیہ فیصل ٹاؤن۔ لاہور
۵۔ مجلس خدام الاحمدیہ ڈیفنس۔ لاہور
۶۔ مجلس خدام الاحمدیہ کیولری گراؤنڈ۔ لاہور
۷۔ مجلس خدام الاحمدیہ سبزہ زار۔ لاہور
۸۔ مجلس خدام الاحمدیہ کینال برگ۔ لاہور

جب مجھ کو پایا......

رفیق حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت میاں جان محمد صاحب وفات پا گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

حضرت میاں جان محمد صاحب ۱۸۹۶ء میں ضلع گورداسپور کے گاؤں بھرو چیچی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام حضرت الٰہی بخش صاحب تھا۔ جنہوں نے ۱۹۰۴ء میں خود حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

۱۹۰۵ء میں نو سال کی عمر میں حضرت میاں جان محمد صاحب نے قادیان جاکر حضور علیہ السلام کی زیارت اور مصافحہ کا شرف حاصل کیا۔ ۶ ستمبر ۱۹۹۸ء میں ۱۰۲ سال کی عمر پا کر وفات پائی۔ اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں قطعہ رفقاء حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ میں دفن ہوئے۔ آپ جماعتی ریکارڈ کے مطابق مردوں میں سے آخری "رفیق" تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور ان بزرگ رفقاء کی برکات سے ہمیشہ ہمیں فیضیاب کرتا رہے۔ آمین

سلسلہ احمدیہ کے قدیم خادم اور بزرگ

حضرت ملک غلام فرید صاحبؓ ایم۔اے

(تحریر مکرم حافظ محمد نصر اللہ صاحب)

اس دور آخرین میں حضرت مسیح موعودؑ کے روحانی خزائن سے مستفیض ہو کر متعدد وجود آسمان کے درخشندہ ستارے بن کر ابھرے۔ انہی روشن ستاروں میں سے ایک نام حضرت ملک غلام فرید صاحب کا ہے۔ حضرت ملک نور الدین صاحب کے گھر ۱۸۹۶ء میں کنجاہ ضلع گجرات میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ حضرت صوفی بابا گنج شکر سے عقیدت کی بنا پر آپ کا نام غلام فرید رکھا گیا۔ ۱۹۰۸ء میں آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کی۔ قادیان میں ۱۹۰۹ء میں تعلیم کا آغاز کیا، مدرسہ احمدیہ میں داخلہ لیا اور کبار رفقاء مسیح موعود سے تعلیم حاصل کرنے کی توفیق ملی۔ آپ کے انگریزی کے استاد حضرت قاضی عبدالحق صاحب فرماتے تھے۔ یہ لڑکا آسمان سے اترا ہوا ہے۔ میٹرک کے بعد آپ لاہور گئے۔ پہلے اسلامیہ کالج میں داخل ہوئے۔ حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب بھی آپ کے ساتھ تھے۔ مختلف کالجوں کے احمدی طلبہ نے مل کر ایک مجلس بنام احمدیہ انٹر کالجیٹ ایسوسی ایشن بنائی جس کا اولین صدر ملک غلام فرید صاحب کو بنایا گیا۔ اس مجلس نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اور دیگر علماء سلسلہ کی تقاریر لاہور میں کروائیں۔

ایم۔اے میں کامیابی

جس سال آپ نے ایم۔ اے کیا۔ بشمول حضرت ملک صاحب کے ایم۔ اے انگلش میں تین طلباء نے کامیابی حاصل کی تھی۔ ایک جی احمد تھے۔ جو بعد میں امریکہ میں پاکستانی سفیر اور پھر چیئرمین پلاننگ کمیشن پاکستان کے اعلیٰ مناصب پر فائز ہوئے۔ دوسرے ملک صاحب کے وطن کنجاہ کے پیارا لال تھے جنہوں نے گاندھی جی کے پرائیویٹ سیکرٹری کے طور پر غیر معمولی شہرت پائی۔

جب سر میاں فضل حسین وائسرائے ہند کی کونسل کے ایجوکیشن ممبر مقرر ہوئے تو ان پر اس صورت حال کا خاص اثر تھا کہ مردم شماری کی بہت سے مسلمانوں کی تعداد سرکاری ملازمتوں میں بے حد کم ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے محکمہ میں اس کمی کی تلافی کرنے کے لئے خاص مہم چلائی۔ لاہور سے سید محمد اشرف صاحب (ہیڈ کلرک محکمہ تعلیم) نے آکر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں گزارش کی کہ میں ملک غلام فرید صاحب کو سر میاں فضل حسین صاحب کی طرف سے اعلیٰ سرکاری ملازمت کے لئے لینے آیا ہوں۔ حضور نے فرمایا کہ "ملک صاحب میرے کام کے آدمی ہیں۔ آپ فلاں شخص کو لے جائیں۔" سید صاحب نے کہا کہ میاں صاحب نے ملک صاحب کے متعلق مجھے کہا تھا اس دوسرے شخص کے متعلق نہیں۔

وقف زندگی اور دینی خدمات

حضرت ملک غلام فرید صاحب بلاشبہ ان رفقائے احمد میں شامل ہیں جو احمدیت کے ماتھے کا جھومر تھے۔ شمع احمدیت کے پروانے تھے۔ وہ مسیح پاک کی صداقت کا نشان تھے۔ یہ تبدیلی جو ان کے دلوں میں پیدا ہوئی یہ اس مسیح کا اعجاز تھا جو دلوں کی سرزمین میں محبت الٰہی کے بیج بونے آیا تھا۔ حضرت ملک صاحب کے برادر مکرم ملک عبدالرحیم صاحب تحریر کرتے ہیں:-

"ہمارے دادا ملک الٰہی بخش صاحب صوفی مزاج اور بہت دیندار مخلص تھے۔ جس کی گواہی کنجاہ کے بھی بہت لوگ دیتے ہیں۔ ایک روز دادا جان نے والد صاحب، ملک نواب الدین صاحب، ملک غلام فرید صاحب اور ملک بشیر علی صاحب کو بلوا کر والد صاحب سے کہا:

"نور دینا! غلام فرید تیرا لڑکا بہت بڑا دیندار ہوگا۔

اس کے کچھ عرصہ بعد دادا جان نے بیعت کرلی۔"

حضرت ملک غلام فرید صاحب بیان کرتے ہیں کہ:۔

"ایک دفعہ والد صاحب نے خواب دیکھا کہ وہ مجھے چھری سے ذبح کرنے لگے ہیں اتنے میں وہ بیدار ہوگئے۔"

چنانچہ ملک صاحب نے ۱۹۱۶ء میں اپنی زندگی خدمت احمدیت کے لئے وقف کی۔ بی۔ اے کرنے کے بعد اس نیت سے گورنمنٹ کالج میں کسی اور مضمون میں داخلہ لیا کہ اس کے بعد واپس قادیان پہنچ کر خدمات بجالائیں گے۔ حضرت مصلح موعود کی خواہش تھی کہ آپ ایم۔ اے انگلش کریں۔ حضرت ملک صاحب نے ایم۔ اے انگلش کیا۔ وقف کا وعدہ اس سے پہلے کیا ہوا تھا اسے حضرت امام جماعت کی خواہش کے تابع عمر بھر نبھایا۔

جرمنی کیلئے روانگی

حضرت ملک صاحب اپنی ڈائری میں تحریر فرماتے ہیں۔

"۲۶ نومبر ۱۹۲۳ء کو بوقت بارہ بجے میں قادیان سے برائے (دعوت الی اللہ) جرمنی رخصت ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی موڑ تک جس کو بٹو الدعا بھی کہا جاتا ہے۔ مجھے چھوڑنے آئے۔ راستے میں بہت سی ہدایات دیں۔ سب سے قابل قدر اور قابل عمل ہدایت یہ تھی کہ مبلغ کو ہر ایک کا ہمدرد ہونا چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ انصر اخاک ظالما او مظلوما مظلوم تو مظلوم ہی ہے۔ ظالم ظلم کر کے اپنی روحانیت برباد کرلیتا ہے اور اس طرح ہمارے رحم کے قابل ہے۔.......... ہمیشہ دعا پر بھروسا کرو۔ دعا سب سے بڑا مومن کا قیمتی ہتھیار ہے۔"

حضرت صاحب نے بڑی لمبی دعا کی۔ میں لوگوں سے مل رہا تھا۔ حضرت صاحب میرے بچے مبارک کو گود میں لے کر پیار کر رہے تھے۔ میں ٹم ٹم میں سوار ہوا اور جب تک میری ٹم ٹم آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوئی حضرت خلیفۃ المسیح مع تمام احباب اپنی جگہ کھڑے رہے۔

حضرت ملک صاحب کی انگلستان میں خدمات

جرمنی مشن بند ہو جانے کے بعد حضرت ملک صاحب کا تبادلہ انگلستان میں کر دیا گیا۔

بیت فضل لندن کے افتتاح کے کاموں میں بھی حضرت ملک صاحب کو خدمات سرانجام دینے کی توفیق ملی۔ بیت کے افتتاح کے لئے حجاز کے سلطان ابن سعود کے بھائی امیر فیصل گورنر مکہ (بعد میں شاہ فیصل) سے درخواست کی گئی۔ امیر فیصل ۲۳ ستمبر ۱۹۲۶ء کو انگلستان پہنچے۔ ۳ اکتوبر افتتاح کا دن مقرر تھا مگر امیر فیصل کے منشاء پر ۶ اکتوبر کا دن معین کیا گیا۔ اس سلسلے میں تمام دعوت ناموں اور خط و کتابت کا زیادہ تر کام حضرت ملک صاحب کے کندھوں پر تھا۔ مخالفین کی طرف سے امیر فیصل کو افتتاح کرنے سے روک دیا گیا اور عین وقت پر اس تاریخی کام کی سعادت شیخ عبدالقادر صاحب (پریذیڈنٹ پنجاب لیجسلیٹو کونسل) کو حاصل ہوئی۔

لندن سے مرکز سلسلہ قادیان کو مراجعت

قادیان دارالامان میں ورود پر اخبار الفضل نے تحریر کیا۔

"ہمارے مکرم و محترم ملک غلام فرید صاحب ایم۔ اے (مربی) انگلستان مرکز تثلیث میں دین حق کی شاندار خدمات سرانجام دینے کے بعد ۸ جولائی ۱۹۲۸ء کی شام کو مع الخیر وارد دارالامان ہوئے۔ ملک صاحب کی آمد کی اطلاع پہلے موصول ہو

چکی تھی۔ اس لئے اکثر احباب آپ کے استقبال کے لئے سات بجے قصبہ سے باہر جمع ہو گئے۔ ہائی سکول اور مدرسہ احمدیہ کے طلباء بھی حاضر تھے۔ ملک صاحب کی آمد پر احمدیہ سکول کے سکاؤٹس نے جو یونیفارم پہنے ہوئے وہاں موجود تھے فوجی طرز میں سلامی دی۔ اس کے بعد ملک صاحب نے تمام احباب سے مصافحہ کیا۔ مغرب کی نماز کے بعد حضرت اقدس خلیفتہ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ملک صاحب کو شرف باریابی بخشا اور عشاء کی نماز تک مختلف موضوعات پر گفتگو کا نہایت دلچسپ سلسلہ رہا۔"

نصرت (گرلز) سکول سے وابستگی

۱۹۳۹ء میں آپ نے نصرت سکول کے مینیجر کی حیثیت سے بھی فرائض سرانجام دیئے۔

تقسیم برصغیر کے وقت خدمات

تقسیم برصغیر کے وقت آپ کو خدمات جلیلہ سرانجام دینے کا موقعہ ملا۔ حضرت مصلح موعود ۳۱ اگست ۱۹۴۷ء کو لاہور تشریف لے گئے۔ اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو اپنے بعد قادیان میں امیر مقرر فرمایا۔ ان کے ساتھ متعدد بزرگان نامساعد حالات میں خدمات سرانجام دے رہے تھے جن میں حضرت ملک غلام فرید صاحب بھی شامل تھے۔ خدمات سرانجام دے رہے تھے۔

آپ کی قلمی خدمات

آپ کی ابتدائی قلمی خدمات انگلستان میں شروع ہوئیں۔ جب مذہبی امور کے متعلق مختصر مدلل خطوط یا تردیدی جواب آپ سپرد قلم کرتے تھے اور وہاں کے اعلیٰ پایہ کے روزنامے انہیں شائع کرتے تھے۔ گویا زبان وغیرہ کے لحاظ سے وہ ان کے معیار کے مطابق ہوتی تھی۔ انگلستان سے واپسی کے بعد آپ کی قلمی خدمات کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ آپ پندرہ روزہ انگریزی "سن رائز" کے اور پھر انگریزی ماہنامہ "ریویو آف ریلیجنز" کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔

انگریزی "سن رائز" کی ادارت

سیدنا حضرت خلیفتہ المسیح الثانی نے تربیتی اور تبلیغی ضروریات کے پیش نظر ایک پندرہ روزہ انگریزی اخبار جاری فرمایا اور اس کا نام SUN RISE (سن رائز) رکھا۔ یہ رسالہ حضرت مولوی محمد الدین صاحب بی۔ اے (سابق مبلغ امریکہ) کی ادارت میں دسمبر ۱۹۲۶ء میں جاری ہوا۔ ۱۹۲۸ء کے وسط میں حضرت ملک غلام فرید صاحب ایم۔ اے اس کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ آپ کے دور میں اس اخبار کا علمی معیار بھی بلند ہوا اور اس کی اشاعت میں بھی اضافہ ہوا۔ یکم ستمبر ۱۹۳۰ء سے یہ ہفت روزہ کر دیا گیا۔ حضرت ملک صاحب نے فروری ۱۹۳۲ء تک اس رسالہ کی ادارت کے فرائض سرانجام دیئے۔ مارچ ۱۹۳۲ء میں یہ رسالہ قادیان سے لاہور منتقل کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ آپ انگریزی ماہنامہ ریویو آف ریلیجنز کے بھی مدیر رہے۔

انگریزی تفسیر القرآن

حضرت ملک صاحب کو جو سب سے بڑی خدمت سرانجام دینے کی توفیق ملی وہ ترجمہ و تفسیر انگریزی کا کام ہے۔ حضرت خلیفتہ المسیح الثانی نے حضرت مولوی شیر علی صاحب کو انگریزی ترجمہ اور تفسیری نوٹس تیار کرنے کی ہدایت فرمائی۔ ۱۹۳۳ء میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو بھی اس اہم کام میں شامل کر دیا گیا۔

مئی ۱۹۴۲ء میں حضرت مصلح موعود نے ایک بورڈ مقرر فرمایا جس میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت مولانا شیر علی صاحب اور حضرت ملک غلام فرید صاحب تھے۔ بورڈ نے نہایت محنت سے کام کیا اور ایک ایک لفظ پر سوچ بچار کے بعد سے حتمی شکل دی۔ سیاسی حالات کی وجہ سے فرمے لاہور لائے گئے اور پہلے دس پاروں پر مشتمل پہلی جلد ۱۹۴۸ء میں منظر عام پر آ گئی۔

حضرت مولانا شیر علی صاحب کی وفات ۱۳ نومبر ۱۹۴۷ء اور تقسیم کے بعد حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی دوسری ذمہ داریوں کی وجہ سے حضرت ملک صاحب کو تنہا اس کی ذمہ داری سونپی گئی۔ حضرت ملک صاحب پیرانہ سالی اور مختلف عوارض کے باوجود اس کام کو کرنے میں منہمک ہو گئے اور شب و روز کی محنت کے بعد ۱۹۴۹ء میں دوسری جلد سورہ یونس تا سورہ کہف مرتب ہوئی۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب عدیم الفرصتی کے باوجود نظر ثانی کے کام میں برابر شریک رہے۔ ۱۹۵۱ء کے بعد ملک صاحب تنہا رہ گئے مگر مسلسل کام کرتے رہے۔ دسمبر ۱۹۶۰ء دسمبر میں سورۃ مریم تا جاثیہ پر مشتمل تفسیر کی جلد دوم کا دوسرا حصہ شائع ہو گیا۔

تیسری اور آخری جلد ۱۹۶۳ء میں چھپ گئی اور اس طرح صفحات پر مشتمل تفسیر القرآن انگریزی مکمل ہو گئی۔

تفسیر قرآن انگریزی ایک جلد میں

تفسیر قرآن انگریزی کی آخری جلد ۱۹۶۳ء میں منظر عام پر آنے کے بعد حضرت ملک غلام فرید صاحب اس کوشش میں جت گئے کہ ایک مختصر جلد تیار کریں۔ چنانچہ تین حصوں سے جو پانچ جلدوں میں تھے۔ ایک مختصر جلد سلسلہ کی طرف سے ۱۹۶۹ء میں شائع ہوئی۔ جو انڈیکس سمیت ۱۴۶۱ (ایک ہزار چار سو اکسٹھ) صفحات پر مشتمل تھی۔ اس میں لغوی معانی کا تفصیلی حصہ حذف کرنا پڑا۔ پہلی پانچ جلدیں نہایت دیدہ زیب صورت میں اب سلسلہ کی طرف سے لندن میں طبع ہوئی ہیں۔

آپ کا انتقال پر ملال

حضرت ملک غلام فرید صاحب ۷ جنوری ۱۹۷۷ء بروز جمعہ المبارک ۷۹ سال کی عمر میں رحلت فرما کر اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے۔ بوقت وفات آپ ۸ ٹیمپل روڈ لاہور میں مقیم تھے۔ روزنامہ الفضل نے ۸ جنوری ۱۹۷۷ء کی اشاعت میں آپ کی وفات کی خبر ان الفاظ میں درج کی۔

"سلسلہ احمدیہ کے قدیم خادم اور بزرگ محترم ملک غلام فرید صاحب ایم۔اے انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔"

آپ کی سیرت

آپ نے اپنی زندگی کا ایک حصہ خلفائے احمدیت کی معیت میں گزارا اور اس کا فیض یورپ تک پھیلایا۔ آپ کی شخصیت' حضرت مسیح موعود کی غلامی اور خلافت سے وابستگی کا عملی ثبوت ہے جو آپ عملی زندگی میں ظاہر کرتے رہے۔ جن میں سے چند پیش ہیں۔

سلسلے کے ساتھ آپ کی محبت

احمدیت اور سلسلہ کے ساتھ آپ کی محبت ہر پہلو سے عیاں ہوتی تھی۔ ۱۹۳۶ء میں اسمبلی کی ممبری کے لئے حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم۔اے بھی کھڑے ہوئے تھے۔ اس وجہ سے فہرست رائے دہندگان میں ہمارے کارکنان نے بھی دلچسپی لی۔ اس زمانہ میں فارم میں ایک خانہ رائے دہندہ کی قومیت کا بھی ہوتا تھا۔ ایک کارکن اس فارم کی خانہ پری کے لئے ملک صاحب کے پاس گئے تو ملک صاحب نے اس خانہ میں "احمدی" لکھنے کے لئے کہا۔ چیک کرنے والوں نے اس پر اعتراض کیا اور اس کارکن کو دوبارہ ملک صاحب کے پاس بھیجا کہ قومیت دریافت کرے۔ ملک صاحب نے پھر وہی جواب دیا۔ اور کہا کہ میں نے ٹھیک لکھوایا ہے۔ تیسری دفعہ اس کارکن کو پھر آنا پڑا تو ملک صاحب نے فرمایا کہ ہیں تو ککے زئی لیکن اور کوئی قوم بھی قوم ہے؟۔ اصل قوم تو احمدیت ہے۔

سچی بات بیان کرنا اور جھوٹ سے نفرت

حضرت قاضی محمد اسلم صاحب اکثر ایک واقعہ کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ حضرت ملک صاحب اور حضرت قاضی صاحب لندن میں ایک ہی گھر میں مقیم تھے۔ خاتون خانہ ایک انگریز بڑھیا تھی۔ اسے اپنے کھانا پکانے کی مہارت پر بہت ناز تھا۔ ایک دن

گائے کی زبان پکا کر کھانے کی میز پر لائی۔ انگریز یہ ڈش بہت شوق سے کھاتے ہیں۔ کھانا تھا تو لذیذ لیکن اس سے بدبو آ رہی تھی۔ اس پر دونوں نے باہم مشورہ سے خاتون خانہ سے آنکھ بچا کر گوشت کو انگیٹھی میں پھینک دیا۔ جہاں خوب آگ جل رہی تھی۔ جب مذکورہ خاتون نے دیکھا' پلیٹیں صاف ہو چکی ہیں تو بہت خوشی ہوئی اور بار بار اصرار سے پوچھنا شروع کیا کہ آپ نے اسے پسند کیا؟ خوب پکا ہوا تھا نا؟ اور مصر ہوئی کہ زبانی بھی کھانے کی تعریف میں کچھ کہیں۔ حضرت ملک صاحب مجبور ہو کر کہنے لگے۔

"So I tell you the truth Mrs......we did not quite like it."

اس پر وہ خاتون بے حد خفا ہوئی۔ لیکن حضرت ملک صاحب رسمی طمع سازی کی بجائے سچ کا اظہار کر چکے تھے۔

وقت کی پابندی

آپ وقت کے بہت پابند تھے۔ ایڈیٹری کے فرائض کے علاوہ آپ نصرت گرلز کالج کی طالبات کو بی۔ اے کی انگریزی پڑھایا کرتے تھے۔ ایک دن کام میں مصروف رہے اور وقت تنگ ہو گیا۔ گھبرا کر اٹھے اور اپنی کتابیں وغیرہ لے کر تیزی سے نکل گئے۔ سیڑھیوں میں سے آواز دی کہ میری عینک مجھے دے دو۔ اسے میز کے اوپر' اندر' باہر نیچے بہت تلاش کیا مگر عینک وہاں نہ تھی۔ بازار میں جا کر آپ نے زور سے آواز دی کہ عینک تو میں نے لگائی ہوئی ہے۔ تلاش کرنا چھوڑ دو اور آپ بھاگنے لگے لوگ حیران رہ گئے۔ نصرت گرلز کالج تک (گویا کوئی ایک فرلانگ تک۔ مولف) دوڑتے ہی گئے۔ دوسرے روز پوچھنے پر آپ نے کہا کہ او بابا! دس منٹ لیٹ ہو گیا تھا۔ خیال ہوا کہ لڑکیاں میرا انتظار کر رہی ہوں گی۔ میں بھاگ کر وہاں پہنچا اور وقت کے اندر کلاس شروع کر دی۔ لوگ میرے متعلق جو مرضی ہے کہہ لیں۔

آپ کے کلام میں تاثیر

ایک دفعہ سر راہ ڈاکٹر محمد دین تاثیر مرحوم سے ملنا ہو گیا۔ بتقلید معاندین سلسلہ اور اپنے دل میں انگریز کے خلاف جذبہ رکھنے کی بناء پر اس اعتراض کا ذکر کر دیا کہ بانی سلسلہ احمدیہ نے انگریزوں کی کیوں تعریف کی۔ ملک صاحب نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب سو سال سکھوں کے اسلام کی محرمات کی بے حرمتی کرنے اور مسلمانوں سے بربریت کا سلوک کرنے سے آپ آگاہ ہیں۔ خود آپ کے لئے ایک تصور کا ذکر کرتا ہوں۔ آپ مع والدہ بیوی' بہنوں' باپ' بیٹیوں اور بھائی کے' جنگل میں ہوں۔ ڈاکوؤں کا ایک ٹولہ وہاں پہنچے اور وہ آپ کے سبھی مردوں کو تو مار ڈالے اور عورتوں کو اٹھا لے جانے کو ہو۔ عین اسی گھڑی فرنگی آ پہنچے اور وہ ڈاکوؤں سے آپ کے کنبہ کو بچا لے۔ تو ظاہر ہے کہ آپ کے دل میں فرنگی کے لئے بے اختیار جذبہ تشکر اچھلے گا۔ سنئے ڈاکٹر صاحب حضرت مرزا غلام احمد صاحب ایسے شخص تھے کہ تمام جسمانی علائق سے زیادہ انہیں دین حق عزیز تھا۔ سکھوں کا وجود دین حق کے لئے آفت بنا ہوا تھا۔ انگریز کے آنے سے جو مسلمانوں کو عافیت اور امن حاصل ہوا' دین حق آزاد ہوا۔ اس کی تقدیس بحال ہوئی تو انگریز کے اس احسان کا تشکر تھا جو مرزا صاحب علیہ السلام کے دل میں پیدا ہوا اور اس احسان کے جذبہ سے انگریز کی تعریف کی۔ نہ کہ اس انگریز کی کسی طرف سے کسی جاگیر' کسی خطاب اور انعام ملنے کی بناء پر۔ ملک صاحب نے جس جوش اخلاص سے اور بات کی سچائی کے زور سے کلام کیا کہ سچائی ڈاکٹر صاحب کے دل میں اتر گئی اور کہا ملک صاحب گواہ رہئے کہ آئندہ اس اعتراض کے میری زبان پر آنے کا تو کیا امکان۔ میرے دل سے ہی یہ اعتراض اٹھ گیا ہے۔

حافظہ

آپ کا حافظہ اتنا عمدہ تھا کہ آپ کو اپنی نو عمری کے تعلیمی زمانہ کی باتیں بھی اچھی طرح یاد تھیں۔ یہ حضرت خلیفۃ المسیح

الاول کا زمانہ تھا۔ جن کے درس اور مجالس کی باتیں آپ سنایا کرتے تھے۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ آج کے اس قلمی جہاد کے زمانہ میں خدا تعالیٰ ہمیں بھی کامیاب مجاہد بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

نوٹ:۔ یہ مضمون محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے کی تصنیف "مبشرین احمد" جلد اول سے تیار کیا گیا ہے۔

سالِ گذشتہ میں حاصل ہونے والی جماعتِ احمدیہ کی ترقیات احبابِ جماعت کو مبارک ہوں۔

قائد و اراکینِ عاملہ

مجلس خدام الاحمدیہ ساہیوال شہر

داڑھی رکھنا

محبتِ رسولؐ کی ایک نشانی

(مکرم مظفر الحق صاحب)

ارشادِ خداوندی ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

"اے نبی تو (ان سچے مومنوں سے) کہدے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اطاعت کرو۔ اللہ بھی تم سے محبت کرے گا۔"

اطاعت اور محبت کا باہمی چولی دامن کا ساتھ ہے۔ سچے مومنین تو اطاعت کرتے ہی اس محبت کی وجہ سے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے انبیاء اور سب سے بڑھ کر آنحضرت ﷺ نے ان کے دلوں میں اپنے اقوال و افعال سے بٹھا دی ہوتی ہے۔ اس ضمن میں آنحضرت ﷺ کا فعل بمقابلہ قول کے خاصی اہمیت رکھتا ہے یعنی قول سے زیادہ فعل کا مقام ہے جس کو ہم سنت کہتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ کے اقوال تو ہم تک مختلف ایسے ذرائع سے پہنچے ہیں۔ لیکن سنت کا مقام تو وہ ہے جس کی داغ بیل آپ کی زندگی میں پڑ گئی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب "شہادۃ القرآن" میں فرمایا ہے کہ قرآن کریم کے بعد سنت رسول ﷺ کا مقام ہے۔ احادیث کو تیسرا درجہ حاصل ہے۔ ایسے افعال میں ایک داڑھی رکھنا ہے جو کہ سنت رسول ﷺ ہے اس لئے اللہ کے حکم کے ماتحت اس کی بھی اطاعت کرنی لازم قرار دی گئی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ یعنی یقیناً یہ رسول کریم ﷺ تمہارے لئے ایک بہترین نمونہ ہے۔ پس کون ایسا انسان ہے جو یہ خیال کرے کہ یہ جو کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم میں ایک بہترین نمونہ ہیں۔ تو یہ محض باطنی طور پر پیروی کرنے کیلئے کہا گیا ہے۔ حالانکہ جس چیز کو نمونہ قرار دیا جائے اس کے ظاہر حالات پر زیادہ خیال جانا چاہئے۔ کیونکہ معاً ظاہر پر ہی نظر پڑتی ہے۔ باطنی خوبیوں کی پیروی کیلئے تو ایک لمبے عرصہ کی ضرورت ہوتی ہے اور ظاہر پر تو فوراً عمل کیا جا سکتا ہے۔ بعض یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ داڑھی رکھنا فرض نہیں ہے۔ اس بحث میں نہ پڑا جائے تو بہتر ہے البتہ محبت اور احترام کی نظر سے دیکھیں تو فرض سے کم بھی نہیں اور ویسے بھی اللہ تعالیٰ کے احکامات پر غور کرنا چاہئے۔ مذکورہ بالا بات کوئی تاویل طلب نہیں ہے۔ بلکہ صاف حکم ہے کہ رسول کریم ﷺ کو تمہارے لئے نمونہ بنا کر بھیجا ہے۔ تم ان کی مانند بننے کی کوشش کرو۔ یہ اس قدر واضح بات ہے کہ جس میں کوئی حیل و

حجت اور شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

بعض داڑھی نہ رکھنے والے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس فقرے کا بالکل غلط مطلب نکالتے ہیں کہ "اسلام میں داڑھی ہے داڑھی میں اسلام نہیں" حالانکہ اس کے معا بعد ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے واضح الفاظ میں فرمایا تھا کہ میں نے داڑھی رکھی ہوئی ہے میرے پیروکار میرا نمونہ دیکھ کر داڑھی رکھ لیں گے۔ اس طرح دراصل ایک متشدد اور ظاہر پرست نظر کی اصلاح کرنا مقصود تھا اور بڑی خوبصورتی سے حضور نے اس ذہن کی اصلاح بھی کی اور داڑھی کی اہمیت اور فرضیت کو نہ صرف قائم رکھا بلکہ زیادہ بڑھایا یہ کہہ کر کہ اگر مجھ سے محبت ہوگی تو داڑھی خود ہی رکھ لیں گے۔

داڑھی رکھنا سنت انبیاء میں سے ہے۔ انبیاء کی سنت پر کاربند ہونا ہر سچے و مخلص مومن کا فرض ہے۔ اصل میں داڑھی رکھنے والا شخص اپنے ظاہری کردار سے یہ بات نمایاں کرتا ہے کہ اس کو اپنے مذہب سے کس قدر محبت اور لگاؤ ہے۔ اب جن جن صاحبوں کو اپنے مذہبی و روحانی پیشواؤں سے سچی محبت ہے وہ ضرور ان کا نمونہ اپناتے ہوئے اور اس معمولی سی بات کو بڑا خیال کرتے ہوئے اس پر کاربند ہونے کی کوشش کریں گے۔ علاوہ ازیں فی زمانہ ہمارے سامنے خلفاء حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زندہ نمونہ موجود ہے۔ حضرت المصلح الموعود نے تو بارہا داڑھی رکھنے کے متعلق تاکیدی ارشادات فرمائے ہیں اور اس امر پر زور دیا ہے کہ ہر احمدی خواہ وہ خادم ہو یا ناصر جس قدر توفیق ہو داڑھی رکھنے کو اولین ترجیح دیتے ہوئے اسے اپنا شعار بنائے۔ بعض دفعہ لوگ انگریزوں یا دوسرے لوگوں کی نقل یا فیشن کی وجہ سے داڑھی مونچھ منڈواتے ہیں اور ایک قسم کی ذہنی شکستگی کا شکار ہوتے ہیں۔ ان کو ہرگز اس بات میں احساس کمتری کا شکار نہیں ہونا چاہئے کیونکہ وہ دین حق کی ایک عالی شان عظمت کو قائم کر رہے ہیں۔ ہمیں اپنے دین کی عظمت کا ہر لحاظ سے خیال رکھنا چاہئے۔ کیونکہ حضرت المصلح الموعود نے اپنے ایک خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹ جون ۱۹۴۲ء میں فرمایا۔

"نقل کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ اس شخص نے اس قوم کو عظمت دے دی ہے جس کے رواج اور جس کے طریق کو اس نے اختیار کیا ہے۔ مگر جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ جس حد تک سوال ملکی رواج کا ہے اس حد تک ان باتوں کو برداشت کیا جا سکتا ہے۔ مگر جہاں شریعت کے احکام کا سوال آجائے وہاں اگر ہم دوسروں کی نقل کریں گے تو یقیناً ہم دین حق کی ذلت کے سامان پیدا کر کے دشمنوں کی مدد کرنے والے قرار پائیں گے۔ انہی نقلوں میں سے ایک نقل داڑھی منڈوانا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے ایک دفعہ نہیں متواتر داڑھی منڈوانے سے منع فرمایا ہے اور داڑھی منڈوا کر کوئی خاص فائدہ بھی انسان کو نہیں پہنچتا"۔

اسی طرح داڑھی منڈوانے والے احمدیوں کو تنبیہہ کرتے ہوئے فرمایا۔

"احمدیوں میں سے بھی ایک حصہ داڑھی منڈواتا ہے اور باوجود بارہا سمجھانے کے وہ اپنے اس فعل سے باز نہیں آتا۔ یوں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم دین حق کیلئے قربان، احمدیت کیلئے قربان مگر اس شخص کی زبان کے دعویٰ پر کوئی احمق ہی یقین کر سکتا ہے جو رسول کریم ﷺ کے صریح احکام کی علی الاعلان نافرمانی کرتا ہے اور پھر قربانی اور محبت کا دعویٰ کرتا چلا جاتا ہے۔ میرے نزدیک وہ شخص بڑا احمق ہے جو دین حق کی عزت اور شریعت کی عزت اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے قیام کیلئے ایسے شخصوں پر اعتبار کر لیتا ہے۔ جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی چھوٹی سی بات نہیں مان سکتا۔ اس سے یہ کب توقع کی جا سکتی ہے کہ اگر اس کے سامنے کوئی بڑی بات پیش کی جائے گی تو وہ اسے مان لے گا۔ وہ تو فوراً اکڑ کر کھڑا ہو جائے گا اور کہے گا کہ میں اس کے مطابق عمل کرنے کیلئے تیار نہیں۔ پس جو شخص بلا کسی ایسی وجہ کے جو شرعی طور پر اسے

بری قرار دیتا ہو داڑھی منڈواتا ہے وہ صاف طور پر اس امر کا اظہار کرتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کو ماننے کیلئے تیار نہیں ہوں۔ یہ حکم میری مرضی کے خلاف ہے اور جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بزبانِ حال کہہ دیتا ہے کہ آپ کا فلاں حکم میری مرضی کے خلاف ہے اس لئے میں اس پر عمل نہیں کر سکتا اس پر میرے جیسا انسان کیا اعتبار کرے گا۔"

پھر فرمایا:۔

"میں نے متواتر جماعتوں کو توجہ دلائی ہے اور ہمارے ہاں قانون بھی ہے کہ کم سے کم، جماعت کے عہدیدار ایسے نہیں ہونے چاہئیں جو داڑھی منڈواتے ہوں۔ اور اس طرح..... احکام کی ہتک کرتے ہوں۔ مگر میں دیکھتا ہوں اب بھی دنیاداری کے لحاظ سے جس کی ذرا تنخواہ زیادہ ہوئی یا چلتا پرزہ ہوا یا دنیوی لحاظ سے اسے کوئی اور اعزاز حاصل ہوا اسے جماعت کا عہدیدار بنا دیا جاتا ہے۔ خواہ وہ داڑھی منڈواتا ہی ہو....... پس ایسی شکست خوردہ ذہنیت کے لوگ جنہوں نے مغربیت کے آگے ہتھیار ڈال رکھے ہیں وہ ہرگز کسی عہدہ کے قابل نہیں۔ وہ بھگوڑے ہیں اور بھگوڑوں کو حکومت دینا اول درجہ کی حماقت اور نادانی ہے۔ پس داڑھی منڈوانے والے احمدی شکست خوردہ ذہنیت رکھتے ہیں۔"

اسی طرح ۱۴ فروری ۱۹۴۷ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا۔

"پس میں خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ دونوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے اپنے حلقہ میں داڑھی کے متعلق خوب جدوجہد کریں۔ خدام نوجوانوں کو سمجھائیں اور انصار اللہ بڑوں کو سمجھائیں اور یہ کوشش کی جائے کہ جو شخص داڑھی منڈواتا ہو وہ خشخشی داڑھی رکھ لے اور جو خشخشی رکھتا ہے وہ ایک انچ یا آدھا انچ بڑھائے اور پھر ترقی کرتے کرتے سب کی داڑھی حقیقی داڑھی ہو جائے۔"

اصل میں داڑھی کو مذہب میں ظاہری لحاظ سے بہت بڑا دخل ہے۔ اغیار ہماری داڑھیوں کو، ہمارے سر کے بالوں کو، ہمارے کپڑوں اور لباس وغیرہ کو اس نظر سے دیکھتے ہیں کہ ہم اپنے مذہب کے لئے کتنی غیرت اپنے دل میں رکھتے ہیں۔ اور دعوت الی اللہ کیلئے تو ظاہری پاک نمونہ اختیار کرنا از حد ضروری ہے۔ اور جب بھی کسی غیر سے ہماری ملاقات ہوتی ہے تو نظر سب سے پہلے چہرے پر پڑتی ہے۔ اگر چہرے پر داڑھی سجی ہوئی ہو تو اسی سے شخصیت کا تاثر اچھا پڑتا ہے۔

تعارف و تبصرے

پاکستان کے مذہبی اچھوت

تنویر میر صاحب اور مرتضیٰ شاہ صاحب کی ایک جرأت مندانہ تصنیف

(تبصرہ مکرم فضیل عیاض احمد صاحب)

گزشتہ کئی سالوں سے پاکستان کی ایک محب وطن جماعت جس نے پاکستان کی تشکیل میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ پاکستان کی نام نہاد مذہبی و سیاسی سیادت و قیادت کی نفرتوں کا نشانہ بنی ہوئی ہے۔ اور دلچسپ امر یہ ہے کہ پاکستان کے اہل قلم اور اہل فکر و نظر میں سے بہت کم ایسے ہیں جنہوں نے اس مسلسل جبر کے خلاف کوئی جرات مندانہ آواز اٹھائی ہو۔ مذہبی رہنماؤں کا تو ذکر ہی کیا' سیکولر اور لبرل سوچ رکھنے والوں کا قلم بھی اس بارے میں قریباً خاموش ہی رہا۔ ایسے میں اگر کوئی جرات کا اظہار کرے تو اس کو پاکستان کی کٹھ ملائیت سوچ رکھنے والے بیک جنبش قلم دائرہ اسلام سے باہر کر دیتے ہیں کیونکہ یہ وہ واحد حربہ ہے جو کسی بھی نعرہ رندانہ لگانے والے کے آگے بند باندھ دیتا ہے۔ ایسی مسموم اور گھٹن زدہ فضا میں اگر کوئی مظلوم کے حق میں نعرہ مستانہ بلند کرے تو حالی کا یہ شعر یاد آتا ہے۔

بہت جی خوش ہوا حالی سے مل کر
ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں

کچھ ایسا ہی حال ہمارا ہوا ہے جب کل ڈاک سے ہمیں تنویر میر اور مرتضیٰ شاہ کی ایک تصنیف "پاکستان کے مذہبی اچھوت" ملی۔ یہ کتاب الحسیب پبلشرز اسلام آباد نے نہایت خوبصورتی سے شائع کی ہے۔ اس کا سرورق سلیم پاشا کے تخیل کا نتیجہ ہے۔ کتاب عمدہ سفید کاغذ پر قریباً سوا دو سو صفحات پر مشتمل ہے خوبصورت ڈسٹ کور کے ساتھ جس کے اندرونی فلیپ پر ایس پی آئی کی ریسرچ سکالر ڈاکٹر جینیفر بینٹ کے قلم سے نکلا کتاب کا تعارف اور تبصرہ شامل ہے۔ کتاب کا انتساب پاکستان میں انسانی حقوق کی علمبردار عاصمہ جہانگیر' انسان اور پاکستانی اقلیتوں کے نام کیا گیا ہے جو پاکستان کے غیر منصفانہ معاشرے میں غلامی' تشدد' مذہبی منافرت' استحصال' جبر اور غیر انسانی سلوک کا شکار ہیں۔

کتاب ایک دیباچہ ایک پیش لفظ چھ ابواب چار ضمیموں اور ایک خصوصی مقالے "پاکستان میں جمہوری اور مذہبی سیاست" پر مشتمل ہے' جسے ڈاکٹر جینیفو (Dr.JanefarBanat) بینٹ نے تحریر کیا ہے۔

فہرست مضامین کے بعد کتاب کے پہلے صفحے پر معروف انگریز ایڈم سن مصنف کی کتاب "A MAN OF GOD" کے اردو ترجمے سے اقتباس دئے گئے ہیں جو دراصل امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کی سوانح پر مشتمل ہے۔ پھر کتاب کا دیباچہ ہے جو ڈاکٹر جیفیفر بینٹ نے تحریر کیا ہے۔ جس میں وہ لکھتی ہیں۔

"پاکستان کے مذہبی اچھوت اس لحاظ سے ایک منفرد کتاب ہے کہ اس میں پاکستان میں بسنے والی احمدی اقلیت کا کیس شاید پہلی بار قوم کے سامنے واضح طور پر رکھا گیا ہے۔ اس سے پہلے لکھی جانے والی کتابوں اور مضامین کا دائرہ کار مخصوص مذہبی یا سیاسی حلقوں کے اندر ہی محدود رہا ہے۔ بلاشبہ یہ ایک جرات مندانہ اقدام ہے۔ اس کتاب کے ذریعہ احمدیوں کی حالت زار کو قوم کے سامنے لایا گیا ہے جس کی وجہ مذہبی جنونیوں' ریاستی سیاستدانوں' افسر شاہی اور ریاست کے ہاتھوں بننے والے قوانین ہیں اور پاکستان کے احمدی شہری

جس کے سبب استحصال زدہ اور انسانیت سوز زندگی گزار رہے ہیں۔ "پاکستان کے مذہبی اچھوت" کے مصنفین نے دراصل انسانی عظمت اور انسانی مساوات کی بحالی کی آواز بلند کی ہے۔ احمدیوں کی دکھ بھری داستان اور ان کے تمام حالات پر تفصیلاً روشنی پڑتی ہے جن کے تحت ایک مہذب تعلیم یافتہ وطن دوست اور معاشرے کے باشعور طبقے کو اقلیت قرار دے کر قومی دھارے سے کاٹ دیا گیا۔ اس سارے عمل میں احمدیوں کو پاکستان میں تمام سماجی معاشی سیاسی اور بنیادی انسان حقوق سے محروم کر دیا گیا۔ انہیں سرکاری محکموں سے خارج کیا گیا۔ نفرتوں کی آگ اتنی بھڑکی کہ احمدیوں کی املاک اور جائیدادوں کو بھسم کر گئی اور کلمہ طیبہ آویزاں کرنا بھی "حرام اور جرم" قرار دے دیا گیا۔ ستم ظریفی کی انتہا یہ ہے کہ شناختی کارڈ اور پاسپورٹ پر بھی احمدیوں کی اپنی الگ حیثیت ظاہر کرنا پڑتی ہے۔ تاکہ آسانی سے ان کے خلاف موجود ریاستی امتیاز کو جاری رکھا جاسکے۔

احمدیوں کا واحد جرم ان مذہبی نظریات کی تقلید ہے جنہیں ان نام نہاد مذہبی انتہا پسندوں کی تائید حاصل نہیں ہے۔ بدقسمتی تو یہ ہے کہ کٹھ ملا مذہب ہی کے نام پر اقلیت سے جینے کا حق چھین رہے ہیں۔ تنگ نظری کے اس ماحول میں یہ انتہا پسند خود مذہب کے اس عالمگیر انسانی پہلو کو بھول چکے ہیں کہ تمام مذاہب انسانوں کی خاطر بنائے گئے ہیں اور یہ کہ مذہب ہمیں اخلاقیات' بقائے باہمی' امن اور رواداری کا درس دیتے ہیں اس کے برعکس مذہب کو آج دنیاوی مفادات ذاتی اغراض اور استحصال کا ایک نفع بخش ذریعہ بنا دیا گیا ہے...... یہ انتہائی افسوسناک صورت حال ہے۔ (ڈاکٹر جینیفر بینٹ)

اس پر مغز دیباچے کے بعد مصنفین کی طرف سے پیش لفظ لکھا گیا ہے۔ جس میں انہوں نے اس امر کا اظہار کیا ہے کہ یہ کتاب بہت پہلے آجانی چاہئے تھی۔ لیکن ان کے بعض بہی خواہوں کے مشورے کے مطابق ملکی حالات اور اس ملک کی مذہبی سیاسی فضا اس کتاب کو برداشت کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی تھی۔ لیکن ملک میں مسلسل مذہبی تشدد اور اقلیتوں کے ساتھ روا رکھے جانے والے ناروا سلوک نے انہیں اس کتاب کو پیش کرنے پر مجبور کر دیا۔ اس کتاب میں صرف احمدیوں کے ساتھ ہونے والی متشددانہ کارروائیوں کا پردہ چاک کیا گیا ہے۔ خصوصاً قیام پاکستان کے بعد چلنے والی اینٹی احمدیہ تحریکات یعنی ۵۳ء کی تحریک ختم نبوت' ۷۴ء کی موومنٹ (جس کے بعد پاکستان کی قومی اسمبلی نے پاکستان میں احمدیوں کو ناٹ مسلم قرار دیا) اور ۱۹۸۴ء کے بہیمانہ اور ظالمانہ آرڈی ننس (جو اس وقت کے ڈکٹیٹر جنرل ضیاء نے جاری کیا) کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ کتاب میں نہایت عمدگی سے ان حالات و واقعات کا تجزیہ کیا گیا ہے جو ان کارروائیوں کے دوران رونما ہوئے۔ کتاب میں چار ضمیمے شامل کئے گئے ہیں جن میں ۸۴ء سے ۹۸ء تک احمدیوں کے خلاف ہونے والی کارروائیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ۵۳ء کی تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ' معروف کالم نگاروں کے فکر انگیز تجزیوں اور مضامین سے مزین اس کتاب میں احمدیہ جماعت کے ساتھ روا رکھی جانے والی زیادتیوں کا معروضی اور فکری تجزیہ کرتے ہوئے مصنفین نے فیصلہ قاری پر چھوڑ دیا ہے کہ وہ اپنی فکر اور سوچ کے مطابق خود ان حالات کا جائزہ لے اور دیکھے کہ اس کیفیت میں کیا امن اور باہمی یگانگت کی فضا کا پیدا ہونا ممکن ہے۔ کتاب کا اختتام بھی ڈاکٹر جینیفر بینٹ کے ایک مقالے سے ہوتا ہے جس میں "پاکستان میں جمہوریت اور مذہبی سیاست" کے زیر عنوان پاکستان میں مذہبی منافرت پر مبنی قوانین اور ان کے نتیجے میں پیدا ہونے والی صورت حال کا جائزہ لیا ہے۔

مذہبی نفرتوں کی حبس زدہ اس فضا میں یہ کتاب محبت کا پہلا تحفہ ہے۔ کاش کہ ہمارے اہل قلم اس مثال کی تقلید کریں اور اس کتاب کی طرح اور بھی کئی کتابیں منظر عام پر آئیں۔

اس کتاب کے آغاز میں مصنفین سے نادانستگی سے ایک غلطی سرزد ہوگئی کہ بانی جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دادا کا نام غلط لکھا گیا ہم تاریخی درستگی کے لئے اس کی تصحیح کر دیتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کے دادا کا نام غلام مرتضیٰ

نہیں تھا۔ یہ ان کے والد کا نام تھا۔ حضرت مرزا صاحب کے دادا کا نام مرزا عطا محمد تھا۔

کتابت کی غلطیوں سے صرف نظر کیا جائے تو بحیثیت مجموعی یہ کتاب محققین کے لئے ایک عمدہ تحفہ ہے جو جماعت احمدیہ پر ہونے والے ظلم اور تشدد کا جائزہ لینا چاہتے ہیں۔

کتاب میں بعض تصویریں بھی شامل کی گئی ہیں جن کی طباعت عمدہ نہیں۔ امید ہے کہ پبلشرز آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر لیں گے۔ اس کتاب کی قیمت پاکستان میں ۲۵۰ روپے اور برطانیہ میں ۱۰ پاؤنڈ اور دوسرے ممالک کے لئے ۲۵ امریکی ڈالر رکھی گئی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نتائج مقابلہ مضمون نویسی سہ ماہی چہارم

بعنوان اطاعت

اوّل : عدیل احمد صاحب نارتھ کراچی

دوم : طیب احمد منصور صاحب زرعی یونیورسٹی فیصل آباد

سوم : آصف الرحمان قمر صاحب دارالذکر فیصل آباد

مندرجہ ذیل خدام نے امتیازی نمبر حاصل کئے

عطاء القدوس طاہر صاحب' فیکٹری ایریا حیدر آباد۔ عطاء القدوس صاحب' دارالذکر لاہور۔ حافظ محمد ظفر اللہ صاحب' وحدت کالونی لاہور۔ منور احمد ناصر صاحب' فیصل ٹاؤن لاہور۔ ملک عبدالمومن صاحب' نارتھ کراچی۔ انوار الحق صاحب' وحدت کالونی لاہور۔ فضل احمد راشد صاحب' ملیر کینٹ کراچی۔

اعلانِ نکاح

مکرم عطاء القدوس خان صاحب ابن مکرم رانا سلطان احمد خان صاحب ڈرائیور خدام الاحمدیہ پاکستان ربوہ کا نکاح عزیزہ امتہ الصبور صاحبہ بنت مکرم چوہدری محمد اعظم صاحب سابق کارکن وقفِ جدید محلہ باب الابواب ربوہ کے ہمراہ بعوض حق مہر مبلغ تیس ہزار روپے مورخہ ۲۳/۹/۹۸ بعد نماز عصر بیت المبارک ربوہ میں محترم مولانا سلطان محمود صاحب انور ناظر اصلاح و ارشاد مرکزیہ نے پڑھا اور دعا کروائی۔

احباب کرام سے اس رشتہ کے کامیاب اور بابرکت ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

دفتر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے زیر انتظام

بعض خصوصی خدمات

(مکرم ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب۔ نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

دفتر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان جہاں اس وقت مستقل 17 تنظیمی شعبہ جات کا کام سرانجام دینے کی توفیق پا رہی ہے وہاں دفتر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے تحت کچھ اراکین مرکزی عاملہ ہی کے ذریعہ بعض دیگر نہایت اہم خدمات کی سعادت بھی محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے حاصل کر رہی ہے۔ اس مساعی کی کچھ جھلکیاں قارئین کی خدمت میں بغرضِ آگاہی و دعا پیش کی جا رہی ہیں۔

۱۔ ڈرائیونگ کلب

حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ نے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ :-

"اگر مرکزی مجلس ایک موٹر خرید سکے تو یہ بہت مفید کام ہوگا۔ اس کے ذریعہ خدام کو موٹر ڈرائیونگ کا کام سکھایا جائے۔ اور یہ بتایا جائے کہ موٹر کی عام مرمت کیا ہوتی ہے۔"

چنانچہ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان نے اسی ارشاد کی تعمیل میں ڈرائیونگ سکھانے کے لئے۔ ایک موٹر کار کا انتظام کیا ہوا ہے۔ اس کام کو منظم کرنے کے لئے باقاعدہ ایک ڈرائیونگ کلب قائم ہے جس کی رکنیت حاصل کر کے اس کلب سے استفادہ کیا جاتا ہے۔ کلب کے انچارج مکرم حافظ عبدالاعلیٰ صاحب معتمد مجلس ہیں۔

صبح اور شام کے مختلف اوقات میں کئی شفٹوں میں مختلف طلبہ یہ ٹریننگ حاصل کرتے ہیں۔ نئے سیکھنے والے کو متعدد نشستوں میں 200 کلومیٹر تک گاڑی چلانا سکھائی جاتی ہے۔

نومبر 96ء سے اکتوبر 98ء تک گذشتہ دو سال کے عرصہ میں کل 226 افراد کو ڈرائیونگ سکھائی گئی۔ ان میں سے بہت سے افراد عملی زندگی میں اس ہنر سے بھرپور فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

۲۔ کمپیوٹر سیکشن

ایوان محمود ربوہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک کمپیوٹر سیکشن بھی قائم ہے۔ جس میں اس وقت دو مستقل کارکنان خدمات بجا لا رہے ہیں۔ اس سیکشن کا انچارج خاکسار ہے۔ معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مکرم حافظ عبدالاعلیٰ صاحب کارکنان کی براہ راست نگرانی فرماتے ہیں۔

یہ سیکشن ہر ماہ نہایت ذمہ داری سے ماہنامہ خالد اور تشحیذ کی کمپوزنگ مکمل کرتا ہے۔ اس طرح مجلس کے خطوط، سرکلرز اور رپورٹس وغیرہ کی کمپوزنگ نیز دیگر جماعتی ادارہ جات اور دیگر افراد کے کام بھی یہاں سرانجام دیئے جاتے ہیں۔

گذشتہ چار سال کے عرصہ میں اس سیکشن نے مجلس کے قریباً 8000 صفحات جبکہ دیگر ادارہ جات اور افراد کے 2682 صفحات کی کمپوزنگ کی۔

امسال شعبہ اصلاح و ارشاد کی رپورٹس کا کام کمپیوٹر پر سرانجام دینے کے لئے ایک خاص پروگرام تیار کروا کے اس پر کام

کا آغاز کیا گیا۔اس پروگرام کی تیاری میں مکرم کلیم قریشی صاحب نے خصوصی معاونت فرمائی۔

اب اس پروگرام سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شعبہ اصلاح وارشاد کی ماہانہ رپورٹس اور جائزے اس پر تیار کئے جارہے ہیں۔نیز امسال گرافکس اور ڈیزائننگ کا کام بھی شروع کردیا گیا ہے۔

۳۔ سمعی و بصری سیکشن

ایم ۔ٹی ۔اے کے آغاز کے بعد مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان نے بھی حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی تعمیل میں مختلف پروگراموں کی تیاری کا کام شروع کیا۔ اس مقصد کے لئے اپنا ویڈیو کیمرہ اور بعض دیگر ضروری آلات خریدے گئے اور اس کام کو زیادہ منظم رنگ میں سرانجام دینے کی سعی کی گئی۔

مکرم ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب۔مکرم انتصار احمد نذر صاحب۔ مکرم عبدالسمیع خانؔ صاحب ۔ مختلف وقتوں میں اس شعبہ کے انچارج رہے۔اس وقت مکرم سلیم الدین صاحب کے سپرد یہ کام ہے اور ان کی رہنمائی کے لئے ایک سمعی بصری کمیٹی قائم ہے۔

سمعی و بصری سیکشن نے اپنی کیسٹس لائبریری بھی قائم کی جس میں اس وقت 312 ویڈیو اور 388 اہم آڈیو کیسٹس موجود ہیں۔خدام کو ان کی خواہش پر ان آڈیو اور ویڈیو کیسٹس کی کاپیاں مہیا کرنے کا بھی انتظام ہے۔گذشتہ چار سال کے عرصہ میں قریباً 150 ویڈیو اور 550 آڈیو کیسٹس کی کاپیاں مختلف احباب کو مہیا کی گئیں۔اس سیکشن کے تحت اہم مرکزی پروگراموں کی تصاویر بھی خود لینے کا انتظام کیا گیا۔اور ہر موقع کی اہم تصاویر کو علیحدہ البم میں محفوظ کرلیا جاتا ہے۔

۴۔ ہائیکنگ کلب

مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے شعبہ صحت جسمانی کے زیر انتظام 1991ء سے ایک ہائیکنگ کلب قائم ہے۔پہلے اس کا مرکزی دفتر پشاور میں تھا جو دو سال قبل ربوہ منتقل کیا گیا۔ کلب کے قواعد و ضوابط از سر نو بنائے گئے مکرم شبیر احمد ثاقب صاحب مہتمم صحت جسمانی اس کلب کے انچارج ہیں اور مرکزی کمیٹی صحت جسمانی جملہ امور کی نگرانی کرتی ہے۔ کلب کی انتظامیہ خود بھی ہائیکنگ کے پروگرام ترتیب دیتی ہے لیکن اپنے طور پر جانے والے خدام کی بھی رہنمائی اور سامان کی فراہمی میں مدد کی جاتی ہے۔گذشتہ دو سال کے عرصہ میں پاکستان کے مختلف اضلاع کے 108 خدام نے کلب کی رکنیت حاصل کی۔ 30 گروپس میں شامل 126 خدام ہائیکنگ کے لئے گئے۔

امسال سالانہ مرکزی تربیتی کلاس میں شریک طلبہ کو ہائیکنگ اور اس کے لئے استعمال ہونے والے سامان کا تفصیلی تعارف کروا کے انہیں اس صحت مند تفریح کی طرف رغبت دلانے کی

کوشش کی گئی۔

۵- ویٹ لفٹنگ اینڈ باڈی بلڈنگ کلب

مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کی نگرانی میں ایک ویٹ لفٹنگ اینڈ باڈی بلڈنگ کلب بھی احاطہ سوئمنگ پول ربوہ میں قائم ہے۔ جس کے انچارج مکرم قمر احمد کوثر صاحب مہتمم مقامی ہیں۔

ایک شفٹ صبح نماز فجر کے بعد اور دوسری نماز مغرب کے بعد ہوتی ہے۔ تعداد زیادہ ہونے پر ایک شفٹ نماز عشاء کے بعد بھی جاری کردی جاتی ہے۔

اس کلب سے استفادہ کی ماہانہ فیس صرف -/20 روپے ہے گذشتہ پانچ سالوں میں ہر سال اس کلب سے باقاعدہ استفادہ کرنے والے خدام کی تعداد 35 سے 43 کے درمیان رہی ہے۔

۶- مرکز عطیہ خون

ربوہ اور اس کے گردونواح میں بوقت ضرورت موزوں اور صحت مند خون کی رضاکارانہ فراہمی کے کام کو منظم کرنے کے لئے مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان نے جولائی 1994ء سے فضل عمر ہسپتال ربوہ کے قریب ایک "مرکز عطیہ خون" قائم کر رکھا ہے۔ یہاں ضروری آلات اور دیگر سامان کے ساتھ ساتھ ٹیلی فون کی سہولت بھی میسر ہے۔ دو تجربہ کار لیبارٹری ٹیکنیشنز دن کے مختلف اوقات میں یہاں کام کرتے ہیں۔ آجکل صبح 9 تا 1 بجے اور شام 4 تا 8 بجے تک بلڈ بنک کھلتا ہے۔ تاہم ایمرجنسی کی صورت میں دن اور رات کے کسی بھی حصے میں یہاں کام اللہ تعالیٰ کے فضل سے جاری رہتا ہے۔ بلڈ بنک کے انچارج مکرم ڈاکٹر سمیع الاحمد صاحب ہیں جبکہ اس کی جملہ نگرانی ایک مرکزی کمیٹی کے سپرد ہے۔ ایڈیشنل ناظم خدمت خلق مجلس مقامی ربوہ مکرم انوار احمد خان صاحب اور ان کے معاونین مریضوں اور خدام سے رابطہ کا بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔

یہاں خون کا عطیہ پیش کرنے والے تمام افراد کی فری بلڈ گروپنگ کی جاتی ہے۔ خون کا عطیہ پیش کرنے سے پہلے ڈونر کے ضروری ٹیسٹوں کا انتظام بھی ہے تاکہ کسی بیماری وغیرہ کی صورت میں نہ تو ڈونر کو کوئی تکلیف ہو نہ وہ بیمار خون بلڈ بنک میں رکھا جائے اور نہ ہی وہ کسی مریض کے لئے استعمال ہو سکے۔

اپنے قیام کے بعد سے اکتوبر 1998ء تک اللہ کے فضل سے اور اس کی دی ہوئی توفیق سے مرکز عطیہ خون کے ذریعہ کل 2154 ضرورت مند افراد کی خون کی ضرورت پوری کی گئی ہے۔ ان میں سے 839 افراد غیر از جماعت تھے۔ 70 افراد کو Blood Bags بھی بازار سے خرید کر مفت مہیا کئے گئے۔ 1419 خدام اور 24 دیگر افراد نے رضاکارانہ طور پر اپنے خون کا عطیہ پیش کیا۔ 286 خدام اور 421 دیگر افراد نے Exchange کی بنیاد پر خون کا عطیہ دیا۔ اس عرصہ کے دوران 1301 خدام کی بلڈ گروپنگ مفت کی گئی۔ ضرورت پیش آنے پر بیرونی ہسپتالوں میں 368 بلڈ بیگز یا رضاکار خدام کو بھجوایا گیا۔

متعدد حادثات اور دیگر ہنگامی مواقع پر مرکز عطیہ خون کے پلیٹ فارم سے نہ صرف عطیہ خون کی فوری فراہمی بلکہ ضرورتمندوں کی خدمت کے دیگر کاموں کو بھی نہایت منظم طریق سے سرانجام دیا گیا۔

۷- سوئمنگ پول

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بصرہ العزیز کی خصوصی شفقت سے

اہلِ ربوہ کے لئے ایک عالمی معیار کے سوئمنگ پول کی سہولت موجود ہے۔ اس کے جملہ امور مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے سپرد ہیں۔ چنانچہ مجلس نے پول کی حفاظت اور دیکھ بھال وغیرہ کے لئے پول میں باقاعدہ مستقل عمل متعین کر رکھا ہے جو سارا سال اپنے فرائض ادا کرتا رہتا ہے۔ نیز جملہ انتظامات کی نگرانی کے لئے ہر سال ایک انچارج مقرر کیا جاتا ہے۔ اس وقت سوئمنگ پول کے انچارج مکرم قمر احمد کوثر صاحب مہتمم مقامی ربوہ ہیں۔

ہر سال سیزن شروع ہونے سے پہلے ماہ مارچ میں جملہ تیاریاں مکمل کر لی جاتی ہیں اور ماہ اپریل سے وسط اکتوبر تک یہاں خوب رونق رہتی ہے۔ اس عرصہ کے لئے کچھ زائد عملہ مثلاً لائف گارڈ اور کلرک وغیرہ کا انتظام کر لیا جاتا ہے۔

ماہ اپریل، مئی، جون اور ستمبر، اکتوبر میں روزانہ 3 شفٹوں میں تیراکی کا موقع دیا جاتا ہے جبکہ جولائی، اگست میں تعداد زیادہ ہونے پر ایک یا دو شفٹیں بڑھادی جاتی ہیں۔

پورے ماہ تیراکی کے خواہش مند افراد کو ایک فارم اور فیس جمع کروا کے رکنیت حاصل کرنا ہوتی ہے۔ جبکہ ایسے افراد جو ممبر شپ کے بغیر اسی روز تیراکی کے لئے آنا چاہیں وہ نہایت معمولی یومیہ چارج ادا کرتے ہیں۔

ایک ماہ کے لئے زیادہ سے زیادہ رکنیت سال 95ء میں 202، 96ء میں 314، 97ء میں 236 اور 98ء میں 245 رہی۔ جبکہ ایک ماہ میں یومیہ ادا کر کے پول سے فائدہ اٹھانے والوں کی کل تعداد زیادہ سے زیادہ 95ء میں 2872، 96ء میں 2449 97ء میں 3568 اور 98ء میں 3694 رہی۔ نیز ہر سال مختلف مواقع پر مرکز آنے والے خدام و اطفال مثلاً تربیتی کلاس کے سینکڑوں طلبہ کو دوران کلاس یہاں روزانہ تیراکی کرنے کی سہولت مہیا کی جاتی رہی۔

ہر سال نئے سیکھنے والوں کے لئے اور مقابلہ جات میں امتیاز حاصل کرنے والوں کی مزید ترقی کے لئے کوچنگ کیمپس کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے۔ اور مقابلہ جات بھی کروائے جاتے ہیں۔ جن میں امتیاز حاصل کرنے والوں کو انعامات دیئے جاتے ہیں۔ گذشتہ کئی سالوں سے ربوہ کے تیراک ضلعی اور صوبائی سطح پر نمایاں پوزیشنز حاصل کر رہے ہیں۔ اور اب ملکی سطح پر منعقدہ مقابلوں میں بھی شریک ہو کر اعزازات پا رہے ہیں۔ الحمد للہ

رائٹرز فورم

خدام میں علمی، ادبی اور صحافتی سطح پر ذوق اور شوق پیدا کرنے کے لئے خدام الاحمدیہ پاکستان کی سطح پر چند سال پہلے رائٹرز فورم کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ اس کے تحت پاکستان کے بیشتر علاقہ جات میں علاقائی سطح پر اور ان کے علاوہ کچھ اضلاع میں قیادت ضلع کے تحت رائٹرز فورم کام کر رہے ہیں۔ جن میں خدام کو سلطان القلم سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا علم کلام اور دیگر کتب کے مطالعہ کی ترغیب دی جاتی ہے۔ اسی طرح تحقیق کے مختلف طریقے اور مضمون لکھنے کے بارے میں بتایا جاتا ہے۔ ممبران رائٹرز فورم کے علمی اور حالات حاضرہ سے متعلق موضوعات پر مضامین آرٹیکل کالم اور خطوط وغیرہ ملک کے مختلف اخبارات ورسائل میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ جس سے ان کی مزید حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور لکھنے اور تحقیق کرنے کا ملکہ پیدا ہوتا ہے۔

اس وقت ایک سو سے زائد خدام اس فورم کے تحت

کوئٹہ کی ایک نواحی بستی میں فری میڈیکل کیمپ میں خدمات انجام دینے والے افراد محترم ڈاکٹر محمد احمد صاحب اشرف نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے ہمراہ

کوئٹہ کی ایک نواحی بستی میں منعقدہ فری میڈیکل کیمپ کا ایک منظر۔محترم ڈاکٹر محمد احمد صاحب اشرف نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان ادویات دیتے ہوئے

ضلع کوئٹہ کے خدام ایک پکنک کے موقع پر محترم ڈاکٹر محمد احمد صاحب اشرف نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے ہمراہ

ضلع کوئٹہ کے خدام کا سائیکل سفر

مجلس اطفال الاحمدیہ علاقہ سندھ کے سالانہ اجتماع ۱۹۹۸ء کے موقع پر محترم چوہدری سلیم احمد صاحب امیر جماعتِ احمدیہ ضلع بدین اور مکرم ملک مبشر احمد صاحب مربّی اطفال علاقہ سندھ تشریف فرما ہیں۔

سندھ کی مختلف مجالس کے اطفال اپنے علاقائی اجتماع میں شریک ہیں۔

مجلس خدام الاحمدیہ چک سکندر ۳ ضلع گجرات میں مثالی وقارِ عمل کے بعد خدام اور شریک افراد کا گروپ فوٹو

مجلس خدام الاحمدیہ کرونڈی ضلع خیرپور کے وقارِ عمل کا ایک منظر

مختلف امور نہایت ذمہ داری سے سرانجام دے رہے ہیں۔

۹- ایوان محمود سپورٹس کلب

ایوان محمود ربوہ کے ہال میں بیڈمنٹن اور ٹیبل ٹینس کھیلنے کا نہایت احسن انتظام ہے۔بیڈمنٹن کے تین کورٹس اور ٹیبل ٹینس کھیلنے کے لئے تین ٹیبلز یہاں موجود ہیں۔ رکنیت حاصل کرنے کے بعد شام اور رات کے وقت مختلف شفٹوں میں ممبرز یہاں کلب کے قواعد وضوابط پر عمل کرتے ہوئے نظم وضبط کے ساتھ کھیلتے ہیں اور اپنے معیار کو بلند کرنے کی کوشش بھی کرتے رہتے ہیں۔

چنانچہ اسی غرض کے پیش نظر ہر سال بیڈمنٹن اور ٹیبل ٹینس کا ٹورنامنٹ بھی کروایا جاتا ہے اور نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والوں کو انعامات دیئے جاتے ہیں۔

ہر روز باقاعدگی کے ساتھ بیڈمنٹن کھیلنے والے خدام کی ایک ماہ میں زیادہ سے زیادہ تعداد 95ء میں 35، 96ء میں 39، 97ء میں 35 اور 98ء میں 33 رہی۔ جبکہ ٹیبل ٹینس کھیلنے والے باقاعدہ ممبرز کی ایک ماہ میں زیادہ سے زیادہ تعداد 95ء میں 7، 96ء میں 8، 98ء میں 9 رہی۔ان ممبرز کے علاوہ کئی مہمان احباب بھی روزانہ یہاں آکر استفادہ کرتے ہیں۔

امسال 16 فروری 1998ء سے قیادت ذہانت وصحت جسمانی مجلس انصاراللہ ربوہ کے توسط سے بہت سے انصار بھائیوں نے بھی یہاں باقاعدگی سے کھیلنا شروع کر دیا ہے۔

۱۰- ایمبولینس سروس

شعبہ خدمت خلق کے تحت ایک ایمبولینس سروس بھی خداتعالیٰ کے فضل سے بخیر وخوبی جاری ہے۔ ہمہ وقت اس سروس کی فراہمی اہل ربوہ کے لئے بڑی سہولت کا باعث ہے۔ دن کے وقت ایمبولینس احاطہ فضل عمر ہسپتال کے اندر جبکہ رات کو ایوان محمود میں موجود ہوتی ہے۔اور ان مقامات پر صرف فون کر کے ضرورتمند احباب یہ سہولت حاصل کر لیتے ہیں۔اندرون ربوہ میں ہسپتال اور دیگر مقامات پر واپس چھوڑنے کے ساتھ ساتھ بیرون ربوہ بھی یہ ایمبولینس مریضوں کے لئے بھجوائی جاتی ہے۔

اس طرح قریبی مقامات پر منعقد کئے جانے والے فری میڈیکل کیمپس کے لئے بھی یہ ایمبولینس استعمال کی جاتی ہے۔ حادثات کی صورت میں اور دیگر ہنگامی مواقع مثلاً اجتماعی پروگراموں کے مواقع پر فوری طبی امداد بھی اس ایمبولینس کے ذریعہ مہیا کی جاتی ہے۔

نومبر 1994ء سے اکتوبر 1998ء تک اس ایمبولینس سروس کے ذریعہ اندرون ربوہ کل 1173 افراد کو ایمبولینس سروس فراہم کی گئی۔ان میں سے 400 سے زائد مستحق افراد کو یہ سہولت بالکل مفت مہیا کی گئی جبکہ 427 افراد کو رعایتی چارجز پر یہ سروس دی گئی۔

اسی عرصہ کے دوران ربوہ سے باہر مریضوں کو لے جانے کے لئے کل 698 افراد کو ایمبولینس مہیا کی گئی ان میں سے بھی قریباً 100 افراد سے کوئی چارجز نہیں لئے گئے جبکہ 176 افراد کو رعایتی چارجز کے ساتھ یہ سہولت فراہم کی گئی۔

درجہ بالا جملہ کاموں کی ماہوار رپورٹس مکرم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کو پیش کی جاتی ہیں جو ان کاموں کی عمومی نگرانی کے ساتھ ازراہ شفقت رہنمائی بھی کرتے رہتے ہیں۔

اعانت

مندرجہ ذیل مجالس نے ماہنامہ خالد کے سالنامہ/ نومبر ۱۹۹۸ء کی اشاعت کے سلسلہ میں مالی اعانت فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب مجالس کے خدام واطفال کو احسن جزاء عطا فرمائے۔

قارئین ماہنامہ خالد ان کو اپنی دُعاؤں میں یاد رکھیں۔

۱۔ مجلس خدام الاحمدیہ ڈرگ کالونی۔ کراچی
۲۔ مجلس خدام الاحمدیہ نارتھ کراچی
۳۔ مجلس خدام الاحمدیہ گلشنِ احمد کراچی
۴۔ مجلس خدام الاحمدیہ گلشنِ اقبال کراچی
۵۔ مجلس خدام الاحمدیہ عزیز آباد کراچی
۶۔ مجلس خدام الاحمدیہ تیموریہ کراچی
۷۔ مجلس خدام الاحمدیہ محمود آباد کراچی
۸۔ مجلس خدام الاحمدیہ اورنگی ٹاؤن کراچی
۹۔ مجلس خدام الاحمدیہ اسٹیل ٹاؤن کراچی
۱۰۔ مجلس خدام الاحمدیہ ڈرگ روڈ کراچی
۱۱۔ مجلس خدام الاحمدیہ کلفٹن کراچی
۱۲۔ مجلس خدام الاحمدیہ ماڈل کالونی کراچی
۱۳۔ مجلس خدام الاحمدیہ ناظم آباد۔ کراچی
۱۴۔ مجلس خدام الاحمدیہ مارٹن روڈ۔ کراچی
۱۵۔ مجلس خدام الاحمدیہ سرجانی ٹاؤن کراچی
۱۶۔ مجلس خدام الاحمدیہ سوسائٹی کراچی

اشاریہ

خالد نومبر ۹۷ء تا اکتوبر ۹۸ء (جلد نمبر ۴۶ شمارہ نمبر ۱ تا ۱۲)

جنوری ۹۸ء

فروری ۹۸ء

مارچ ۹۸ء

اپریل ۹۸ء

مئی ۹۸ء

جون ۹۸ء

جولائی ۹۸ء

اگست ۹۸ء

ستمبر ۹۸ء

سالانہ پکنک کارکنان مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

منعقدہ ۲۱ اگست ۱۹۹۸ء

(مکرم شبیر احمد ثاقب صاحب۔ مہتمم صحت جسمانی)

شعبہ صحت جسمانی کی سالانہ سکیم کا ایک حصہ کارکنان خدام الاحمدیہ پاکستان کی پکنک ہوتا ہے اس میں عاملہ خدام کے علاوہ عاملہ اطفال' کارکنان دفتر و بچگان کو بھی مدعو کیا جاتا ہے۔ الحمدللہ کہ حسب پروگرام یہ پکنک 21 اگست بروز جمعہ حضور انور ایدہ اللہ کے باغ واقع احمد نگر میں ہوئی۔ پکنک کے انعقاد سے قریباً ایک ماہ قبل پکنک کی تفصیلی سکیم مجلس عاملہ میں پیش کی گئی جو بعض ترامیم کے ساتھ عاملہ نے منظور کی۔ نیز اس پکنک کے انتظامات کیلئے درج ذیل ممبران پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔

مکرم ڈاکٹر محمد احمد صاحب اشرف صدر کمیٹی' خاکسار شبیر احمد ثاقب سیکرٹری کمیٹی' مکرم خلیل احمد تنویر صاحب' مکرم نصیر احمد انجم صاحب' مکرم راجہ رشید احمد صاحب' مکرم حافظ عبدالاعلیٰ صاحب اور مکرم حافظ حفیظ الرحمن صاحب۔ پکنک کے پروگرام و تیاری کیلئے کمیٹی کے کئی اجلاسات ہوئے۔ ان میں سے ایک اجلاس محترم صدر صاحب مجلس کی زیر صدارت بھی ہوا۔ جس میں مجوزہ پروگرام کا جائزہ لیا گیا اور تشنہ تکمیل امور کو حتمی شکل دی گئی۔ پکنک کی عملی تیاری ایک روز قبل شروع کر دی گئی۔ چنانچہ کراکری اور دیگر سامان ایوان محمود میں رکھ دیا گیا۔ فروٹ چاٹ کیلئے پھل وغیرہ کی خریداری کر لی گئی اور پکنک پوائنٹ پر جاکر ضروری تیاری کروا کر وہاں ایک شامیانہ بارہ دری کے سامنے لگوا دیا گیا۔

21 اگست بروز جمعہ پروگرام کے مطابق ایوان محمود میں دوست احباب صبح پونے آٹھ بجے جمع ہو گئے۔ جس سے ایوان محمود کے احاطہ میں اچھی خاصی گہما گہمی ہو گئی۔ بچے رنگ برنگے پکنک کے لباس پہنے پوری تیاری میں تھے خوب چہل پہل تھی۔ آٹھ بجے صدر محترم نے اجتماعی دعا کروائی اور پہلا قافلہ مختص گاڑیوں میں سوئے احمد نگر رواں دواں تھا۔ گاڑیاں اس قافلہ کو چھوڑ کر جلد واپس آ گئیں کیونکہ ابھی کچھ لوگ جانے باقی تھے۔ دوسرا قافلہ بھی جلد وہاں پہنچ گیا۔ پکنک پوائنٹ اپنے ظاہری حسن و رعنائی سرسبز و شاداب ماحول اور نئی تعمیرات کے خوبصورت سیٹ اپ میں بہت بھلا لگ رہا تھا۔ پھر اس جگہ کے ساتھ محبت کی چاشنی جو تقدس اور عظمت میں لپٹی ہوئی تھی سب کے دلوں کو گرما رہی تھی۔ غرض کیا بچے اور کیا بوڑھے سب نے اس ماحول سے بہت لطف اٹھایا اور پھر اسی احاطہ کے اندر صاف شفاف پانی کے خوبصورت سوئمنگ پولز شائقین کیلئے نہایت عمدہ تفریح کا سامان بنے۔ ہلکے آسمانی رنگ کی ٹائیلیں جو پولز کے فرش پر لگی تھیں صاف شفاف پانی کو اور بھی جاذب نظر بنا رہی تھیں۔ اور یہ نظارہ ایسا تھا کہ تیراک احباب نے تو آؤ دیکھا نہ تاؤ ایسے کودے جیسے ماہی بے آب کو پانی نظر آ جائے۔ ان کا پانی کے اندر اٹھکیلیاں کرنا الٹی سیدھی چھلانگیں لگانا تیراکی نہ جاننے والوں کے بھی جذبات کو بے قابو کر رہا تھا۔ چنانچہ کئی ایک سے رہا نہ گیا اور وہ پانی میں اترنے پر آمادہ ہو گئے۔ مگر انہوں نے کمال ہوشیاری سے پول کے اطراف میں لگے راڈز (Rods) کو پکڑ کر پورے پول کے چکر لگائے ڈبکیاں لیں اور بعض نے تو تیراکی سیکھنے کی بھی پہلی کامیاب کوشش کی۔ چنانچہ ان میں سے بعض پول کے عرض کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک تیراکی کرتے دیکھے گئے۔ نیز ان کے

چہروں سے مصمم ارادے اور پختہ عزائم ہویدا تھے۔ اور آج وہ یہ فیصلے کر رہے تھے کہ اور کچھ ہو یا نہ ہو مگر اب تیراکی سیکھ کر چھوڑنی ہے۔ اس بڑے پول سے ملحق ایک چھوٹا پول ہے جو پرانے مچھلی تالاب / فش فارم سے ملا ہوا ہے اس میں بچے اچھل کود رہے تھے۔ کوئی پانی اچھالتا کوئی چھلانگ لگاتا اور کوئی ڈبکیوں سے من راضی کر رہا تھا۔ غرض یہ نہایت دلچسپ سلسلہ صبح 9 بجے سے ساڑھے دس بجے تک جاری رہا۔ اب سب لوگ واپس بارہ دری کے احاطہ میں لگے شامیانے کے نیچے آ چکے تھے۔ انتظامیہ نے ان کی فروٹ چاٹ سے تواضع کی۔ فروٹ چاٹ تو مزے دار تھی ہی مگر نہا نہا کر سب لوگ اپنی بھوک خوب چمکا چکے تھے جس سے چاٹ کا مزہ دو بالا ہو گیا۔ اس کے معاً بعد کارکنان اور بعض اراکین عاملہ کے مابین کلائی پکڑنے کے دلچسپ مقابلے ہوئے جہاں بڑے بڑے برج الٹائے گئے۔ اور کئی "پہلوان" اپنے فن کا مظاہرہ کرتے رہے۔ پھر تیراکی کے نہایت دلچسپ مقابلے ہوئے اور کچھ وقت دیا گیا کہ اگر کسی نے مزید نہانا ہو تو موقعہ ہے وہ کسر نکال لے۔ چنانچہ کئی نو وارد بھی اس مشغلے میں شامل ہو گئے۔ اب سورج کی تمازت اور حدت کے مقابل پول کا ٹھنڈا پانی پہلے سے بھی زیادہ لطف دے رہا تھا۔ یہ سلسلہ پونے ایک بجے تک جاری رہا۔ اعلان ہوا کہ احباب نماز جمعہ کی تیاری کر لیں ایک بجے تک سب دوست شامیانے کے نیچے جمع ہو چکے تھے۔ صدر مجلس محترم راجہ منیر احمد خان صاحب نے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اور نماز جمعہ کے ساتھ نماز عصر جمع کر کے پڑھائی۔ ازاں بعد احباب کو ہدایت کی گئی کہ اسطرح آمنے سامنے بیٹھیں کہ کھانے کیلئے دائرے بن جائیں کچھ ہی دیر میں تقسیم خوراک والے بڑی مستعدی سے پلاؤ کی بھری ہوئی ڈشیں، قورمے کے ڈونگے اور زردے کی پراتیں لا رہے تھے اور یہ مجلس جو ابھی چند منٹ پہلے خوش گپیوں اور قہقہوں سے گونج رہی تھی ایک خاموش محفل کا رنگ اختیار کر گئی۔ کھانے کے اس خوشگوار پروگرام کے بعد جلد برتن سمیٹ لیے گئے اور اس مجلس کو اب ایک تفریحی مجلس میں بدل دیا گیا۔ مکرم نصیر انجم صاحب نے کمپیئر کے طور پر ایک لطیفہ سنا کر اس مجلس کا باقاعدہ آغاز کیا۔ پھر بچوں نے خوبصورت آواز میں ترنم کے ساتھ نظمیں پڑھیں۔ مکرم رانا سلطان احمد صاحب نے ایک دلچسپ خبرنامہ پیش کیا جسے بہت پسند کیا گیا اور صلائے عام دی گئی یاران نکتہ دان کیلئے۔

غرض یہ بہت مزے دار اور دلچسپ سلسلہ ساڑھے تین بجے تک ممتد رہا۔ اس پر لطف پروگرام کے آخر میں اعلان کیا گیا کہ اب پھر کچھ وقت ہے جو چاہے گھوم پھر لے نہا لے یا جیسے چاہے اپنے من کو راضی کر لے اب بھی سوئمنگ پول پر معقول رش بن گیا۔ اور تیسری قسط پوری کرنے کئی دوست پول میں اتر گئے مگر بعض احباب جنہوں نے کھانے کا حق ادا کیا تھا' نے بارہ دری کے احاطہ میں استراحت اور گپ شپ پر اکتفا کیا اور شاید یہی ان کے مناسب حال بھی تھا۔ ہم پکنک کے آخری آئیٹم کی طرف بڑی تیزی سے بڑھ رہے تھے۔ ایک بار پھر سب پکنک پوائنٹ پر جمع ہو گئے اور چونسہ نسل کے موٹے تازے آموں سے طبع آزمائی کرنے لگے۔ آم تھے اور میٹھے تھے اور بہت تھے ان کے ساتھ کچی لسی کا دور چلا جو آم کی گرم تاثیر کو معتدل کر رہا تھا۔ اس کے بعد محترم صدر صاحب مجلس نے اجتماعی دعا کروائی اور پہلا قافلہ ربوہ کیلئے روانہ ہوا اس میں بزرگوں اور بچوں کو بھجوایا گیا اور صدر محترم اور اراکین عاملہ آخر تک وہاں رہے۔ جگہ اور ماحول کی صفائی کروانے اور سارے سامان اور اشیاء کو سمیٹنے کے بعد یہ آخری قافلہ بخیریت ربوہ پہنچا۔ الحمد للہ۔

اس پکنک میں ایک سو سے کچھ زائد انصار' خدام' کارکنان اور ان کے بچوں نے شرکت کی۔ پکنک کے اس موقع پر سٹل فوٹو گرافی کی گئی اور ویڈیو کیمرے سے سارے پروگرام کی جھلکیاں بھی ریکارڈ کی گئیں۔

آخر پر دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پروگرام کے اپنے فضل کے ساتھ مثبت اثرات ظاہر فرمائے۔ آمین اللھم آمین۔